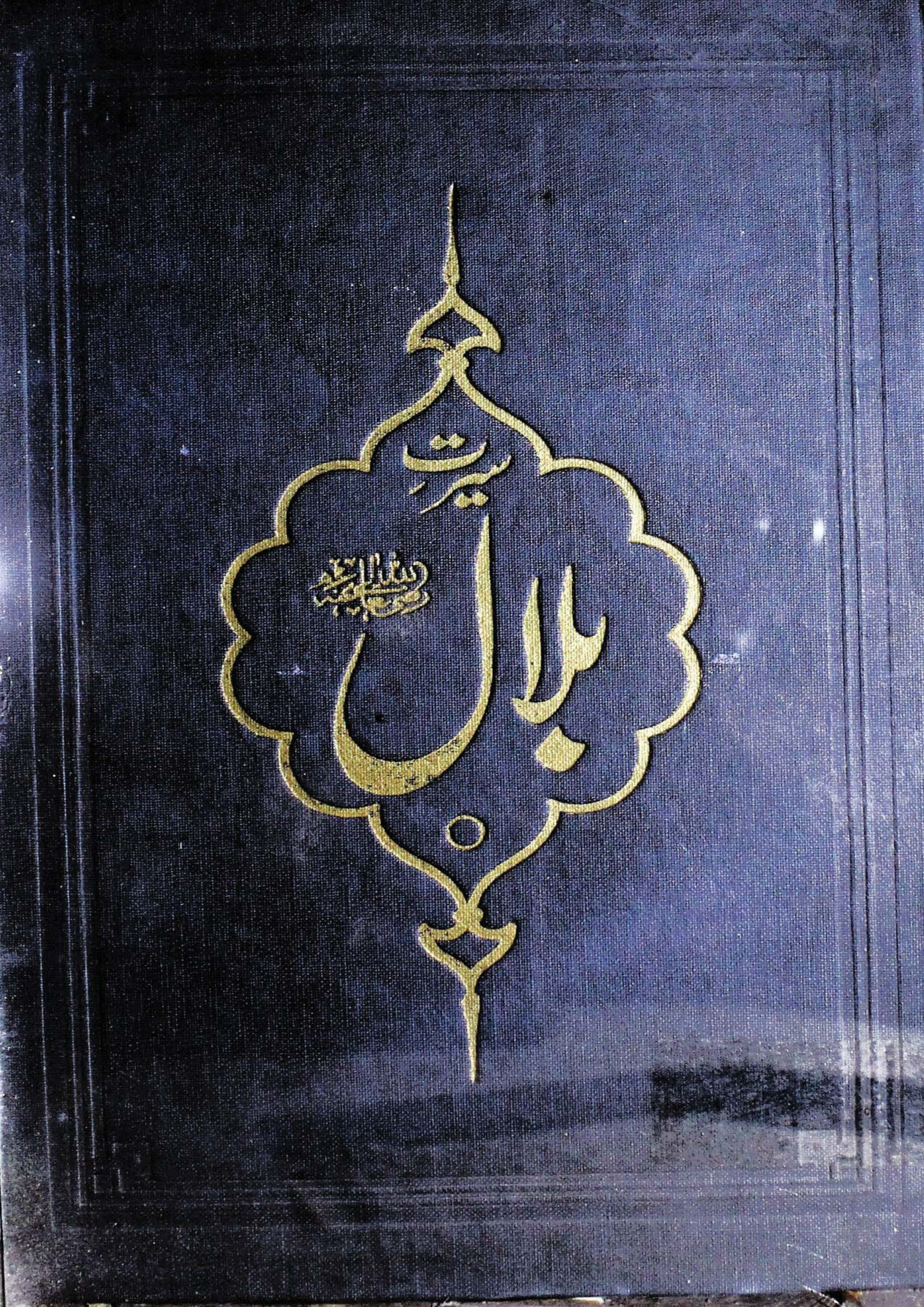

سیرت
بلال
رضی اللہ عنہ

الامام ضامن والمؤذن مؤتمن

حدیث نبوی۔ ترمذی

(امام ذمہ دار ہے اور مؤذن امانت دار ہے۔)

سیرت بلال رضی

مرتبہ

احقر العباد ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی عفی عنہ

سنہ ۱۹۶۲ء

کتاب خانہ نورس (کاپی بک شاپ) کبیر سٹریٹ

لاہور

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّھِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ

"میرے صحابہ ستاروں کی مثال رکھتے ہیں۔ تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے"

(مشکوٰۃ ص ۵۵۴)

قیمت مجلد ۶/۲۵ (چھ روپیہ ۲۵ پیسے)

طابع ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی
مطبع دین محمدی پریس۔ لاہور
ناشر کتاب خانہ نورس۔ لاہور

اشاعت اول
تاریخ اشاعت ۱۹۶۲
تعداد اشاعت ۱۰۰۰

فہرست ابواب

تصاویر :

۱- مسجد بلال رضؓ مدینہ منورہ
۲- مسجد نبوی ؐ
۳- قبر بلال رضؓ

عرضِ حال

ہندوستان کی تاریخ میں ۱۹۱۹ - ۱۹۲۰ء کا زمانہ سیاسی اعتبار سے خاصی اہمیت رکھتا ہے جبکہ تحریک عدم تعاون اور تحریکِ خلافت بہت زوروں پر تھی ساتھ ہی ہندو مسلم اتحاد بھی ایسا کہ پھر کبھی نہیں ہوا۔ ہر آدمی اپنے محور سے ہٹا ہوا نظر آتا تھا۔ میں اس زمانہ میں ٹیکنیکل سکول لدھیانہ میں ہیڈ ماسٹر تھا۔ اور حالات سے متاثر ہو کر چھٹی لے کر لاہور آکر مدرسہ نعمانیہ[1] میں دینی تعلیم کے لیے شریک ہو گیا۔ اسی زمانہ میں اورینٹل کالج کے اساتذہ مولانا سید طلحہ اور مولانا عبدالعزیز میمن کی درسی صحبتوں سے بھی کافی مستفید ہوا۔ ملازمت سے ۱۹۲۴ء میں سبکدوش ہو کر لاہور میں باقاعدہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کی مجالس میں شامل ہوتا رہا اور رشتہ ملازمت بھی اسلامیہ کالج سے ہو گیا تھا جہاں شہرۂ آفاق پروفیسران مولانا اصغر علی روحی صاحب، مولوی محمد عمر خان، قبلہ حافظ محمود خاں شیرانی جیسوں کی صحبت سے فیضیاب ہوا۔ غرض کہ اس پس منظر نے طبیعت پر ایک خاص اسلامی علوم کا رنگ پیدا کیا اگرچہ والد مرحوم کی پابندی صوم و صلاۃ بھی اس میں کارفرما تھی۔

علامہ اقبال کے ہاں بعض اوقات ایسے ایسے علمی اور تاریخی و ثقافتی مسائل پر گفتگو ہوتی کہ آج کا نوجوان ان کے تصور سے بھی محروم ہے چنانچہ ایک روز علامہ اقبال کے ہاں ہندوستان کے چند ایسے مقامات کا ذکر آیا جہاں نماز کے لیے آزادی سے اذان نہیں کہی جاتی تھی بلکہ اذن پہنچائی جاتی۔ بعض احباب نے برسبیل تذکرہ حضرت بلال کا ذکر بحیثیت اول مؤذن اسلام کیا کہ آپ نے اسلام قبول کرنے میں کیا کیا صعوبتیں برداشت کی ہیں لیکن اسلام پر قائم رہے اور وہ حبشی النسل غلام تھے اسلام نے آپ کو مساویانہ حیثیت دی اور ہمیشہ آپ حضور کے سفر و حضر میں ہمراہ رہے۔ اسی طرح ایک روز ترجمانِ حقیقت علامہ اقبال کے قانونی پیشہ کے منشی حکیم شیخ طاہر الدین مرحوم نے متاثر ہو کر خواہش ظاہر کی کہ اول مؤذنِ اسلام حضرت بلال کی مکمل سوانح لکھی جانی چاہیے جس طرح مولانا شبلی نے چند سال ہوئے سیرۃ النبی لکھی ہے۔ اگرچہ اس سے پیشتر مولانا شبلی اور علامہ اقبال کی نظمیں حضرت بلال رض پر لوگوں کی زبان زد تھیں اور ایک مختصر سی کتاب بھی موجود تھی

---

[1] جبکہ مولانا غلام مرشد صاحب صدر مدرس تھے۔

اگر راقم نے اس کمی کو محسوس کر کے اس طرف توجہ دی اور ضروری کتب بھی فراہم کیں اور ہر ذی علم سے استفادہ بھی کیا جن کا شکر گزار ہوں۔ اس کا علامہ اقبال کو پورا علم تھا۔ اسی طرح ایک مرتبہ استاد و مرشد محترم حضرت سید انور شاہ صاحب اعلی اللہ مقامہ سے جو اپنے زمانہ میں علوم دین کے امام مانے جاتے تھے بعض امور میں استصواب بھی کیا تو آپ نے بھی سیرت لکھنے میں شخصی عظمت کو برقرار رکھنے اور مسائل میں تناقض سے احتراز کی تاکید فرمائی۔ مرحوم مولوی حاجی کریم بخش پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور جن کو شاہ صاحب سے خاص عقیدت تھی اس مسودہ کے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو مرحوم نے دیکھ کر اس کو طبع کرنے کی ترغیب دی تو میں نے ان سے درخواست کی کہ آپ ایک مرتبہ اسے تنقیدی نگاہ سے مطالعہ کر لیں تو بہتر ہے۔ چنانچہ مرحوم نے اس کا ایک ایک لفظ مطالعہ کر کے جابجا اس پر سرخ پنسل سے مشورہ بھی دیا اور آپ نے اس مسودہ کو واپس کرتے ہوئے نہایت اطمینان سے فرمایا کہ آپ نے حضرت بلال کی خواب میں زیارت کر کے بعض مندرجہ مسائل کی وضاحت بھی فرمائی ہے۔ اللہ تعالی آپ کو غریق رحمت کرے۔

سنہ ۱۹۳۶ء میں مجھے دوسری بار پھر یورپ جانے کا اتفاق ہوا۔ واپسی پر سنہ ۱۹۴۰ء میں دکن کالج پونہ میں تقرر ہو گیا جہاں سے سنہ ۱۹۴۷ء میں پاکستان ہجرت کر کے لاہور آ گیا۔ سنہ ۱۹۵۷ء میں امریکہ و یورپ جانے کا پھر اتفاق ہوا جہاں سے واپسی پر حج بیت اللہ مکہ مکرمہ اور زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوا۔ ساتھ ہی بیت المقدس اور ملک شام کی سیاحت کے دوران میں قبر بلال کی زیارت دمشق میں کی جو مقصد سیاحت تھا اور ساتھ ہی مصر، بغداد، ایران کی علمی درسگاہوں اور کتب خانوں میں بھی مطالعہ کیا اور سنہ ۱۹۵۹ء میں انقرہ (ترکیہ) سے واپسی پر پھر عمرہ حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی مگر مجھے کہیں بھی کوئی مستقل کتاب حضرت بلال کی سیرۃ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا جب میں تمام مندرجہ حالات ماضی پر نظر دوڑاتا ہوں تو مجھے صرف حضرت علامہ اقبال کی ایک ایسی ہستی نظر آتی ہے جس سے راقم اخیر تک مستفید ہوتا رہا ان کی علمی صحبت کی یادیں جہاں آ کر تمام علمی احباب ملتے تھے اس ناچیز علمی خدمت کو معنون کرتا ہوں وہ خود کہتے ہیں :-

اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

اعتراف و معذرت

یہ تو ناممکن ہے کہ تمام تفصیل ان امور کی اور محنت کی یہاں بیان کر دی جائے جو اس علمی مسودہ کے تیار کرنے میں پیش آئے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ انسان جب تک کما حقہ کسی کام کے لیے جد و جہد نہ کرے کام بھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا ہے۔ غرض کہ یہ امر قارئین کرام کے سامنے اس مسودہ کی صورت میں موجود ہے جس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے یہ بھی ظاہر ہے کہ انسان جب کہ خطا و نسیان کا مرکب ہے تو اس میں ضرور سہو اور غلطیاں بھی صادر ہوں گی جن کو مجبور و معذور سمجھ کر اغماض کیا جائے بلکہ بندہ کو مطلع کرکے ثواب دارین حاصل کریں ممنون ہوں گا۔ اور یہی میری نیت ہے۔

اس مسودہ کی کتابت کو مولوی محمد عنایت اللہ وارثی صاحب نے انجام دیا ہے جس کے لیے ان کا ممنون ہوں ورنہ یہ مسودہ ہمیشہ گمنامی میں پڑا رہتا۔ اس ملک میں ابھی تک کوئی ایسا قانون رائج نہیں ہے جس سے اہل قلم کے حقوق کی حفاظت ہو سکے۔ اس کے لیے میری درخواست ہے کہ اس کی اشاعت اور ناجائز نقل سے اعراض کیا جائے کیونکہ اس کتاب کے تمام حقوق طباعت و ترجمہ بحق مصنف محفوظ ہیں۔ یہ بھی مد نظر رہے کہ در اصل میرا مقصد حضرت بلال رض کی اسلام میں عظمت اور واقعات کو بیان کرنا ہے کہ کس طرح آپ کو غلامی سے آزاد کرکے مساویانہ حیثیت دی اور یہاں تک ہی نہیں بلکہ اسلام میں آپ کو اول موذن اور مصاحب آں حضرت صلعم کی حیثیت نصیب ہوئی۔ انسان کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ واحد القہار اور لاشریک پر ایمان رکھنا چاہیے اور اُسی کو حاضر و ناظر سمجھ کر اُسی سے استعانت طلب کرنی چاہیے۔

غرض کہ میں نے ان صفحات میں ایک عام مسلمان فرد کی حیات کیلئے حضرت بلال رض کے واقعاتِ زندگی کو بطور نمونہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے جسے ہمیشہ کیلئے تہذیب اور ثقافت اسلامی کا پیکر تصور کرنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ وما توفیقی الا باللہ تعالیٰ

احقر محمد عبداللہ چغتائی عفی عنہ — ۱۵ - ایف گلبرگ - لاہور

دوشنبہ ۲۷ شہر رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ مطابق بروز پیر ۵ مارچ ۱۹۶۲ء

کتاب کے سر ورق وغیرہ کی ترتیب و کتابت میں مدد کے لئے محترم حافظ محمد یوسف صاحب کا ممنون ہوں۔

ماٰخذ کتاب

ذیل میں صرف اُن کتابوں کی فہرست درج کی جاتی ہے جن سے اس کتاب میں براہِ راست مدد لی گئی ہے اور اُن کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ حوالہ متن کے صفحہ کے اخیر ان کتابوں کی فہرست کا مندرجہ نمبر ہے تاکہ بار بار کتابوں کے نام درج کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ چند کے نام بھی دیئے گئے ہیں۔

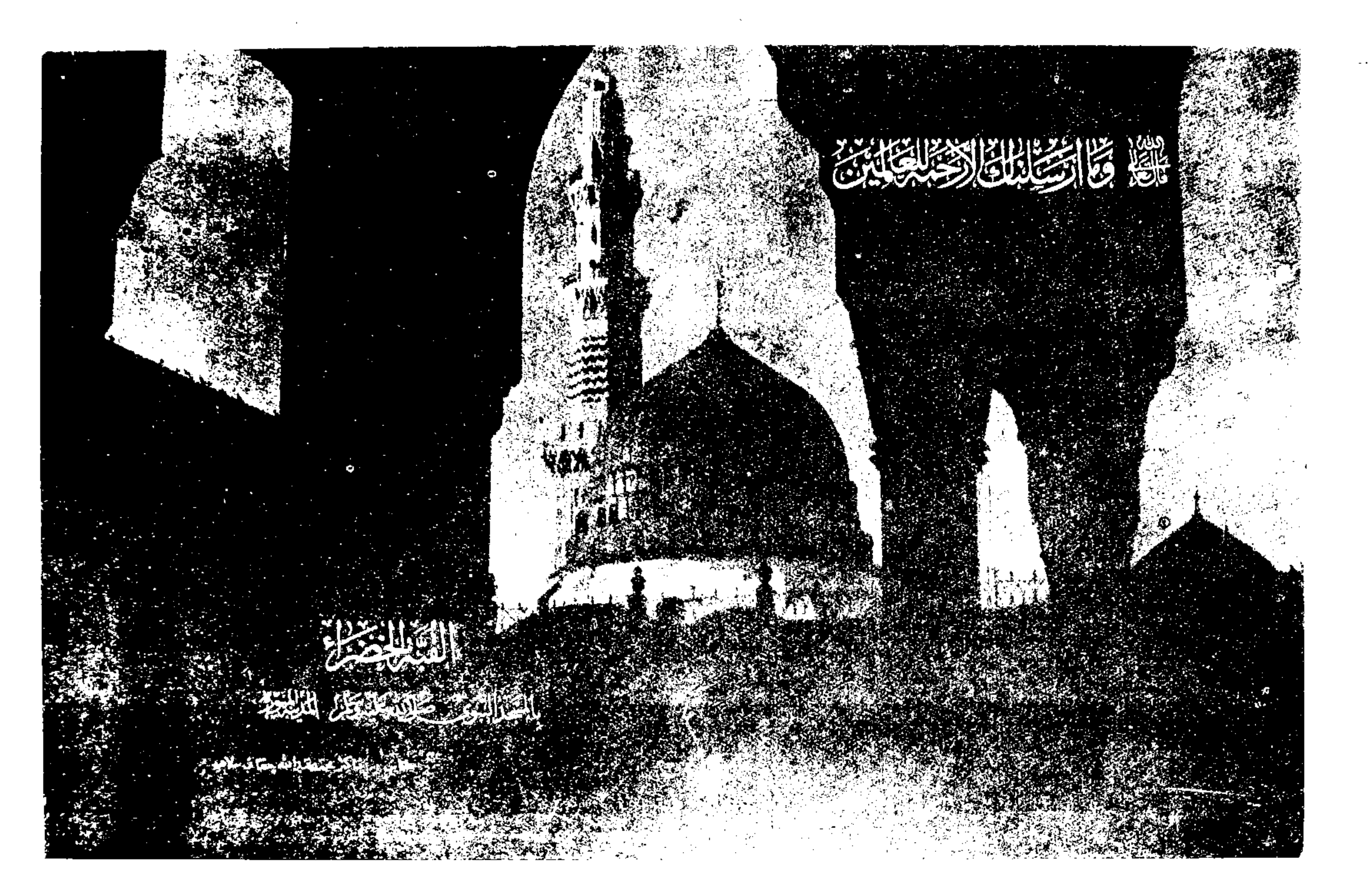
حوالہ	نام کتاب
۱	السیرۃ النبویہ لابن ہشام مطبوعہ یورپ سنہ ۱۸۶۰ء جرمنی جس کے تمام حوالے دیے گئے ہیں تاکہ کسی خاص طباعت کی تشخیص اٹھ جائے۔
۲	السیرۃ لابن ہشام: مطبوعہ مصر سنہ ۱۹۳۶ء چار جلدوں میں۔ جسے تین مصری علما مصطفیٰ السقا۔ ابراہیم الابیاری اور عبد الحفیظ الشبلی نے مع حواشی و تعلیقات مرتب کیا اس سے بعض امور میں مدد لی گئی۔
۳	الروض الانف: تفسیر سیرۃ ابن ہشام از امام القاسم عبد الرحمٰن السہیلی متوفی سنہ ۵۸۱ھ مراکشی۔ مطبوعہ مصر سنہ ۱۹۱۴ء۔
۴	الکامل فی التاریخ امام العلامہ ابی الحسن علی بن الاثیر متوفی سنہ ۶۳۰ھ مرتبہ محمد منیر الدمشقی و شیخ عبد الوہاب النجار مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۴۸ھ۔
۵	تہذیب الاسماء واللغات از حافظ ابی ذکریا محی الدین بن شرف النووی المتوفی سنہ ۶۷۶ھ مطبوعہ مصر۔
۶	اخبار مکہ: ابی الولید محمد بن عبد اللہ الازرقی۔ متوفی سنہ ۲۲۳ھ مطبع الماجدیہ مکہ مکرمہ سنہ ۱۳۵۲ھ۔
۷	شفاء الغرام باخبار البلد الحرام۔ از امام العلامہ الحافظ ابو الطیب تقی الدین محمد بن علی الفاسی متوفی سنہ ۸۳۲ھ مطبوعہ مصر سنہ ۱۹۵۶ء۔ دوسری جلد کے اخیر میں تاریخ مدینہ بطور ملحق۔
۸	الدرۃ الثمینہ فی تاریخ المدینہ۔ از مورخ الحافظ الشیخ محمد بن النجار۔
۹	تحقیق النصرۃ بتلخیص معالم دار الہجرۃ۔ از امام زین الدین ابی بکر بن حسین المراغی المتوفی سنہ ۸۱۶ھ مصر سنہ ۱۹۵۵ء۔
۱۰	وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ۔ از نور الدین علی بن احمد السمہودی متوفی سنہ ۹۱۱ھ مصر سنہ ۱۹۵۵ء۔
۱۱	رحلۃ ابن جبیر۔ ابی الحسین محمد ابن احمد جبیر الثانی مصر۔
۱۲	رحلۃ ابن بطوطہ۔ تحفۃ النظار فی غرائب الامصار و عجائب الاسفار مطبوعہ مصر سنہ ۱۹۲۸ء۔
۱۳	معجم البلدان۔ الشیخ امام شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت الحموی الرومی البغدادی متوفی سنہ ۶۲۶ھ بیروت سنہ ۱۹۵۵ء
۱۴	طبقات ابن سعد۔ الطبقات الکبریٰ تصنیف العلامہ محمد بن سعد الکاتب الواقدی مطبوعہ یورپ۔
۱۵	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ از حافظ عز الدین ابی الحسن الجزری متوفی سنہ ۶۳۰ھ۔
۱۶	الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ۔ تالیف شیخ الاسلام احمد بن حجر العسقلانی المتوفی سنہ ۸۸۲ھ۔
۱۷	تاریخ الرسل والملوک للامام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی سنہ ۳۱۰ھ مطبوعہ یورپ سنہ ۱۸۸۵ء۔
۱۸	الانساب لابی سعد القاضی ابی سعید عبد الکریم سمعانی۔ متوفی سنہ ۵۶۳ھ۔
۱۹	کتاب الانساب از شیخ الامام الحافظ ابی الفضل

حوالہ	نام کتاب
	محمد بن طاہر علی المقدسی
۲۰	فتح مکۃ المشرفہ از امام العالم العمدہ ابی الحسن البکری۔ مطبوعہ مصر۔
۲۱	مظہر الاسلام (سنہ ۱۳۲۰ھ) تحقیق الکلام فی غزوات سید انام محمد صلعم : لاہور سنہ ۱۹۰۲ء۔
۲۲	انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون از برہان الدین علی الحلبی۔ المتوفی سنہ ۱۰۴۴ھ مطبوعہ مصر سنہ ۱۳..ھ
۲۳	فتوح الشام از سید محمد الواقدی مطبوعہ لکھنؤ۔
۲۴	فتوح البلدان از احمد بن جابر البغدادی معروف بلاذری
۲۵	متن صحیح الامام البخاری المتوفی سنہ ۲۵۶ھ۔ حاشیہ الامام ابی الحسن محمد سندھی متوفی سنہ ۱۲۴۸ھ
۲۶	زاد المعاد فی ہدی خیر العباد از شمس الدین ابن قیم متوفی سنہ ۷۵۱ھ۔
۲۷	سنن ابی داؤد مع شرحہا عون الودود۔
۲۸	ترمذی شریف
۲۹	عیون الاخبار از ابن قتیبہ
۳۰	کتاب الاغانی از ابو الفرج اصفہانی
۳۱	تنقیح اہل الاثر از حافظ ابن الجوزی
۳۲	مراۃ الزمان
۳۳	ابن خلکان وفیات الاعیان
۳۴	جامع التواریخ قلمی نسخہ۔ آذر مرحوم۔
۳۵	ابن عساکر متوفی سنہ ۵۷۱ھ التاریخ الکبیر روضۃ الشام سنہ ۱۳۳۱ھ جلد ۳۔
۳۶	صحیح الامام ابی الحسین مسلم بن الحجاج۔
۳۷	فتوحات اسلامیہ ذینی دحلان ۱۳۱ [illegible]
۳۸	مسند احمد بن حنبلؒ
۵۸	قصۃ بلالؓ (المطالعۃ العربیہ) [illegible]

حوالہ	نام کتاب
۳۹	استیعاب فی اسماء الاصحاب از ابو عمر یوسف بن عبد اللہ متوفی سنہ ۴۶۳ھ۔
۴۰	الزوائد
۴۱	مؤطا امام مالک۔ مطبوعہ دہلی
۴۲	تاریخ کبیر از ذہبی۔ قلمی نسخہ۔ حیدرآباد
۴۳	المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ تالیف شہاب الدین القسطلانی۔
۴۴	معجم الصغیر سلیمان الطبرانی دہلی سنہ ۱۳۱۱ھ
۴۵	تجرید اسماء الصحابہ "ذہبی" حیدرآباد دکن۔ سنہ ۱۳۱۵ھ۔
۴۶	طبقات الشعراء ابن قتیبہ مطبوعہ مصر۔
۴۷	نہایۃ الارب نویری۔
۴۸	تاریخ خمیس۔
۴۹	نزہۃ الانام فی محاسن الشام المصری الدمشقی۔
۵۰	تاریخ دمشق لابن شداد۔ متوفی سنہ ۶۸۴ھ مرتبہ سامی الدہان دمشق سنہ ۱۹۵۶ء۔
۵۱	سیرۃ النبیؐ از شبلی۔
۵۲	رحمۃ للعالمین از مولانا سلیمان منصورپوری
۵۲ و	سیر الاعلام و النبلاء۔ ذہبی۔ مصر ۱۳۵۱ھ
۵۳	ذکر الرسول از مولوی کریم بخش۔ لاہور
۵۳ و	کتاب صفۃ الصفوۃ ابن جوزی مصر
۵۴	سیرت بلال از مولوی وجاہت حسین۔ منڈی بہاء الدین۔
۵۵	حضرت بلال۔ مولانا آغا رفیق دہلی۔
۵۶	جادو رسالہ۔ دسمبر سنہ ۲۴ء۔ بنگال۔
۵۷	حلیۃ الاولیاء از ابو نعیم مصر سنہ ۱۹۳۲ء متوفی سنہ ۴۳۰ھ



قبر حضرت بلال رضؓ (دمشق)


قال الله تعالى وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين
القبة الخضراء
بالمسجد النبوي صلى الله عليه وسلم المدينة المنورة

مختصر حیاتِ طیّبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲ ربیع الاول عام الفیل[1] بروز پیر آپ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ رضی اللہ عنہا تھا آپ کے والد بزرگوار عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف تھے جو قریش مکہ میں سب سے بڑا خاندان تھا۔ آپ کے والد کا انتقال آپ کی پیدائش سے پیشتر ہی ہو چکا تھا جس سال آپ پیدا ہوئے۔ اہل عرب اسے سنۃ الفرح والابتہاج یعنے خوشحالی اور نیک فال سال کہتے ہیں کیونکہ اسی سال میں بہت خیر و برکت ہوئی۔ آپ نے سات روز تک اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا پھر حسب دستورِ عرب مسماۃ ثوبیہ کنیز ابولہب کا دودھ چند روز تک پیا۔ اتنے عرصہ میں بی بی حلیمہ عرف عام میں دائی حلیمہ نے دودھ پلانا شروع کیا جس نے عرصۂ رضاعت کو پورا کیا۔ اس کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا تھا اور جنت البقیع میں دفن ہوئی۔ چھ سال کی عمر میں آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لے کر مدینہ گئیں اور واپسی پر اُن کا انتقال بمقام ابواء ہوا۔ جہاں وہ مدفون ہیں۔ اس کے بعد آپ کے دادا عبدالمطلب کفیل ہوئے۔ جب حضورؐ آٹھ سال کے تھے تو اُن کا بھی انتقال ہو گیا۔ پھر آپ کے چچا ابو طالب والد حضرت علی نے آپ کی کفالت کو سنبھالا جب کبھی مکہ میں قحط سالی ہوتی تو وہ حضور کو خانہ کعبہ کے سایہ میں لے جا کر اُن کو وسیلہ بنا کر خدا سے دعا مانگتے تو تبارک و تعالیٰ قحط دور فرما دیتا۔

لڑکپن سے ہی آپ لہو و لعب سے گریز کرتے اور گوشہ نشینی کی طرف راغب تھے ابتدا سے ہی آپ کو سچ بولنے کی عادت تھی چنانچہ آپ "محمد امین" کے لقب سے مخالفوں میں

(۱) مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء۔

ہمیشہ تک ملقب رہے۔ پچیس برس کی عمر میں حضور نے بی بی خدیجہ سے شادی کی جو بڑی خاندانی اور مالدار خاتون تھیں۔ انہوں نے حضور کے فرمانے پر بہت سا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ آپ کئی روز کا توشہ لے کر غارِ حرا میں جاکر یادِ الٰہی میں گذارتے۔ جب حضور کی عمر چالیس سال کی ہوئی پیر کے روز اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ آپ پر نبوت نازل فرمائی۔ اور حضور کو علم لدنی عطا فرمایا ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانۂ چند ملت بشست

سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی جس وجہ سے آپ 'صدیق' کہلائے پھر عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ نوجوانوں میں حضرت علیؓ اور غلاموں میں حضرت بلالؓ نے اسلام قبول کیا اور عبادتِ الٰہی پوشیدہ کرتے۔ جب حضرت عمرؓ مشرف باسلام ہوئے تو پھر خانہ کعبہ کے قریب عبادتِ الٰہی کرنے لگے اور بُت پرستی سے منع کرتے۔

کفارِ مکہ نے حضورؐ کو معاذ اللہ اس قدر اذیتیں پہنچائیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ ۶ نبوی میں صحابہ نے کفار کی تکلیف وہی سے تنگ آکر ملک حبشہ یعنی وطن بلالؓ کی طرف حضورؐ کی اجازت سے ہجرت کی جہاں کا بادشاہ نصرانی تھا۔ ۹ نبوی میں آپ کے چچا ابوطالب کا بھی انتقال ہوا اور اسی سال آپ کی زوجۂ محترمہ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ نے بھی وصال کیا۔ پھر حضور کا عقد عائشہ بنت ابوبکر الصدیق سے ہوا۔ ۱۱ میں آپ کو معراج ہوا۔ پنجگانہ نماز فرض ہوئی۔ اسی سال حج کے دنوں میں مدینہ والوں کی درخواست پر آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا وعدہ فرمایا اور ساتھ ہی تعلیم ارکان و شرائع اسلام کا بذریعہ قرآن کریم آغاز ہوا۔ تیرھویں سال نبوت میں ستر آدمی شرفائے مدینہ سے حضور کے پاس تشریف لائے اور بیعت کی جسے بیعۃ العقبہ کہتے ہیں۔ یعنی انہوں نے اقرار کیا کہ ہم لوگ آپ کے مددگار رہیں گے اور صحابہ کو مدینہ آنے کی اجازت دی۔ چنانچہ حضور بھی برفاقت یارِ غار حضرت صدیق اکبرؓ مدینہ

منورہ تشریف لے گئے۔

سب سے اول حدود مدینہ میں مقام قبا پہنچے جہاں تین دن قیام فرمایا۔ پھر آپ بروز جمعہ وادی رانونہ میں نماز جمعہ ادا کرتے ہوئے یثرب یعنی مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت ایوب انصاری کے مکان پر قیام کیا جہاں آپ کی ناقہ قصوای نے دم لیا تھا۔ انصار یعنی اہلِ مدینہ نے آپ اور آپ کے رفقار کے ساتھ بہت عمدہ سلوک کیا اور آپ مدینہ میں مقیم ہو گئے۔

غرض کہ چالیس سال کی عمر میں آپ پر نبوت نازل ہوئی جس کا آپ نے اعلان کیا اور تیرہ سال نبوت کے آپ نے مکہ معظمہ میں قیام کیا اور دس سال اس کے بعد آپ نے مدینہ منورہ میں آکر گذارے حضرت بلال رض آپ کے مکہ اور مدینہ کے قریبی رفیقوں میں سے ہیں۔ اگر آپ نے مدینہ میں آکر نماز با جماعت بحیثیت امام ادا کی تو حضرت بلال رض آپ کے اول روز سے لے کر آخر تک مؤذن رہے اور سفر و حضر میں دوش بدوش ہی نہیں رہے بلکہ آپ ہر معاملہ خانگی و دینی میں شامل رہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و حیات پر اس قدر کتب اور مواد موجود ہیں کہ آج ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ مگر آپ کے مؤذن پر اس کی زندگی کے تمام واقعات آپ کے حالات کے ساتھ ساتھ وابستہ ہیں۔ چنانچہ کتب سیر، اخبار اور تاریخ سے جو صحیح حالات حضرت بلال رض کے میسر آئے ان کو ان مختصر صفحات میں مختلف عنوانات کے تحت مرتب کیا گیا ہے۔ حضور ص کا انتقال مدینہ منورہ میں بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ یوم دوشنبہ ہوا اور اس کے بعد ۲۰ ہجری میں حضرت بلال کا انتقال دمشق میں ہوا جہاں بغرض جہاد تشریف لے آئے تھے۔ حضور صلعم کی شان میں صاحب قصیدہ بردہ نے کہا ہے ؎

محمد سید الکونین والثقلین ۔۔۔ والفریقین من عرب ومن عجم

مطلب یہ ہے کہ "اوصاف مذکورہ بالا کا مصداق جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو دین و دنیا میں جن و بشر اور دونوں فریق عرب و عجم کے سردار ہیں"۔ اور آپ ہی خاتم النبیین ہیں۔ اللھم صل علی سیدنا محمد النبی الامی وآلہ واصحابہ وازواجہ وبارک وسلم۔

حضرت بلال رضؓ

نام ونسب

اِس میں کسی کو کلام نہیں کہ بلال رضؓ مؤذن رسول صلعم حبشی النسل تھے جیسا کہ نبی صلعم نے خود فرمایا ہے کہ

بلال سابق الحبشۃ[۱] بلال حبشہ کا پیش رو ہے

جس سے آپ کے حبشی النسل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا۔ اور یہ بھی متفق علیہ امر ہے کہ آپ کے والد ماجد کا اسمِ گرامی رباح تھا جس کے اجداد وغیرہ کے اسماء باوجود ممکن تلاش کے بھی نہیں ملے۔

علّامہ سمعانی[۲] اور مقدسی جیسوں نے اپنی کتب انساب میں جو معتبر مانی گئی ہیں لفظ حبش کے تحت بیان کیا ہے مگر سمعانی نے آپ کو کوش بن سام بنی نوح کی اولاد سے بیان کیا ہے اور یہ بدیہی بات ہے کہ حضرت نوح کی اولاد میں سے کوش نے ملک حبشہ میں سکونت اختیار کی تھی جنھوں نے اس کے گردونواح کو آباد کیا تھا۔ بادشاہ نجاشی[۳] حبشہ کی طرف سے جو اصحاب جنگ اُحد میں حاضر ہوئے اور لڑائی نہیں لڑے اُن کے متعلق حضرت عمر رضؓ بن الخطاب نے فرمایا یہ تمام بوجہ بلال رضؓ قبیلہ خشعم میں ہیں۔ جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ

---

[۱] ابن سعد ص ۱۱۱/۲/۱ و ص ۱۱۲/۷/۲ [۲] سمعانی ص ۱۵۴ ومقدسی ص ۲۰ و عہد نامہ قدیم باب تکوین ص ۱۰۔

[۳] بلاذری ص ۴۵۵ حبشہ کے مہاجرین کے لیے جو احد میں حاضر ہوئے چار ہزار درہم فی کس سالانہ مقرر کیے گئے۔

بلال خثعمی ہیں۔ یہ یاد رہنا چاہیے کہ حضرت عمرؓ تمام عرب بھر میں انساب کے علم میں فوقیت رکھتے تھے۔ اِس لیے اُن کا یہ فرمانا بےجا نہ تھا بلکہ ابنِ ندیم[1] اور ابنِ قتیبہ دونوں متفق ہیں کہ خثعم انساب یمن میں سے ہے۔ اُدھر اہلِ سیر نے حضرت بلالؓ کے والد کا نام سراۃ قریہ یمن لکھا ہے۔ یمن اور حبشہ کے قدیمی تعلقات تھے۔ تو حضرت عمرؓ کے اس قول کی تصدیق یہیں ہو جاتی ہے۔ اگر ہم آپ کو اہلِ حبشہ ہی سے مان لیں تو ہمارے لیے سمعانی کا اپنا قول مؤید ہے کہ خثعم حبشہ سے ایک قبیلہ ہے۔ ویسے امام سہیلی نے بھی اس امر کی تصریح کی ہے کہ خثعم وغیرہ کی ماں بجیلہ حبشیہ ہے۔ اور نتیجۃً کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے غالباً اِسی وجہ سے اصحاب نجاشی کو خثعم میں بسبب بلالؓ شمار کیا ہو گا۔

ازرقی[2] نے اخبارِ مکہ میں ابو الولید سے نقل کیا ہے کہ حضرت بلال بن رباح اور اُن کے بھائی کحیل بن رباح بنی سباق میں عبدالدار سے یتیم رہ گئے تھے۔ اور اُن کے والد مرتے وقت امیہ بن خلف الحمیسی کے لیے وصیت کر گیا تھا کہ میری اولاد اُن کو دے دی جائے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ آپ بنی جمح کے قبضہ میں آئے اور یہی آپ کو عذاب دیتے تھے۔ مسٹر ولیم میور نے اپنی کتاب سیرۃ النبی میں بیان کیا ہے کہ بلالؓ ایک حبشی لونڈی کے بطن سے تھے۔ اور اُس کا نام حمامہ تھا۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ آباء واجداد ہی سے غلام چلے آتے تھے۔ غرضیکہ آپ نجیب الطرفین حبشی تھے۔ محمد بن اسحاق نے روایت کی ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ بھی مشرف باسلام ہو چکی تھیں[3]۔

عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ اصحاب سیر آپ کو مع آپ کی کنیت یوں بھی لکھتے ہیں[4]

"ابو عبداللہ یا ابو عمر یا ابو عبدالکریم بلال بن رباح القرشی التیمی"۔

---

[1] ابن ندیم ص۹۵۔ ابن قتیبہ ص۳۱ و ۵۰ و روض الانف ص۲۰۔ [2] ازرقی ص۱۹۳۔ [3] ولیم میور ص۵۵۔ [4] مستدرک حاکم ص۲۸۲/۳۔

ہمارے نزدیک یہ بھی راستی پر ہیں۔ کیونکہ اول تو آپ بنی جمح میں غلام تھے جس کی وجہ سے آپ کے آبار واجداد کو اتنی اہمیت نہیں دی گئی، دوسرے دائرۂ اسلام میں داخل ہونا ہی تھا کہ پہلی تمام روایات کو بالکل نسیاً منسیاً کرنا تھا جیسا کہ حدیث میں آتا ہے "الاسلام یجب ما قبلہ۔ اسلام پہلی تمام باتوں کو نیست و نابود کر دیتا ہے"۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے آبار واجداد کے شجرہ نسب پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ آزاد کردہ غلاموں کے لیئے صحیح روایت میں یوں بھی آیا ہے:۔

مولی القوم منھم   آزاد کردہ غلام اُن میں سے ہیں۔

چنانچہ اُن کے لیے حسب دستورِ عرب ضروری ہوگیا تھا کہ اپنے آقا کے ساتھ جس نے اُن کو آزاد کیا ہے منسوب ہوں۔ مگر حضرت بلال کو حضرت ابوبکرؓ نے آزاد کیا تھا اور آپ نسب میں قرشی وتیمی تھے۔ اور اس کی تصدیق سب نے بالاتفاق کی ہے اور بہت سے اشعار بھی اسی ضمن میں ملتے ہیں جن سے حضرت ابوبکرؓ کے قرشی وتیمی ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

غرضیکہ مذکورہ بالا بیانات کو دیکھتے ہوئے ہم حضرت بلالؓ کے متعلق اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ آپ واقعی حبشی النسل تھے اور آبار واجداد سے قریش کے غلام چلے آتے تھے۔ یہ آپ پر اُس معبودِ حقیقی کی رحمت تھی کہ آپ نے کفارِ مکّہ کی اذیتوں کے باوجود بھی اسلام ہی کو پسند فرمایا اور اسلام کی برکت سے لعنتِ غلامی سے آزاد ہوئے اور فخر الانساب عرب نسب حضرت ابوبکرؓ سے منسوب ہوئے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ حضرت عمرؓ نے آپ کو اپنے آقا کا لقب دے دیا۔ پس مندرجہ بالا شواہد کے اعتبار سے آپ کا پورا نام یوں[1] ہوگا۔

ابو عبداللہ یا ابو عبد الکریم یا ابو عمرو بلال بن رباح الختعمی الحبشی القرشی التیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

---

[1] دائرۃ المعارف۔ (۵۲ الف) ج ۱ ص ۲۵۱-۲۵۹ و (۵۳ الف) ج ۱ ص ۱۴۱-۱۴۲

آپ کا حلیہ

نہایت سرو قد قوی جوان تھے لیکن جثہ نحیف تھا اور خد و خال حبشیوں کے سے تھے۔ موٹے موٹے ہونٹ سُرخ آنکھیں بال گھنگھر والے اور آواز بلند مؤثر تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اذان دیتے تو لوگوں کے دل دہل جاتے۔ ؎

ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز
صدیوں سے سُن رہا ہے جسے گوشِ چرخِ پیر (اقبال)

گویا قدرت نے آپ کو پیدا ہی اس دینی خدمت کے لیے کیا تھا اور اس میں اسی مناسبت سے درد و خوش الحانی پیدا کی تھی۔ کہ سننے والے وجد میں آجاتے تھے ؎

اذاں ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

آپ کے بھائی

آپ کے بھائیوں کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ ارزقی کی مذکورہ بالا روایت سے تو آپ کے بھائی کا نام کحیل بن رباح تھا لیکن بعد کی تمام کتب رجال میں خالد بن رباح[1] آیا ہے۔ اور بعض کو خالد کے متبنّی بھائی ہونے میں بھی تردد[2] ہے۔ لیکن کثرت اسی طرف ہے کہ آپ کے بھائی کا نام خالد تھا۔ اگر ان روایات کو تسلیم کر لیں تو آپ کے بھائی دو ہوتے ہیں کحیل و خالد۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ان میں سے ایک کی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سفارش کر کے شادی کروا دی تھی۔ حافظ ابن عبد البر اندلسی نے کہا ہے کہ آپ کے بھائی خالد سے کوئی روایت نہیں ملتی۔

ہمشیرہ

عرب میں ذکور کی طرح مؤنثات بھی زر خرید لونڈیاں ہوتی تھیں اور اُن کو بھی بعض

---

[1] استیعاب ص۱۶۱ و تجرید اسماء ابن اثیر ص۱۶۱۔ و اصابہ ابن حجر ص۴۳۶ ۔ [2] اصابہ ص۴۶۹ ۔

اسی طرح خرید کر آزاد کر دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت بلال رض کی ہمشیرہ کا نام عفرہ بنت رباح تھا اور یہ عمرو بن عبداللہ کی آزاد کردہ تھیں[1]

اسلامی بھائی اور اخوت

جب صحابہ کرام نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آں حضرت صلعم نے تقریباً تمام صحابہ میں بھائی چارہ قائم کیا، تاکہ ان سے وحشتِ غربت نکل جائے۔ اور اپنے اہل و عیال کی مفارقت کے وجہ سے ان میں موانست قائم ہو جائے اور آپس میں رشتہ الفت مضبوط ہو جائے۔ ویسے یہ بھی تھا کہ عرب لوگ قدیم زمانہ سے اپنے اپنے خاندان کے تحت میں الگ الگ گروہ کی صورت میں چلے آئے تھے۔ ان میں ان کے سردار ہوتے تھے جو بادشاہ کا بھی حکم رکھتے تھے۔ لیکن اسلام کو ایک اپنا گروہ الگ قائم کرنا تھا۔ اور انما المؤمنون اخوۃ کے مطابق رہنا تھا۔ جس کے لیے ضروری ہوا کہ اسی طرح اور قدیم قبیح رسوم کو بھی مٹایا جائے اور اسلام کو ترقی ہو چنانچہ جب مسلمان ایک دائرہ میں مجتمع ہو گئے تو اللہ نے بھی یہ آیت نازل کی :۔

اولوا الارحام بعضهم اولیٰ	اور قرابت والے بعضے ان کے نزدیک تر ہیں ساتھ
ببعض فی کتاب اللہ (الانفال ۷۵)	بعض کے بیچ کتاب کے

یا جیسے :

وانما المؤمنون اخوۃ (حجرات ۱۰) تحقیق مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں

غرضیکہ تمام مسلمان آپس میں ایک دوسرے کو بھائی سمجھنے لگے۔ چنانچہ حضرت بلال رض کے اسلامی بھائی ابو رویحہ عبداللہ بن عبدالرحمن الخثعمی اور عبیدہ بن الحارث وغیرہ تھے[2]

---

[1] استیعاب صفحہ ۵۹۵ جلد ۱۔

[2] ابن ہشام صفحہ ۳۴۵ مطبوعہ یورپ و استیعاب صفحہ ۵۸ جلد ۱ ۔

ان اسلامی بھائیوں میں اس قدر محبت ہو جاتی تھی کہ اپنے حقیقی عزیز بھی اتنے عزیز نہیں سمجھے جاتے تھے۔ جب حضرت عمرؓ شام تشریف لے گئے تو وہاں حضرت بلالؓ سے دریافت کیا کہ تم اپنا ایوان کہاں چاہتے ہو۔ تو حضرت بلالؓ نے عرض کیا آں حضرت صلعم نے میرے اور ابو رویحہ کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کیا تھا۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ آخر عمر تک اکٹھے رہیں۔ غرضیکہ حضرت عمرؓ نے منظور کیا اور دونوں کو ملا دیا[1]

آپ کی اولاد

آپ کی اولاد کے متعلق ہمیں زیادہ حالات نہیں ملے سوا اس کے کہ ابن جبیر نے اپنے سفر نامہ میں مسجدِ نبوی اور روضۂ مطہرہ کی تفصیل کے تحت لکھا ہے کہ وہاں بلالؓ مؤذنِ رسول اللہ کی اولاد کا قبر ہے[2]۔ میمون بن مہران کا بیان ہے کہ میں عمر بن عبد العزیز کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو آپ نے اپنے لڑکے سے کہا۔ دیکھو دروازہ پر کون ہے تو جواب ملا ایک آدمی نے ابھی کہا سنا ہے۔ وہ ابن بلالؓ مؤذنِ رسول اللہ صلعم گمان کیا جاتا ہے۔ کہتا ہے جو کوئی مسلمانوں کے کسی کام کے لیے والی بنایا گیا پھر اُس نے اس سے حجاب[3] کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُس سے روز قیامت حجاب کیا۔ پھر آپ نے حاجب کے مکان پر رہنے کی ہدایت کی لیکن کسی وضاحت سے نہیں ملا کہ آپ کی اولاد کتنی تھی۔ ابنِ اثیر نے اپنی تاریخ کبیر میں چھٹی صدی کے کسی سال کے اختتام میں بیان کیا ہے کہ اس سال ابوسعد بلال بن عبد الرحمٰن بن شریح بن عمر بن احمد اولاد بلال بن رباح مؤذن رسول اللہ صلعم کا انتقال سمرقند میں ہوا۔ ابن اثیر کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اولاد دور دور تک پھیلی مگر کسی نے اُن کے حالات قلمبند کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی یہی وجہ ہے کہ حالات کم ملتے ہیں۔

ط ۱ (۱۴) ص ۱۶۹/۳۱۱ - ع ۲ (۱۱) د ۳ (۵۱) ص ۵/۲ -

اسلامی مساوات

قرآن کا مطالعہ بتاتا ہے کہ سب سے بڑا گناہ شرک ہے یعنی اللہ کا کسی اور کو شریک اس کے علاوہ معبود سمجھنا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

ان الشرک لظلم عظیم (لقمان ۲۰)	بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

مگر ایک اور جگہ کہا ہے :-

ومن یشرک باللہ فقد افترٰی انما عظیما (نساء ۷)	اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے بے شک اس نے بہت بڑا بہتان باندھا۔

اسی وجہ سے اسلام نے یہ بھی ہدایت کی کہ حسب و نسب پر فخر بھی حرام اور ممنوع ہے چنانچہ روایت میں آیا ہے۔

ان اللہ اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وفخرھا بالآباء انما ھو مؤمن تقی و فاجر شقی۔ الناس کلکم بنو آدم و آدم خلق من تراب ؎	اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے غرور اور آبا و اجداد پر فخر کو ختم کر دیا ہے، انسان یا مومن پاکباز ہے، یا فاجر شقی تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔

گویا اس اعلان نے آقا و غلام، مالک و مملوک، ادنیٰ و اعلیٰ کے تمام امتیازات ختم کر دیے۔ انسانی حقوق میں سب کو برابر کر دیا اور سلمان فارسیؓ صہیب رومی اور بلال حبشی جو مختلف نسلوں سے تعلق

؎ (۲۷) باب فی التفاخر بالانساب۔

(باقی برصفحہ ۲۶)

حضرت بلالؓ کا قبولِ اسلام

کتب سیر سے واضح ہے کہ آں حضرت صلعم مہینوں غار حرا میں جا کر قیام اور یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ یہ عمل آپ کا قبل از بعثت بھی تھا۔ جب آپ پر نزولِ وحی کی ابتدا ہوئی تو آپ غارِ حرا میں تشریف فرما تھے۔ اُدھر لوگ دائرۂ اسلام میں آنے شروع ہوئے اِدھر قریش کی ایذا رسانی بھی تیزی پر ہو گئی۔ جب حضرت ابو بکرؓ مشرف باسلام ہوئے تو وہ آپ کے ہمراہ رہتے تھے۔ اول تو اسی غرض سے کہ آپ سے ہر وقت مستفیض ہوتے رہیں۔ دوسرے آپ کی حفاظت بھی رہے کیونکہ حضرت ابو بکرؓ کیا عرب میں ایک مسلّمہ حیثیت رکھتے تھے جس کی وجہ سے اوروں کو بھی خوف لاحق ہوا۔ یہاں تک کہ ابی طالب کے پاس لوگوں نے وفد کی صورت میں آ کر شکایت کی۔ کیونکہ ان کو اپنے اعزہ و اقربا کے قبولِ اسلام کا خوف روز افزوں بڑھتا جاتا تھا۔ مگر آپ کی یادِ الٰہی کا ماحول غارِ حرا ہی تھا۔ آپ کئی کئی دن گذار دیتے تھے اور کھانا وغیرہ بھی وہیں اکٹھا رکھ لیتے تھے۔ اگر ختم ہو جاتا تو اور لے جاتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے جیسا کہ ابن عساکر[۱] نے حافظ سے نقل کیا ہے۔ کہ آں حضرت صلعم مع ابو بکرؓ غارِ حرا میں تھے۔ وہیں سے بلال کا گذر ہوا۔ جب کہ آپ عبد اللہ بن جدعان کی بکریوں میں تھے۔ اور مکہ کے عجمی شخصوں میں شمار ہوتے تھے۔ جنھوں نے عرب میں پرورش پائی تھی اور عبد اللہ بن جدعان کے ایسے صدہا غلام تھے جب آں حضرت صلعم

---

[۱] (۳۵)

مبعوث ہوئے تو اُس نے سوا بلال رضؓ کے سب کو نکال دیا مبادا کہ مسلمان نہ ہو جائیں۔ اور یہ اُس کی بکریاں چراتے تھے۔ ایک روز اسی غارِ حرا پر اتفاق سے بکریاں چرا رہے تھے۔ کہ آں حضرت صلعم کو علم ہوا اور فرمایا کہ اسے چرواہے کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟ بلال نے جواب دیا کہ ان بکریوں میں سے کسی میں سوا ایک کے دودھ نہیں ہے۔ اگر ارشاد ہو تو میں دودھ لا دیتا ہوں۔ چنانچہ بلال رضؓ آپ کے فرمانے پر لے آئے اور بکری کو بند کر کے اپنے قعب میں ہی دودھ دوہا۔ جب بھر گیا حضور نے پیا یہاں تک کہ آپ سیر ہو گئے۔ ابوبکر رضؓ کو دیا وہ بھی سیر ہو گئے۔ وہ بکری کافی دودھ دینے والی تھی۔ پھر دوہا۔ بلال رضؓ کو پلایا وہ بھی سیر ہو گئے۔ حضور نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں۔ تمہاری اسلام کے متعلق کیا رائے ہے؟ بلال رضؓ نے جواب دیا میں آپ کے دین کو اچھا پاتا ہوں۔ پھر وہ بکریاں لے کر چلے گئے۔ رات بھر میں بکری کا دودھ اور زیادہ ہو گیا۔ بلال رضؓ کے مالک نے کہا کیا تو نے اسے بہت تر و تازہ جگہ چرایا ہے۔ رقیق القلب بلال نے جن کے دل پر آپؐ کو دیکھتے ہی کیا بلکہ سنتے ہی اسلام کی چوٹ لگ چکی تھی۔ اور مسلمان ہو چکے تھے، اپنے دل میں خیال کیا کہ وہیں چل کر ان دونوں کو تین روز دودھ پلانا چاہیے، تاکہ اسلام کی تعلیم حاصل کی جائے۔ جب چوتھا روز ہوا تو ابوجہل کو عبداللہ بن جدعان کے ہاں گذرنے کا اتفاق ہوا۔ اس نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ تمہاری بکریاں موٹی ہو رہی ہیں اور ان دنوں میں ان کا دودھ بھی زیادہ ہو گیا ہے۔ اور تمہیں علم نہیں۔ ابوجہل نے کہا تمہارے غلام ابن ابی کبشہ کا مکان جانتے ہیں۔ اور اُن کو منع کرنا چاہیے کہ وہاں نہ چرائیں۔ تو اس نے بلال رضؓ کو بلا کر اس چراگاہ سے منع کر دیا۔

بلال رضؓ کے قلب پر اسلام کی مُہر لگ چکی تھی۔ ایک روز کعبہ میں داخل ہوئے۔ اور کئی ایک قریش بھی آپ کے پیچھے تھے۔ جن کا آپ کو علم نہ تھا۔ اِدھر اُدھر دیکھا تو کوئی نظر نہ پڑا۔ آپ نے بتوں کے پاس آ کر اُن پر تھوکنا شروع کیا اور فرماتے تھے کہ جس نے

تمہاری عبادت کی خسارہ اور نقصان میں رہا۔ قریش نے آپ کو پکڑنے کی کوشش کی مگر آپ اُن کے ہاتھ نہ آئے۔ حتےٰ کہ آپ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں داخل ہو کر چھپ گئے۔ لوگوں نے آپ کا پیچھا کیا۔ وہاں پہنچکر اُنھوں نے عبداللہ بن جدعان کے گھر پہ دستک دی وہ نکلا تو اُسے کہا کیا تو صابی ہو گیا ہے؟۔ عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی مسلمان ہو جاتا اُسے صابی کہا جاتا تھا۔ اُس نے جواب دیا کہ اگر میں مسلمان ہو گیا ہوں تو میرے لیے ایک سو اونٹ کی قربانی لات و عزےٰ کے نام پہ واجب ہے۔ تو اُنھوں نے کہا تیرے سیاہ فلام نے ایسا ایسا کیا ہے۔ چنانچہ وہ طلب کیا گیا۔ جب وہ بلال رضؓ کو لے کر آیا تو اُنھوں نے اُسے نہ پہچانا۔ پھر اُنھوں نے کہا کہ تم نے کہا تھا کہ میں نے تمام بکریاں چرانے والوں کو نکال دیا ہے۔ عبداللہ بن جدعان نے سب کو بلا کر پوچھا کیا میں نے تمام کو چلے جانے کے لیے نہیں کہا۔ عبداللہ بن جدعان نے ابوجہل اور امیہ بن خلف کو مخاطب کر کے کہا تمہاری کیا رائے ہے۔ تم دونوں کو اختیار ہے جو چاہو اس غلام کے ساتھ کرو۔

ان ظالموں نے بطحا کی طرف لے جا کر گرمی میں پتھروں پر لٹا دیا اور چکّی کا پاٹ اُن کے کندھوں پہ رکھ کر کہتے تھے کہ محمد صلعم کے دین کو چھوڑ دے۔ اور آپ جواب دیتے تھے کہ نہیں اللہ واحد ہے۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں اس قدر اذیتیں پہنچائی گئی ہیں کہ کہ کوئی بھی نہیں پہنچایا گیا اور میں اللہ کے راستہ میں اس قدر خائف رہا کہ کوئی بھی اتنا خوف زدہ نہیں رہا۔ مجھ پر تین دن رات ایسے گذرے کہ میرے اور بلال کے پاس کچھ کھانے کو نہیں تھا کہ اسے کوئی صاحب دل کھا سکے سوا کچھ شئے کے جو بلال کے کی بغل میں پوشیدہ تھی[۱]۔

آں حضرت صلعم کے اس فرمانے کے بعد اور کیا دل جوئی مسلمانوں کی ہو سکتی ہے۔

---

[۱] ابن عساکر جلد ۳ صفحہ ۳۰۱ + صفحہ ۳۱۵۔

روایت کی گئی ہے کہ ورقہ بن نوفل آپ کے پاس سے گذرے اور دیکھا کہ بطحا کے سخت گرم پتھروں پر آپ کی پیٹھ پر پرسش وغیرہ چپکا کر سخت عذاب دیا جا رہا ہے لیکن وہ شیدائی اسلام جو فطرتاً مسلمان ہو چکا تھا اس عذاب کو اپنے لیے ایک امتحان اور رحمت الٰہی سمجھتا تھا اور زبان سے احد احد نکلتا تھا۔ ؎

گفت راہِ او حق ست و بہتر است	راہِ بے راہاں تمامی ابتر است
پس بلال از شوقِ دل گفتے احد	قادر و فرد و خداوندِ صمد

ورقہ بن نوفل اس عذاب کی تاب نہ لاسکے گھبرا کر بلال کو مخاطب کیا اور کہا اے بلال عذاب سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے انہیں کے الفاظ کو قبول کر لیجیے۔ مگر وہ کہتے تھے اللہ کے نام پر حلف اُٹھاتا ہوں اگر یہ اس وجہ سے مجھے قتل بھی کر دیں تو خدا بخشنے والا ناصر و مددگار ہے اور انتقام لینے والا ہے۔ کفار مکہ کہتے تھے۔ کہ تیرا مذہب اصل میں لات وعزٰی ہے۔ مگر وہ کہے جاتے میرا رب الصمد اور واحد ہے۔ عمار بن یاسرؓ نے متاثر ہو کر یہ اشعار پڑھے۔

۱۔ جزی اللہ خیرا عن بلال وصحبہ	عتیقا واخزی فاکہا وابا جھل
۲۔ عشیۃ ھما فی بلال بسوءۃ	ولم یحذرا ما یحذر المرء ذو العقل
۳۔ بتوحید رب الانام وقولہ	شہدت بان اللہ ربی علی مھل
۴۔ فان یقتلونی یقتلونی ولم اکن	لاشرک بالرحمٰن من خیفۃ القتل
۵۔ فیارب ابراھیم والعبد یونس	وموسٰی وعیسٰی نجنی ولا تمل
۶۔ لمن ظل یھوی الغی من آل غالب	علی غیر بر کان منہ ولا عدل

(۱) اللہ بلال اور اُس کے ساتھیوں کی طرف سے عتیق (یعنی حضرت ابو بکرؓ) کو جزائے خیر عطا کرے اور فاکہ (ابن مغیرہ) اور ابو جہل کو رسوا کرے۔

(۲) جب کہ اُنھوں نے بلال کو ایذا دینے کا منصوبہ بنایا، اور اُنھوں نے وہ حرکات کیں جن سے ایک معقول

انسان دور رہتا ہے۔

(۳) اور اس کا سبب یہ ہے، کہ بلال، خدا کو ایک کہتا ہے اور وہ پورے اطمینان سے اعلان کرتا ہے، کہ میں اللہ کو اپنا پروردگار مانتا ہوں۔

(۴) پس اگر وہ مجھے قتل کریں، تو کر دیں اور میں ایسا نہیں، کہ موت کے ڈر سے اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگوں۔

(۵) سوائے حضرت ابراہیم، یونس، موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کے پروردگار مجھے نجات عطا کر۔

(٦) اور قریش کے ان گروہوں کو ہرگز مہلت نہ دے، جو نیکی اور انصاف کے مخالف ہیں۔[1]

(ابن عساکر جلد ۳ صـ۳۰۳)

اسی اثنا میں کہ یہ کفار حبشی زادے کو عذاب دینے میں مشغول تھے اتفاقاً حضرت ابوبکرؓ کا ادھر سے گذر ہوا انہوں نے دریافت کیا کہ تم اس حبشی سیاہ غلام سے کیا ارادہ رکھتے ہو۔ اللہ کی قسم تم دونوں اس کے جذبات کو نہیں دبا سکتے۔ امیہ بن خلف نے یہ بات دیکھ کر اپنے رفقاء سے کہا کہ میں تم کو وہ کھیل دکھاؤں گا جو تم نے کبھی نہ دیکھا ہو۔ وہ دونوں ہنس پڑے۔ اور ابوبکرؓ اور امیہ بن خلف کے مابین ذیل کی گفتگو ہوئی۔

امیہ بن خلف ۔ اے ابوبکر! یہ غلام آپ کے دین پر ہے۔ آپ اسے ہم سے خرید لیجیے۔

ابوبکرؓ ۔ بہت اچھا اگر آپ تیار ہیں تو میں بھی حاضر ہوں۔ میرے غلام فسطاط (جو بہت موٹی کھال والا ہے جو آپ کو نصف دینار خراج دیا کرتا تھا۔ اور اسلام قبول نہیں کرتا تھا اسے بدل لیں۔ دونوں ہنس پڑے۔

---

[1] ابن عساکر جلد ۳ ۔ صـ۳۰۳ ۔ و (۵۷) ج ۳ صـ۱۴۷-۱۵۱

امیہ - بشرطیکہ آپ اپنا غلام مع بیوی کے عطا کریں -
ابوبکرؓ - اگر آپ تیار ہیں تو میں بھی تیار -
امیہ - آپ کو اختیار ہے کہ آپ اُس کے بچے بیوی بھی عطا کر دیں - بلکہ ایک سو دینار بھی
ساتھ دیں - دونوں پھر ہنس پڑے -
ابوبکرؓ - کیا آپ ایسے آدمی ہیں کہ جھوٹ سے حیا نہیں کرتے -
امیہ - لات و عزیٰ کی قسم یقین کیجیے اگر آپ کریں گے تو میں بھی کر دوں گا -
ابوبکرؓ - آپ کو اختیار ہے پھر ایسا کیا گیا -

اکثر روایات میں آتا ہے کہ آپ نے خرید کیا اور فوراً آزاد کر دیا - بلکہ مذکورہ بالا بھی ایک طریق سے بیع ہے - ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو امیہ بن خلف کے پنجے سے آزاد کر کے وہ گرانقدر خدمت اسلام انجام دی کہ سب نے رشک کیا - چنانچہ جب آپ اُنہیں آنحضرتؐ کی خدمت میں لے کر آئے تو فرمایا کہ میں نے بلالؓ کو خریدا ہے، تو حضورؐ نے فرمایا - کہ اس میں مجھ کو بھی شریک کر لیا جائے - تو ابوبکرؓ نے جواب دیا حضور مشرکین نے جب اسے اپنے دین سے نکالنا چاہا تو میں نے فوراً حاصل کر کے آزاد کر دیا ہے -

ابتدائے اسلام کے متعلق ابویعلیٰ عمارؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہؐ کے ہمراہ پانچ سے زیادہ نفوس کو نہیں دیکھا - ابوبکرؓ دو غلام اور دو عورتیں - صحاح میں ایسی روایتیں آتی ہیں - جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غلاموں میں سے سب سے پہلے حضرت بلالؓ مشرف باسلام ہوئے - ابن اسحاق نے ایک روایت عمارؓ بن یاسرؓ سے نقل کی ہے - کہ بلالؓ کا سب خاندان جو بوجہ اسلام عذاب میں مبتلا تھا - حضرت ابوبکرؓ کا آزاد کردہ تھا - جن کی شان میں مندرجہ ذیل کے اشعار ورقہ بن نوفل کے صاحب اغانی نے نقل کیے ہیں۔[1]

۱۔ لقد نصحت لاقوام وقلت لهم   انا النذير فلا يغرركم احد

---

[1] اغانی ص۱۲۱ ج۳ ۱۲۰ مطبوعہ مصر ۱۹۲۸ء

٢- لاتعبدنّ الٰهاً غیر خالقکم — فان دعوکم فقولوا بیننا حدد

٣- سبحان ذی العرش سبحاناً نعوذ بہ — وقبل قد سبّح الجودیّ والجمد

٤- مسخّرٌ کل ما تحت السماء لہ — لا ینبغی ان یناوی ملکہ احدٌ

٥- لاشئ مما تری تبقی بشاشتہ — یبقی الالہ و یودی المال والولد

٦- لم تغن عن ھرمزٍ یوماً خزائنہ — والخُلد قد حاولت عادٌ فما خلدوا

٧- ولا سلیمان اذا دان الشعوبُ لہ — والجن والانس تجری بینہا البُردُ

ترجمہ

(١) یقیناً میں نے اقوام کو نصیحت کی اور میں ڈرانے والا ہوں کہ تم کو کوئی مطمئن نہیں کر سکتا۔

(٢) سوائے اپنے خالق کے کسی اور خدا کی پرستش مت کرو۔ اگر تم کو بلایا بھی جائے تو تم کہو ہمارے درمیان وہ حائل ہے۔

(٣) وہ پاک ذات عرش والا ہے جس سے ہم پناہ مانگتے ہیں پیشتر اس کے کہ پہاڑ جودی اور جمد اس کی تسبیح پڑھتے تھے۔

(٤) تمام کائنات جو آسمان کے تحت میں مسخر ہے، واجب نہیں کہ کوئی اس کے ملک کی نیت کرے۔

(٥) ہر چیز جو کہیں نظر آتی ہے کچھ نہیں اس کی بشاشت باقی رہے۔ خدا ہی باقی رہتا ہے جو مال اور اولاد دیتا ہے۔

(٦) کسی روز ہرمز کے خزانوں سے مستغنی نہ ہو ہمیشگی نے قوم عاد کو فنا کر دیا کہ وہ ہمیشہ نہیں رہی۔

(٧) سلیمان باقی نہیں رہا حتی کہ قبائل تک نے آپ کے لیے جنگ کیے اور جن و انس ان کی پیغام رسانی کے لیے نامہ بر تھے۔ (اغانی ۲۱-۱۲ / ۳)

(بقیہ صفحہ ۱۸)

رکھتے تھے اور ابتدا میں غلام تھے اسلام قبول کرنے کے بعد شرفائے قریش کے ہم سر اور اسلام میں اپنے دین و تقوی کی بنا پر ان میں بہتوں سے برتر قرار پائے اور آں حضرت صلعم نے اس اصول مساوات کو عملاً برت کر دکھایا۔ آپ خود اپنی ذات کے لیے کوئی امتیاز پسند نہ فرماتے تھے اور اپنی تعظیم کے لیے اُٹھنے کی بھی ممانعت فرما دی تھی۔ ایک مرتبہ صحابہ آپ کی تعظیم کے لیے اُٹھے تو فرمایا کہ اہلِ عجم کی طرح کسی کی تعظیم کے لیے نہ اُٹھا کرو۔[۱]

آپ کی نگاہ میں سلمان فارسی اور صہیب رومی تھے جو دراصل پہلے غلام تھے اور ان کی رؤسائے قریش سے زیادہ عزت و وقعت تھی۔ ایک دفعہ یہ دونوں بزرگ ایک جگہ بیٹھے تھے۔ ابوسفیان سامنے سے گزرے۔ ان دونوں نے کہا ابھی تلوار نے اس دشمن اسلام اور خدا کی گردن پر پورا قبضہ نہیں پایا۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکر نے ان سے کہا کہ سردارِ قریش کی شان میں یہ الفاظ نا زیبا ہیں اور آں حضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تم نے ان دونوں کو ناراض تو نہیں کر دیا۔ اگر ان کو ناراض کیا ہے تو خدا کو ناراض کیا۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکر ان دونوں کے پاس گئے اور کہا آپ لوگ مجھ سے ناراض تو نہیں ہوئے۔ ان لوگوں نے کہا نہیں۔ خدا تم کو معاف کرے۔[۲]

اسی طرح اسد الغابہ میں تذکرہ سہیل بن عمرو کے تحت ملے گا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر سے ابوسفیان اور حارث بن عمرو وغیرہ سرداران قریش آپ کی ملاقات کو آئے۔ اتفاق سے اسی وقت حضرت صہیبؓ حضرت بلالؓ حضرت عمارؓ بھی ملنے آئے تھے حضرت عمرؓ نے پہلے انہی کو بلایا اور سرداران قریش باہر بیٹھے رہے۔ ابوسفیان کو سخت ناگوار ہوا انھوں نے کہا خدا کی قدرت ہے غلاموں کو تو دربار میں جانے کی اجازت ملتی ہے اور ہم لوگ باہر بیٹھے انتظار کر رہے ہیں۔ اس مجمع میں حق شناس بھی تھے چنانچہ سہیل بن عمرو نے کہا یہ سچ ہے لیکن عمر کی نہیں پہلے اپنی شکایت کرنی چاہیے اسلام نے سب کو ایک آواز سے بلایا لیکن جو بھی اپنی شامت سے پیچھے رہ گئے وہ آج بھی پیچھے رہنے کے مستحق ہیں۔[۳]

---

[۱] (۲۷) باب فی التفاخر بالانساب۔ [۲] (۳۶)۔ [۳] (۵ | ص ۳۷/۲ ۔

غلامی اور اسلام

تبلیغ اسلام کا مقصد جو عام طور پر محض تبدیل مذہب سمجھا گیا ہے نہیں ہے، بلکہ تمدنی اور معاشرتی اصول میں بھی وہی عمل مقصود بالذات ہے۔ کیونکہ جب تک کسی ملک کی تمدنی اور معاشرتی حالت راستی پر نہیں آتی، مذہب کی صحیح حالت کی طرف کبھی توجہ نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ضروری تھا کہ اسلام اپنے عقائد دینی کی اشاعت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ اُن ضوابط و مراسم کی بھی اصلاح کرتا جو ایک مہذب قوم میں جزو لاینفک تصور کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ یونان مولد مشاہیر فلاسفۂ زمان جہاں ارسطو جیسوں نے ملک کی حالت کو شخصیت اور مادہ پرستی تک محدود کر رکھا تھا۔ اور ابھی تک لوگ باوجود انقلاب زمانہ اسی نشہ میں سرشار نظر آتے تھے۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ گرد و نواح کے ممالک پر بھی اس کا گہرا اثر تھا۔ کیونکہ ان کے ہاں بنی نوع انسان میں عالی اور سفل کے مدارج تھے جس کی وجہ سے اُن کے ہاں ملکی فساد ہوا۔ اور اسی طرح ہندوستان میں شودر اور برہمن کا سوال قائم تھا۔ غرضیکہ ارسطو کا قول اسی وقت سے مشہور ہے، کہ "غلامی کی بنیاد ضرورت پر ہے۔ اور بعض قومیں محکوم ہونے کے قابل ہیں" مگر ہم دیکھتے ہیں کہ قدیم صحیفے شاہد ہیں کہ دنیا نے اس کے خلاف جہاد کیا اور مساوات کی تعلیم دی جو ملکی و شخصی اقتدار کے خلاف تھی۔ کیونکہ بنی اسرائیل کو ہدایت کی گئی تھی۔ کہ تم تمام ہم مذہب بھائی بھائی ہو۔

کل مؤمن اخوۃ — سب مؤمن بھائی بھائی ہیں۔

مگر اس کے خلاف اس وقت اتنا تھا کہ جب کوئی لڑکا اپنے والد کے خلاف کوئی عمل کرتا تو باپ اسے ناخلف قرار دے کر غلام کی حیثیت میں فروخت کر دیتا۔ اور اگر بیوی اپنے مالک کے خلاف کوئی کام کرتی تو اسے بیچ دیا جاتا۔

مگر اسلام ہی تھا جس نے اس تفریق کو دنیا سے مٹایا اور ایک مساوات کی عام تعلیم تمام عالم کو دی۔ صدہا سال کے غلاموں کو آزاد کیا جو نسلاً بعد نسل غلام چلے آتے تھے۔ اس عادتِ قبیحہ کا قلع قمع کیا اور انسان کو ایک آزاد ہستی قرار دے کر اسے اپنی قابلیتوں کا صحیح تصور کرایا جو آج تک کسی نے نہ کرایا تھا۔

معنت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

قرآن کریم نے اکثر مقامات پر مختلف الفاظ میں اس مضمون کو دہرایا ہے۔

آں حضرت صلعم نے حجۃ الوداع کے موقع پر جبکہ لکھوکھہا مخلوق تمام اطراف واکناف سے آکر موجود تھی اور مختلف قبائل کے سربرآوردہ لوگ جمع تھے۔ علاوہ اور باتوں کے غلاموں کے متعلق بھی اپنے آخری خطبہ میں صراحتاً ارشاد فرمایا: "اسلام میں غلامی مجموعی حیثیت سے حرام ہو چکی ہے"

اس موقعہ پر اعلان کرنے کی خاص وجہ یہ بھی تھی کہ زائرین بیت الحرام اپنے اپنے مقامات پر جاکر اس امر کی تبلیغ کریں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ملک میں غلامی کی رسم اس قدر عام تھی جس کا انسداد ایسے موثر ذرائع سے ضروری تھا۔ رحمتِ عالم صلعم اپنی آنکھوں سے بلال رضؓ جیسوں کو غلامی کے شکنجے میں ناقابلِ برداشت آلائم ومصائب کا شکار ہوتے دیکھ چکے تھے۔

اسلام کی اس ہمہ گیر تلقین کا اثر یہاں تک ہوا کہ عرب میں تو کیا بلکہ دنیا بھر میں اس اسلامی تعلیم کو تہذیبِ انسانی تسلیم کیا گیا اور غلامی کے فعلِ شنیعہ کو خلافِ تہذیب و تمدن قرار دیا گیا جسے آج یورپ کے مدبرین بھی تسلیم کرتے ہیں اور اسلام کے اس کارِ خیر پر بالخصوص تحسین و آفرین کہتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں جیمبرس جرنل میں ایک طویل مضمون غلامی کا نمایاں پہلو قابلِ عبرت حالت اور

مسلمانوں کا ہمدردانہ سلوک" کے عنوان سے شائع ہوا جس میں بہت سے واقعات کی طرف توجہ دلائی گئی جو اس مبحث سے خارج ہیں لیکن بعض نکات قابلِ ذکر ہیں مضمون نگار لکھتا ہے :۔

"یہ واقعہ ہے مسلمان غلام کی حالت اکثر اوقات قدیم زمانہ کے آئین کے نواب بادشا کا مقابلہ کرتی ہے۔ وہ بعض اوقات اپنے مالک کا معتبر و معتمد ملازم ہے اور اس کی ملازمت میں ایک اعلیٰ ذمہ داری کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے اور دونوں کا عہد و پیمان اُن کو ایک مشترک دلچسپی کی طرف لے آتا ہے یعنی ایک ہو جاتے ہیں۔ یہ اُن کا فرض ہے کہ جب تک اس سے آرام حاصل کرے اُس کی آسائش کلی طور پر بہم پہنچائے"۔

بلکہ اسلام نے غلاموں کے لیے یہاں تک آسائش بہم پہنچائی کہ سرے سے اُن کو غلام ہی تصور نہیں کیا اور جب وہ آزاد ہو گئے تو گھر کے دیگر افراد کی حیثیت سے شمار ہونے لگے جس کا اثر یہ ہوا کہ اسلام نے اُن کے لیے اپنے مالک کی وراثت سے حصہ مقرر کیا جیسا کہ سورۂ نساء میں مذکور ہے۔

سب سے پہلے اس میدان میں عملی اقدام کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ تھے اور اس عمل کی بنیاد حضرت بلال رضؓ کو عذاب کی زنجیروں سے نجات دلا کر رکھی جس کا اثر یہاں تک ہوا کہ خود آنحضرت صلعم نے حضرت بلال رضؓ کے لیے کہا "وہ حبشہ کا سردار ہے اور غلاموں میں سب سے پہلا مسلمان ہے"۔ حضرت عمر رضؓ آپ کو آقا کے نام سے پکارتے تھے۔ حضرت بلال رضؓ نے اسلام میں داخل ہو کر جو کارنامے کیے اُن سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حلقہ بگوشانِ اسلام کی کیا شان تھی۔

اسلام نے کل دنیا کو مساوات کا وہ نمونہ دکھایا جس کا مقابلہ آج تک کسی مذہب تمدن اور تہذیب نے نہیں کیا۔

آں حضرت صلعم کے اپنے آزاد کردہ غلام زیدؓ تھے جو ایک طرح سے کاشانۂ نبوی کے منتظم تھے۔ آپ کو وہ مقبولیت ہوئی کہ آپ کا ذکر خیر قرآن کریم میں آیا ہے (سورۂ احزاب) حالانکہ کسی صحابی کو نام سے یہ شرف حاصل نہیں ہوا نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے زیدؓ کو اہل بیت میں بھی شمار کیا ہے

ہم خیر القرون کی چند امثلہ پیش کرتے ہیں جن سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ابتداہی متبعین اسلام میں قوتِ عمل کہاں تک اپنا کام کرچکی تھی جس کی تفصیل ہیں کتب احادیث وسیر بھری پڑی ہیں ۔

ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاریؓ سوتی چادر اوڑھے تھے اور اُن کے غلام نے بھی ویسی ہی چادر اوڑھی ہوئی تھی ۔ لوگوں نے کہا اگر آپ غلام کو کوئی اور کپڑا دے دیتے تو آپ اپنا پورا لباس بنا لیتے ۔ اس پہ آپ نے جواب دیا کہ میں نے ایک دفعہ ایک غلام کو کچھ سخت سُست کہا ۔ اُس نے آں حضرت صلعم کی خدمت میں شکایت کی ۔ آپ نے فرمایا اے ابوذر! ابھی تک تم میں زمانۂ جاہلیت کا اثر باقی ہے ، یہ لوگ تمہارے بھائی ہیں "۔

حضرت عثمان رات کو خود اُٹھ کر وضو کرتے ۔ لوگوں نے کہا کہ کسی خادم کو کہدو ۔ تو آپ نے جواب دیا رات اُن کے آرام کے لیے ہے ۔

ایک بار کسی صحابی کے بیٹے نے غلام کے طمانچہ مارا تو باپ نے دونوں کو بلایا اور غلام سے کہا کہ بدلہ لو ۔

ایک بار حضرت علیؓ نے موٹے کپڑے کی قمیص خرید کی ۔ آپ کے ہمراہ آپ کا غلام بھی تھا آپ نے اُسے بھی اپنے لیے پسند کرنے کے لیے ایک دے دی ۔

آں حضرت صلعم جب ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو آپ نے اس غلامی و آقائی کے امتیاز کو صاف کرنے کے لیے صحابہ میں بلا امتیاز غلام و آزاد ایک اخوۃ قائم کی جس میں بلالؓ کا بھائی چارہ ابو رویحہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الخثعمی اور علبید بن ابی رشادہ وغیرہ کے ساتھ قائم کیا ۔ اسی طرح بہت سی مثالیں موجود ہیں ۔ صحابہ آپس میں ان بھائیوں کو اپنے اعزہ سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے ۔ کیونکہ یہ سلسلہ آں حضرت صلعم کا قائم کردہ تھا ۔ اس سے بھی یہ غرض تھی کہ اسلامی برادری کے مقابلہ میں قومی رشتہ داریاں پس پشت ڈال دی جائیں تاکہ اسلامی برادری بالکل

ارفع و اعلیٰ ہو جائے اور مجمع حیثیت سے تبلیغ ہو سکے۔

اب اگر ہم اس بحث سے تجاوز کر کے عام اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تو بہت سی اسلامی سلطنتیں ملتی ہیں جن کی بنیاد ہی غلاموں سے قائم ہوئی ہے۔ چنانچہ غزنوی خاندان کی بنا الپتگین سے ہوئی جو عبدالملک سامانی کا غلام تھا۔ اس خاندان نے عرصۂ دراز تک وسط ایشیا میں کیا بلکہ جنوبی ہند پر حکمرانی کی۔ ادھر ہند میں خواجہ محمود گاواں جو غلام تھے اپنی قابلیت کے سبب سلطنتِ بہمنی کے وزیر اعلیٰ مقرر ہو چکے تھے۔ یہ مولا جامی کے ہمعصر تھے۔ ان کی خط و کتابت دنیا بھر کے سلاطین سے نظر آتی ہے۔ انہی کی قابلیت کا نتیجہ تھا کہ بہمنی سلطنت ہند میں قائم ہو گئی۔ خاندان غلامان کا زمانہ تاریخ ہند میں اب تک ہر طالب علم کو یاد کرایا جاتا ہے کہ کس خیر و خوبی سے اس خاندان نے عنانِ حکومت کو سنبھالا ان میں سے ایک اور بلبن کی مثال ہی کافی ہے۔

مسلمانوں نے اپنے جنگی حریفوں کے ساتھ بھی ہمیشہ نہایت رواداری کا سلوک کیا ہے حریفِ مقابل کے جو لوگ جنگ میں گرفتار ہو کر آتے تھے گو قدیم رواج کے مطابق وہ غلام کہلاتے تھے لیکن جو لوگ اس سلسلے میں مسلمانوں کے ہاتھ آتے اُن کے ساتھ کوئی ذلت آمیز یا سختی کا سلوک نہیں کیا جاتا۔ ایسے واقعات کی سینکڑوں مثالیں تاریخ کے صفحات پیش کرتے ہیں۔

جب مسلمانوں کو اندلس سے نکال دیا گیا اور ان پر بے حد سختیاں کی گئیں اس وقت تمام عیسائی ممالک میں جنگ کے آثار نمودار ہو چکے تھے جس کی وجہ سے وہ اپنے بحیرۂ روم کے ہمسایہ مسلمانوں کے ساتھ مل گئے تھے۔ یہ فساد صدہا سال تک رہا۔ جو عیسائی ان حملوں میں مسلمان بنائے گئے اُنہیں قطعاً مجبور نہیں کیا گیا کہ وہ اپنے مذہب کو بُرا کہیں یا چھوڑ دیں بلکہ جو بخوشی مسلمان ہوئے اُن کو خاص حقوق عطا کیے گئے۔ ان میں ایک اندلسی مصنف بھی پکڑا گیا تھا اور الجیریا میں پانچ سال تک غلام رہا۔ گو اُس نے کئی دفعہ بھاگ جانے کی کوشش کی بلکہ اوروں کو بھی ترغیب دی۔ تاہم اُسے کوئی سخت سزا نہیں دی گئی بلکہ اس سے نہایت شریفانہ سلوک کیا گیا یہاں تک کہ اُس نے اپنا بہت سا وقت محض علمی مشاغل میں گذرا

یہ تمام حالات اس کی تحریریں ظاہر کرتی ہیں۔

وسط افریقہ میں سلطان زبیر نے فرانسیسیوں کو خوب زدوکوب کیا۔ یہ ایک زبیر پاشا نامی کا غلام تھا جس نے اپنے مالک کے نام پر اپنا نام اختیار کیا۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جانشینی میں اس سے کوئی فرق نہیں آتا۔

مصر کی حکومت سلاطین مملوک کو لیجیے جن کو اگرچہ مصر کی زمین سے کوئی تعلق نہ تھا محض سلطانِ مصر کی غلامی کی بدولت اور اپنی ذاتی قابلیت کے زور سے سنہ ۶۴۸ھ سے ۹۲۲ھ تک سلطنت کو نہایت خوبی سے سنبھالا اور آج تاریخ کی دنیا میں نمایاں درجہ رکھتے ہیں۔

ہمارا دعوی ہے کہ انسانی ہمدردی اور مساوات کا یہ جذبہ کسی دوسری قوم میں آج ترقی و تہذیب کے زمانہ میں بھی نہیں پایا جاتا۔ آپ ہندوستان کا سفر ایک سرے سے دوسرے تک کر جائیں ہزاروں قسم کے ہندو نظر آئیں گے۔ جو باوجود ہندو ہونے کے اپنے دوسرے ہندو بھائی سے کھانا پینا تو درکنار چھونے کی بھی پرہیز کرینگے اور اپنے گھر تو بجائے خود مندروں تک میں بھی داخل نہیں ہونے دینگے۔

گو ابھی تک بعض ممالک میں غلامی ہے۔ مگر وہ لوگ مجبور ہیں۔ تاہم زمانہ کی روشن خیالی اسے بہت کم کر رہی ہے۔ غرضیکہ یہ اسلامی تعلیم کی برکت ہے جس نے بنی نوع انسان کو مساوی حیثیت دے کر اس کو اس امر پر تیار کیا کہ وہ اپنے آقا سے اپنے حقوق کی نگہداشت کا طالب ہو۔ ورنہ اس کے خلاف اس ملک کی تاریخ اور مذہبی حیثیت سے منو مہاراج کی تقسیم ذات شاہد ہے۔

اسلام کے اسی ایک اصول کی ہمہ گیری یہاں تک ہے کہ مشرق کا ایک مسلمان جب مغرب کے ایک مسلمان کا محض تصور ہی دماغ میں لاتا ہے تو بھائی کہہ کر پکارتا ہے۔ اور اُس کا مال و جان اس پر قربان اور اس کی مخلصانہ دعائیں ہر وقت اُس کے ساتھ ہوتی ہیں۔[1]

---

[1] از مضمون "غلامی اور اسلام" از ڈاکٹر عبداللہ چغتائی "حقیقت اسلام" لاہور مارچ ۱۹۳۲ء۔

بلال حبشی رضؓ کا حبشہ

اگر حبشہ اور عرب کا نقشہ اٹھا کر دیکھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی حال ہی میں ان دو براعظموں میں ایک مصنوعی خلیج حائل کر دی گئی ہے۔ جس نے ان کو الگ الگ کر دیا ہے۔ ورنہ ایک ہی تھے۔ ان کے کسی زمانہ میں اچھے تعلقات ہوں گے۔ اور یہ بھی مسلّمہ امر ہے کہ قدیم زمانہ میں یہ عربوں کی ایک بہت بڑی تجارت گاہ تھی اور یہی وجہ تھی کہ آپس میں آمد و رفت تھی۔ اور بعض قبائل عرب و حبش ادھر منتقل بھی ہو گئے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ عرب دنیا بھر میں ایک واحد قوم ہے جو دوسروں کے مقابلہ میں مخلوط ہونے سے کوسوں دور رہے۔ لیکن ان کا خاصہ ہے کہ نسبتِ قبیلہ کو فخر سے بیان کرتے ہیں۔ ہمارے مذکورہ بالا بیان کی یوں بھی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ بعض نے حبشہ کے تین حصّے کیے ہیں۔ حبشۂ عربیہ۔ حبشۂ افریقیہ۔ حبشۂ ایشیا جنوبیہ۔ ان وجوہ کو پیش نظر رکھ کر چند سطور حوالہ قلم کی جاتی ہیں۔[1]

حدود وغیرہ

جنوب مشرق میں سوڈان مصری واقعہ ہے اور اس کے مقابل سمندر ہے۔ اس کا رقبہ ۳۵۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ گویا فرانس و اٹلی کے تقریباً برابر ہے۔ مگر آبادی موجودہ صورت میں تقریباً ۱۲ لاکھ ہے۔ یہاں کے والی کا نام عام طور پر امیر الطوار ہے لیکن ان کی اپنی زبان میں نغوش (نجاشی) ہے جو کتب عربی میں ملتا ہے۔

---

[1] حمایت اسلام لاہور (عید نمبر) ۲۲ مارچ ۱۹۲۸ء مضمون مؤلف بعنوان حبشہ

وجہ تسمیہ

چونکہ اس سے بھی قدیم زمانہ پر روشنی پڑتی ہے، اس لیے اس لفظ کی تشریح ضروری معلوم ہوتی ہے۔ ان باتوں کو تلاش کرنے کے لیے ہمارے پیش نظر پرانے صحیفے توراۃ و انجیل عبرانی زبان میں ہیں۔ جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے اسے حبش بن حام بن نوح نے آباد کیا ہے۔ چونکہ حام کے چار لڑکے کنعان مصر سوڈان حبشی تھے جن کے نام پر کنعان مصر سوڈان حبش مقام مشہور ہوئے جس کے بعد اسے ایتھوپیا ETHOPIA کہا گیا۔ اور بگڑ کر ABYSSINIA اور حبشہ ہو گیا۔ غرضیکہ مختلف تلفظ کے لحاظ سے مختلف کلمات ہو گئے۔ یونانیوں کے نزدیک ایتھوپیا دو کلموں سے مرکب ہے جن کے معنی احراق الوجہ ہے یعنی سیاہ چہرہ والا۔ ایام جاہلیت میں بعض شرفائے عرب کا نام بھی تھا۔ جیسے حبش بن ولف وغیرہ۔

قدیم تاریخ

ملکہ سبا جسے انجیل میں ملکۃ الیمن کہا گیا ہے عوام بلقیس کہتے ہیں جو دور دراز مسافت سے سفر کر کے حضرت سلیمان کی حکمت کو سننے آئی تھی۔ وہ یہیں کی تھی، توت عنخ کے زمانہ میں معلوم ہوتا ہے کہ مصر و حبشہ کے تعلقات بہت اچھے تھے اور مصر دار الخلافہ تھا۔ بطالسہ کے عہد میں یونانی بلاد حبشہ میں داخل ہوئے۔ اور اپنا وطن بنا لیا۔ خزاما الاسکندری نے اپنے سفر نامہ میں ذکر کیا ہے جس نے چھٹی صدی عیسوی میں سفر کیا ہے کہ میں نے اول ایک پتھر پر کندہ دیکھا۔ اس میں مرقوم ہے کہ بطلیموس یا قاجی نے بلاد حبش کے ساتھ بحری لڑائی کی۔ اس پر غلبہ پایا اور یہی کی طرف لوٹ گیا مشتری مریخ کیلیے قربانیاں کیں وہاں ایک یونانی کتبہ ہے جس میں ذکر ہے کہ انیرا تاسی بادشاہ اکاسمہ الحمیری نے قبیلہ یوغوی پر غلبہ پایا اور مریخ زہرہ کے لیے قربانی کی۔ شہر اکسم قدیم زمانہ ہی سے حبشہ کا دار الخلافہ چلا آتا ہے۔

عیسائیت کا ورود

تقریباً چوتھی صدی عیسوی میں یہاں نصرانیت کا ورود ہوا عرب سے پہلے یہاں اسکندریہ سے فرومینیوس پادری کی حیثیت سے بادشاہ فلسطین کی طرف آیا۔ یہ دو بھائی فرومینیوس اور اریس تھے۔

جن کے متعلق اوقیوس نے مختصراً بیان کیا ہے کہ فرومینیوس جب ہند سے واپس آرہا تھا۔ اس کے ہمراہ اس کے یہ دونوں عزیز تھے جس جہاز میں سوار تھے وہ غرق ہوگیا۔ اور یہی دونوں ساحل حبشہ تک پہنچ گئے اور یہی دونوں بچے تھے۔ ان کو ملک حبشہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہ ان کے رویہ سے بہت مانوس ہوگیا۔ ان کو اپنے ہاں ٹھہرنے کی ترغیب دی۔ ایک کو اپنا خزانچی مقرر کیا اور ایک کو ساقی بنالیا۔ بادشاہ نجاشی فوت ہوگیا تو ملکہ نے تخت کو سنبھالا جب تک جانشین تخت کے اہل نہ ہوگیا۔ اور ان دونوں کو بھی برقرار رکھا۔ فرومینیوس نے یونانی تاجروں کے لیے مذہبی آزادی حاصل کر لی تھی اور ادھر شہزادہ بالکل نوجوان ہوگیا اور تخت کو سنبھالنے کے قابل ہوگیا تھا۔ تو فرومینیوس نے اسکندریہ کا سفر اختیار کیا اور یہی سب سے پہلے بحیثیت اسقف فلسطین کی طرف سے حبشہ بھیجا گیا۔ گویا ۳۵۶ء ابتدا نصرانیت کا سال تھا اور پانچویں صدی عیسوی تک نصرانیت کا خاصہ زور ہوگیا۔ جب نصاریٰ پر یمن میں چھٹی صدی کے اوائل میں سخت خونریزی ہوئی تو یونیانوسی امپراطور قسطنطنیہ نے نجاشی سے امداد طلب کی۔ چنانچہ وہ جرار فوج لے کر بحر احمر کو عبور کر کے امداد کے لیے کھڑا ہوگیا۔ بلادِ عرب کی طرف بڑھا اور یمن کو آگ لگادی۔ یہ واقعہ ۵۲۵ء کو ہوا۔ قریباً پچاس سال تک حبشہ کا باج گذار رہا یعنی حبشہ اور عرب کے خاصے تعلقات رہے۔ اسی اثنا میں یمن آزاد بھی ہوگیا۔ اس کی تجارت دور دراز تک پھیلی ہوئی تھی۔ جب اسلام کا ظہور ہوا تو حبشی لوگ دور جا پڑے اور ادھر حبشہ کے بلاد روم سے تمام تعلقات بھی منقطع ہوگئے مگر مصر سے کچھ وابستہ رہے۔ پھر کیا تھا اسلام کی دعوت عام تھی۔

ظہور اسلام

آں حضرت صلعم نے بلغ ما انزل الیک کا مفہوم ادا کرتے ہوئے تمام گردونواح کے شاہانِ ملک کو دعوتِ اسلام دی محض ایک نجاشی اصحمہ ہی تھا جس نے اظہار اسلام کیا۔ اور آں حضرت صلعم نے بھی اُس کی فوتیدگی کی خبر سن کر غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔ بلکہ ابتدا اسلام میں جب اصحاب رسول اللہ کو قریش عرب نے سخت اذیتیں پہنچائیں تو اُنھوں نے تنگ آکر حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

ہجرت حبشہ

یہ اظہر من الشمس ہے کہ اہل اسلام کو قریش عرب نے کس قدر تکالیف دیں اور اُن کو امتحان میں ڈالا لیکن وہ راسخ الیقین اور آں حضرت پر جان قربان کرنے والے تھے کہ لمحہ بھر کے لیے مفارقت برداشت نہ کرتے تھے۔ مگر عوام کی سوء خلق اور بدسلوکی نے اس قدر تنگ کر دیا تھا کہ ان کو جبراً و کرہاً آپ کے مشورہ کے مطابق حبشہ کی طرف شدرحال کرنا پڑا۔ اور اس وقت بادشاہ صحمہ ملقب بہ نجاشی تھا۔ کیونکہ مکہ میں اہل اسلام کی حالت کفار کی وجہ سے ایسی نازک تھی کہ بلند آواز تلاوت قرآن تو کیا اظہار اسلام بھی نہ کر سکتے تھے۔ ابھی اسلام کو پانچواں سال تھا کہ اسلام نے سب سے پہلے سیاسی عمل کیا کیونکہ اسلام کی ہجرت میں سیاسی وجوہ بھی پنہاں ہیں۔ یعنی جہاں مسلمان ہجرت کر کے جائیں گے اشاعت اسلام خود بخود ہو گی۔ غرض آں حضرت صلعم کی اجازت سے اول اول حبشہ کی طرف گیارہ مرد اور چار عورتوں نے ہجرت کی حضرت عثمان بن عفانؓ مع اپنی زوجہ رقیہ بنت نبی صلعم۔ ابو حذیفہ مع اپنی زوجہ سہلہ۔ زبیر بن العوام جو رسول اللہ کے عزیز بھی تھے مصعب بن عمیر۔ عبدالرحمٰن بن عوف ابو سلمہ مخزومی مع اپنی زوجہ ام سلمہ۔ عثمان بن مظعون جمحی۔ عامر بن ربیعہ مع اپنی زوجہ لیلی۔ ابو سبرہ بن ابی ادہم اُن کی والدہ جو آں حضرت کی پھوپھی تھیں۔ حاطب بن عمرو۔ سہیل بن بیضا۔ عبداللہ بن مسعود طبری کا بیان ہے کہ جب یہ عازمین ہجرت سمندر کے قریب پہنچے تو اتفاق سے تجارتی جہاز حبش کو جا رہے تھے صحابہ رسول اللہ پانچ درہم فی کس ادا کر کے سوار ہو گئے۔ قریش نے اُن کا تعاقب کیا لیکن بے سود تھا بعض معترضین اسلام کہتے ہیں کہ بے کس و بے مددگاروں نے ہجرت کی تھی لیکن ہم سوال کرتے ہیں کہ کیا عثمان بن عفان۔ عبدالرحمٰن بن عوف جیسے نادار تھے۔ اگر یہ واقعہ ٹھیک ہوتا تو سب سے پہلے حضرت بلالؓ بن رباح۔ عمار بن یاسر جیسے ہجرت کرتے جو خصوصیت سے مظلومین اسلام کی فہرست میں سر فہرست ہیں جنہیں آگ کے بستر پر سونا پڑتا تھا۔ اصل میں بات یوں تھی کہ وہ لوگ درد کی لذت سے آشنا ہو چکے تھے کہ اس لطف کو چھوڑ کر کہیں نہ جا سکتے تھے۔ علامہ اقبال بلالؓ کے متعلق فرماتے ہیں ؎

وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کیلیے　　　کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لیے

نجاشی حبشی نے مہاجرین سے بہت اچھا سلوک کیا۔ باوجود نصرانی ہونے کے مسلمانوں کے نیک خصائل اور اخلاق کا اس قدر اثر ہوا کہ مسلمانوں کی طرف مائل ہو گیا گفتگو کرنی چاہی مسلمانوں کی طرف سے جعفر بن ابی طالب منتخب ہوئے نجاشی کے کہنے پر آپ نے سورۂ مریم سے تلاوت کی جس سے اُس پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ اُس کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں اور کہنے لگا بخدا یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی ماخذ سے ہیں۔ اور قریش نے نجاشی سے ان کے اخراج کی درخواست کی جس کے جواب میں اُس نے انکار کر دیا۔ کہ میں ہرگز ان کو واپس نہ کروں گا۔ نجاشی نے دریافت کیا۔ تمہارا حضرت عیسٰی کے متعلق کیا خیال ہے۔ حضرت جعفر نے جواب دیا۔ کہ ہمارے پیغمبر نے بتایا ہے کہ عیسٰی خدا کا بندہ اور رسول ہے۔ نجاشی نے کہا۔ واللہ جو تم نے کہا ٹھیک ہے۔ حضرت عیسٰی تو ایک تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں۔

نجاشی کے ملک پر کسی دشمن نے حملہ کیا اور خود اس کے مقابلہ میں نکلا مسلمان مہاجرین میں سے حضرت زبیر بن العوام گو کم سن تھے۔ مگر خود کو اُس کی مدد کے لیے پیش کیا مسلمان دعا کرتے تھے کہ اس کو فتح نصیب ہو۔ چنانچہ چند دن کے بعد معلوم ہوا کہ نجاشی کو خدا نے فتح دی۔ اس وقت تک حبش میں تراسی (۸۳) مسلمان ہو چکے تھے۔ ادھر یہ خبر مشہور کر دی گئی کہ کفار نے مکہ میں اسلام قبول کر لیا۔ تمام مہاجرین حبش کو بہت خوشی ہوئی۔ اور وہاں سے مکہ کے لیے چل پڑے۔ جب وہاں پہنچے تو خبر غلط ثابت ہوئی۔ اصل میں ان غرباء کو پیٹنے کی صلاح تھی۔ وہ وہاں سے پھر بھاگے۔ اور بعض چھپ چھپ کر مکہ میں داخل ہو گئے قریش نے ان کو بہت سخت اذیتیں دیں۔ پھر جب آں حضرت صلعم نے کفارِ مکہ کے مزید شر کی وجہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو اُن کو بھی وہاں سے بلا لیا۔ چنانچہ رسول صلعم نے حبشہ کی طرف دو دفعہ ہجرت کی۔[1]

---

[1] یہ تمام مضمون مختلف متداول تاریخوں و کتب احادیث سے ماخوذ ہے۔

دعوتِ اسلام

رسول اللہ صلعم نے ہجرتِ مدینہ کے بعد تمام گرد و نواح کے بادشاہوں و جبارین کو دعوتِ اسلام کے مکتوب لکھے اور اپنے صحابہ کے ذریعہ پیغام رسانی کی چنانچہ نجاشی حبشی کی طرف آپ نے ۶ھ ہجری میں عمرو بن امیۃ العمری کو روانہ کیا۔ جو اس طرح شروع ہوتا ہے :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الی النجاشی ملک الحبشۃ الخ

جب آپ کا مکتوب نجاشی کے پاس پہنچا اس کو آنکھوں سے لگایا تخت سے نیچے اتر آیا۔ اور زمین پر کھڑا ہو گیا۔ اسلام کو قبول کیا اور ہاتھی دانت کی صندوقچی منگائی اور اس میں مکتوب کو سنبھال کر رکھ لیا۔ اور کہا کہ جب تک یہ خط حبش میں رہے گا حبش میں خیر و برکت رہے گی۔

پھر نجاشی نے آپ کو اس خط کا جواب بھی دیا :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الی محمد رسول اللہ من النجاشی اصحمۃ السلامؑ

آٹھ ہجری کے اخیر میں نجاشی حبشی کا انتقال ہوا جب رسول صلعم کو علم ہوا نماز جنازہ غائبانہ ادا کی اور یہ وہی نجاشی تھا جو مسلمان ہو چکا تھا اور جو اس کے بعد تخت نشین ہوا اس کے اسلام لانے کا علم نہیں کہ وہ کافر تھا یا مسلمان بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے اس کو بھی خط لکھا جب کہ قیصر و کسرے کو خط لکھے گئے تھے۔

مسلمانوں سے نجاشی اصحمہ کے نہایت اچھے تعلقات رہے۔ وہ مسلمانوں کی ہمیشہ دلجوئی کرتا رہا۔ تحفہ تحائف بھیجتا رہا۔ تین عدد چھوٹی قسم کے نیزے عنزہ (آں حضرت صلعم کو حضرت زبیر بن العوام کے ہاتھ ارسال کیے جو آپ نے صدق دل سے قبول کیے ام المومنین حضرت ام حبیبہ (خواہر امیر معاویہ) جو وہاں بیوہ ہو گئی تھیں وہیں سے بالو کالت آں حضرت صلعم کے نکاح میں آئی تھیں اور نجاشی نے آں حضرتؐ کی طرف ۴۰۰ دینار اُن کے مہر کی رقم خود ادا کی۔ پھر ایک دفعہ آپ کی خدمت میں چند آدمی جنگ احد کے موقع پر حاضر ہوئے۔ حضور صلعم یہ عنزہ ہمیشہ عید کے موقع پر استعمال کرتے رہے۔

حضرت عمرؓ کا اسلام لانا

طلوعِ آفتابِ رسالت کو ابھی چھٹا سال تھا اور مسلمان چالیس یا پچاس کی تعداد میں تھے مثلاً حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ۔ زبیر بن العوام۔ حمزہ سید الشہداءؓ۔ بلال۔ صہیب رومی۔ عمار بن یاسر وغیرہ جیسے جو ہمہ تن اسلام کی خاطر سربکف تھے۔ اس میں سبقت کر چکے تھے۔ بعض بعض رؤسائے قریش کے شر کی وجہ سے گھبراتے تھے جو خاص کر تبلیغِ اسلام میں حائل ہوتے۔ اور آپ چاہتے کہ یہ دائرہ اسلام میں کسی طرح شامل ہو جائیں۔ اصل وجہ یہ بھی تھی آپ کے یہ عزیز و اقربا تھے۔ اور آپ چاہتے تھے کہ یہ ضلالت میں ہی نہ کہیں چل بسیں اس لیے آپ ان کے لیے ہمدردانہ دعا بھی کرتے تھے۔ جیسا کہ خبابؓ نے جو حضرت عمرؓ کی ہمشیرہ فاطمہ کے چھپ کر قرآن پڑھاتے تھے۔ بیان کیا ہے۔

یا عمر واللہ انی لارجوا ان یکون اللہ قد خصک بدعوۃ نبیہ فانی سمعتہ امس وھو یقول اللھم اید الاسلام بابی الحکم بن ھشام او بعمر بن الخطاب فاللہ اللہ الخ

اے عمر! بخدا میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے تجھے رسول اللہ کی دعا کے مطابق چن لیا ہے کیونکہ میں نے سنا تھا حضورؐ فرماتے تھے، اے اللہ! ابوالحکم (ابوجہل) یا عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کی مدد فرما۔

آں حضرت صلعم کی شہرت نے تو گھر گھر چرچا کر رکھا تھا اور ہر متنفس قبول اسلام کے لیے

---

۱ نوٹ اگلے صفحہ پر

۲ (۱) صـ۱۶۱ و صـ۲۲۶

مترددتھا مگر لات وعزیٰ کا مذہب جو برسوں سے دلوں میں جاگزیں تھا خیرباد کہنے سے غیرت آتی تھی۔ یہ حالت دیکھتے ہوئے معاذاللہ حضرت عمرؓ آپ کے قتل کے ارادہ سے شمشیر بکف ہوکر نکلے تاکہ اس منبع فیض کا ہی کام تمام کردیا جائے۔ اس وقت اُن کی عمر ۲۷ سال کی تھی مگر آپ کی ہمشیرہ فاطمہ بنت الخطاب اور آپ کے بہنوئی سعید بن زید مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ اس قادر مطلق کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اتفاقیہ رستہ میں عبداللہ بن نعیمؓ جو مسلمان ہو چکے تھے اور اُنھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی پوچھا عمر! کیوں خیر ہے تیور بدلے ہوئے ہیں۔ جواب دیا کہ محمد (صلعم) کا کام تمام کرنے جاتا ہوں، تب اُنھوں نے کہا پہلے اپنے اعزہ کا کام تمام کیجیے جو مسلمان ہو چکے ہیں۔ فوراً گھر کو ہولیے۔ جب قریب ہوئے اُس وقت خبابؓ اُن کی بہن کو قرآن اجزا سے پڑھا رہے تھے۔ کان میں آواز پڑ چکی تھی۔ داخل ہوتے ہی پوچھا یہ کیا آواز تھی۔ اُنھوں نے انکار کیا مگر جوش کہاں رکتا تھا۔ بہنوئی سے دست وگریباں ہو گئے۔

فاطمہؓ۔ جو چاہے ہمارے ساتھ کرلیں ہم تو محمد پر ایمان لا چکے ہیں۔

عمر۔ نادم ہوکر۔ مجھے صحیفہ دیجیے جو میں نے ابھی آپ کو پڑھتے سُنا ہے تاکہ دیکھوں محمد اپنے ہمراہ کیا لایا ہے۔

فاطمہ۔ ہمیں آپ سے خوف آتا ہے۔

عمر۔ لات وعزیٰ کی قسم مت خوف کیجیے۔ مجھے محمد کے متعلق تلاش ہے۔

فاطمہ۔ شرک کی وجہ سے تم نجس ہو اور اسے مشرک آدمی نہیں چھو سکتا۔

عمر کھڑے ہوئے اور غسل کر لیا۔ فاطمہ نے صحیفہ کے اجزا دے دیے تو سورۂ طٰہٰ کی فوراً یہ آیت نکلی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — شروع اللہ کے نام جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

ابوجہل بن ہشام: سا ابوجہل عمر بن ہشام کنیت ابوالحکیم گویا یہاں مراد ابوجہل بن ہشام سے ہے۔ ابن ہشام ص ۱۶۱۔ ۲۔ ابن ہشام ص ۲۲۶

سبح للہ ما فی السمٰوٰت والارض　　زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے، اور وہ

وھو العزیز الحکیم۔ (حدید-۱)　　غالب ہے، حکمت والا ہے۔"

حضرت عمرؓ مکہ کے پڑھے لکھے آدمیوں سے تھے[1]۔ فوراً اسے پڑھا۔ ایک ایک لفظ دل میں جاگزیں ہوتا جاتا تھا۔ اور یہاں تک پڑھ ڈالا۔

اٰمنوا باللہ ورسولہ۔　　اللہ اور اس کے رسول پہ ایمان لاؤ۔

کہا کیا پاکیزہ اور عمدہ کلام ہے[2]۔

خبابؓ جو آپ کے خوف کی وجہ سے چھپ گئے تھے سن کر نکل آئے۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو کہا مجھے فوراً محمد صلعم کے پاس لے چلو۔ حتیٰ کہ آپ اسلام کی خاطر آں حضرت صلعم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اُس وقت آپ صفا کے نیچے ایک گھر میں تشریف فرما تھے۔ اور کچھ اصحاب کی جماعت بھی ہمراہ تھی۔ عمرؓ نے شمشیر بکف وہاں دروازہ پہ پہنچ کر دستک دی[3]۔ حضرت بلالؓ اُس وقت بحیثیت دربان کے دروازہ پہ موجود تھے[4]۔

---

[1] (۲۴) ص ۴۷۷ + ص ۲ (۱) ص ۲۲۶ + ص ۳ (۱) ص ۲۲۷

[4] اس واقعہ کی یوں بھی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت بلال واقعی آپ کے مستقل دربان تھے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الزکوٰۃ میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ آں حضرت صلعم نے ایک دفعہ عورتوں کو صدقہ کی ترغیب دی۔ اگر چاہو تو اپنے زیورات سے دو۔ زینبؓ عورت عبداللہ بن مسعود بیان کرتی ہیں کہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئی اور کہا کہ تم بہت تنگدست آدمی ہو اور رسول صلعم نے ہم کو صدقہ کا حکم دیا ہے۔ تو آپ اُن کے پاس تشریف لے جائیں اور سوال کریں اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے سوا کسی غیر کو دوں بیان کرتی ہیں کہ مجھے عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ آپ ہی جائیں۔ چنانچہ وہ گئیں جب ایک اور عورت انصار میں سے آپ کے دروازہ پر آ کے کھڑی تھی۔ اس کا سوال بھی وہی تھا جو میرا تھا۔ آپ پردہ میں تھے۔ فوراً ہمارے پاس حضرت بلالؓ تشریف لے آئے ہم نے اُن کو کہا کہ رسول پاک کو خبر کر دیں کہ دو عورتیں دروازہ پر کھڑی اپنے شوہر پر صدقہ کرنے کے لیے اجازت طلب کرتی ہیں اور یتیموں کے لیے جو اُن کی نگرانی میں ہیں لیکن آپ کو یہ علم نہ ہو کہ ہم کون ہیں حضرت بلالؓ نے اطلاع دی تو آپ نے دریافت کیا یہ کون ہیں عرض کیا ایک عورت انصار میں سے ہے اور ایک زینب فرمایا کونسی زینب عرض کیا کہ عبداللہ بن مسعود کی بیوی تب آپ نے کہا اُن کے لیے دو اجر ہیں ایک قرابت کا اور ایک صدقہ کا۔

بلال ۔ کون ہے ؟

عمر ۔ میں عمر بن الخطاب ہوں ۔

بلال ۔ انتظار کیجیے میں آپ کے لیے آں حضرت صلعم سے اجازت طلب کر لوں ۔

بلال (بلال نے اندر جاکر عرض کی) حضور عمر بن الخطاب دروازہ پر کھڑے ہیں اور اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں ۔

صلعم ۔ نیک ارادہ سے دین میں داخل ہونا چاہتے ہیں ۔

بلال ۔ میں نے آپ کو دروازہ کھول دیا اور رسول اللہ نے آپ کو بازو سے از راہِ شفقت لے لیا اور اپنے ہمراہ بٹھا لیا ۔ رسول اللہ نے کہا ۔

اللّٰھم ھذا عمر بن الخطاب	اے اللہ یہ عمر بن خطاب ہے ۔ اے اللہ عمر بن خطاب
اللّٰھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب	— کے ذریعے اسلام کو عزت عطا کر ۔ اے عمر تم کس مقصد کے لیے آئے ہو؟
ما الذی ترید وما الذی جئت لہ ؟ عمر ۔ اعرض الذی تدعوا الیہ ۔ فقال	آپ وہ پیش کیجیے جس کی آپ دعوت دیتے ہیں ۔ پس آپ نے
اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد	فرمایا ، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں
ان محمد رسول اللہ[1]	اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کا رسول ہے ۔

حضرت عمرؓ بن الخطاب کے مسلمان ہونے کی خوشی میں تمام اصحاب رسول اللہ نے آپ کے ساتھ اللہ اکبر کے نعرے بلند کیے جس سے تمام در و دیوار گونج اُٹھے[2] ۔ پھر کیا تھا تبلیغ الاسلام علانیہ ہونے لگی اور مسلمانوں نے خانہ کعبہ کے قرب میں مقام حزورہ میں نماز ادا کرنی شروع کر دی ۔

جب حضرت عمر مشرف باسلام ہوئے تو آپ نے اشعار پڑھے[3]

ع۱ (۲۲) ص ۳۶۰/۱ + ع۲ (۱) ص ۲۲۷ + ع۳ (۳) ص ۲۱۸/۲

آپ کی ہجرت

ابھی آفتابِ نبوت کا تیرھواں سال تھا اور قریش عرب کے مظالم و ایذا رسانیاں بدستور قائم تھیں اور بہت سے اصحاب نے مظالم سے تنگ آکر آں حضرت کی اجازت سے ملک حبش و مدینہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے۔ جب یہ تکالیف دن بدن زیادہ ہوتی گئیں تو آپ نے بھی خود ارادہ ہجرت کیا۔ ہجرت ویسے بھی سیاسی اور اساسی طور پر تبلیغ اسلام کی رو سے حبشہ کے تجربہ سے بہت مفید ثابت ہو چکی تھی۔ یہ ایک معجزہ ہے کہ شب ہجرت کو آں حضرت صلعم کے ہمراہ صرف ایک یارِ غار تھا اور اس کے ایک ہی سال بعد دس ہزار جاں نثار حلقہ بگوشانِ اسلام ہمرکاب تھے۔ اس لیے آپ قطعی طور پر حکم خداوندی کے بھی منتظر تھے۔

امام بخاری[1] نے ابو موسیٰ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں مکہ سے نہایت پُرفضا جگہ کی طرف ہجرت کر رہا ہوں۔ تو آپ یمامہ کا تصور کیے ہوئے تھے۔ جب ہجرت کی تو وہ مدینہ تھا۔ اس کے بعد آپ نے تمام صحابہ کو ہجرتِ مدینہ کا عام اعلان کر دیا کہ جن لوگوں کو کفار کے ستم سے نجات نہیں مل سکتی، وہ مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ مدینہ میں پہلے ایک گروہ مسلمان ہو چکا تھا۔

ابن ابو اسحاق نے روایت کی ہے میں نے براء بن عازب رض کو کہتے سُنا کہ سب سے

---

[1] (۲۵) باب الہجرۃ نبی صلعم۔

پہلے ہمارے پاس مصعب بن عمیرؓ و ابن مکتومؓ تشریف لائے۔ ان کے بعد بلالؓ و عمار بن یاسرؓ پھر حضرت عمر بن الخطابؓ اور ان کے بعد آں حضرت صلعم خود مع ابو بکرؓ رونق افروز ہوئے اہل مدینہ اس قدر خوش ہوئے کہ خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے تھے۔ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب آں حضرت صلعم مدینہ میں جلوہ افروز ہوئے تو بچے، جوان اور عورتیں یہ شعر پڑھتے تھے

طلع البدر علینا	چودھویں رات کا چاند کوہ وداع کی
من ثنیات الوداع	گھاٹیوں سے ہم پر نکل آیا۔
وجب الشکر علینا	ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جو کہ
ما دعی للہ داع	دعا مانگنے والے دعا مانگیں۔
ایہا المبعوث فینا	ہم میں نبی مبعوث ہوئے ہیں اور آپ
جئت بالامر المطاع	ماننے والے حکم سے تشریف لائے۔

سب سے پہلے حضور نے مقام قبا میں تین روز قیام کیا اور وہاں آپ نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی جو آج بھی اسی نام سے موجود ہے اور وہاں سے حضور جمعہ کی صبح کو یثرب یعنی مدینہ کے ارادہ سے نکلے تو وادی رانونہ میں پہنچکر وہاں بنی سلم کے ہاں جمعہ کی نماز ادا کی جو اسلام میں پہلی جمعہ کی نماز تھی۔ اس کے بعد حضور آگے مدینہ کی طرف بڑھے اور انصار کا ہر فرد چاہتا تھا کہ آپ میرے ہاں مہمان ہوں۔ مگر آپ نے اپنی اونٹنی قصویٰ پر چھوڑ دیا جہاں ٹھہرے گی وہی آپ کا مقام ہوگا۔ چنانچہ وہ حضرت ایوب انصاری کے مکان پر ٹھہری اور وہیں حضور نے اُس وقت تک ٹھہرے جب تک آپ کے مکانات نہ بن گئے۔ یہ عرصہ عام طور پر چھ ماہ بیان کیا جاتا ہے۔ اور یہ مکان دو منزلہ تھا۔ آپ اوپر کی منزل میں رہے۔ یہ مکان آج بھی موجود ہے

سلہ بخاری میں ہجرت کے باب میں تو مذکورہ بالا اشعار آئے ہیں جن کو درج کر دیا گیا ہے لیکن یہی اشعار اور کتب میں اور طریقہ سے وارد ہوئے ہیں:- (دیکھو صفحہ ۴۵) سلہ (۲۲) ہے +

عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں جب آں حضرت صلعم مدینہ میں تشریف لائے تو ابوبکر رض
وبلال رض بخار میں مبتلا ہو گئے۔ میں اُن کے پاس آں حضرت کی اجازت سے حاضر ہوئی۔ وہ ایک
گھر میں مقیم تھے فرماتی ہیں میں نے اپنے والد اور بلال سے مخاطب ہو کر کہا اے والد ماجد و بلال کیسے
یہ حال ہو گیا ہے۔ حضرت ابوبکر رض بخار میں سخت مبتلا تھے اور فرمانے لگے ؎

کل امری مصبح فی اهله[۱]	ہر شخص اپنے گھر میں صبح منا رہا ہوتا ہے اور موت اس
الموت ادنی من شراك نعله	کی جوتی کے تسمے سے بھی قریب ہوتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴)

الا لیت شعری هل ابیتن لیلة	شامہ وطفیل: مکہ کے نزدیک دو پہاڑ
بفخ وعندی اذخر وجلیل	ہیں۔ معجم صفحہ ۲۴۴/۳
وهل اردن یوماً میاه مجنة	عامہ: مکہ معظمہ میں ایک پہاڑ ہے معجم
وهل یبدون لی عامة وطفیل	ص ۵۹۳/۳۔
وهل اردن یوماً میاه مجنة	فخ: مکہ میں ایک وادی ہے جس کے متعلق حضرت
وهل تبدوا لی شامة وطفیل	علی کا قول ہے وادی الذاہر۔ معجم ص ۸۵۴/۳۔

مجنہ: جبل الدیل خاصہ طفیل کی جانب تہامہ
میں جس کا حضرت بلال رض نے ارادہ کیا تھا معجم ص ۴۲۱/۴۔

اس پر بعض شعرا نے بعد میں تضمین بھی کی ہے۔

الا لیت شعری هل ابیتن بحرة لیلی حیث ابتنی اهلی. یا | الا لیت شعری هل ابیتن لیلة
بوادی الجزای حیث ابتنی اهلی | ابن قتیبہ شعر الشعراء ص ۴۵۵ - اغانی ص ۸۸/۲ و
الا لیت شعری هل ابیتن لیلة | سہیلی ص ۵۳/۲ +

بصحرا ما بین التوختر والرمل + الا لیت شعری هل تغیر بعدنا بقیع المصلی اوکعهد العرائن + یہ شعر
ابو قطیفہ بن الولید بن عقبہ کا ہے (دفا الوفا ص ۳۶/۱) (حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] ابن ہشام صفحہ ۴۱۴ اور یہ شعر اباتی بن[illegible]

بلالؓ کے بخار میں کچھ تخفیف ہوتی تو مکان کے صحن میں لیٹ جاتے اور چیخ کر مکہ کے شوق میں یہ شعر پڑھتے ؎

الا لیت شعری هل ابیتن لیلۃ	اے کاش! کیا میں کبھی اس وادی میں رات گزاروں گا کہ جہاں
بواد حولی اذخر و جلیل	میرے ارد گرد اذخر اور جلیل (مکے کی گھاس کی بعض قسمیں) ہوں
و هل اردن یومًا میاہ مجنۃ	ہوں۔ اور کیا میں کسی دن مجنۃ کے چشموں پر جاؤں گا۔ اور کیا
وهل یبدون لی شامۃ و طفیل	شامہ اور طفیل (مقامات) مجھے دکھائی دیں گے۔

اور کہتے اے اللہ شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت ہو جنہوں نے ہمیں اپنے ملک سے وبا کے ملک میں نکال دیا ہے۔ گویا آپ کو مکہ معظمہ بار بار یاد آتا تھا کیونکہ یہاں آتے ہی تکالیف کا سامنا ہوا اور مکہ کے عمدہ عمدہ مقامات و منظروں کو یاد کرتے۔ پھر یہ بھی بات تھی کہ وہاں آپ نے اپنی زندگی کا خاصہ حصہ گذار دیا تھا۔

عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے فوراً رسول اللہ کو اُن کے بخار کے متعلق ذکر کیا اور آپ نے عیادت کی اور فوراً دعا مانگی۔

اللھم حبب الینا یثرب کما حَبَبْتَ الینا۔	اے اللہ! یثرب کو ہمارے لیے اتنا محبوب کر دے، جیسا کہ تو نے مکہ کو ہمارے لیے محبوب کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵) حنظلہ بن یسار کا ہے۔ عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ ابو بکرؓ نے نہ اسلام میں نہ جاہلیت میں کبھی شعر کہا۔ مگر بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ نے شعر کہے ہیں جیسا کہ یہاں ہم نے بلالؓ کے تذکرہ میں استیعاب ص۹۵ سے آپ کا ایک شعر نقل کیا ہے ؎

هنیئًا زادک الرحمٰن خیرًا　　فقد ادرکت ثارک یا بلال

انس بن مالک کہتے ہیں جب ابو بکرؓ آں حضرت صلعم کو دیکھتے یہ شعر پڑھتے ؎

امین مصطفٰی بالخیر یدعوا　　کضوء البدر زائلہ الظلام

سیرۃ حلبی　　ص۶۱

مکۃ او اشد وصححھا و بارک	یا اس سے بھی زیادہ۔ اور اس کی بیماری کو تندرستی سے
لنا فی صاعھا ومدھا و انقل	بدل ڈال، اور ہمارے لیے یہاں کے پیمانوں میں برکت ڈال
حماھا فاجعلھا بالجحفۃ	دے۔ اور اس کا بخار جحفہ کی طرف منتقل کر دے۔

اس روایت میں ہے کہ عامر بن فہیرہ رضؓ بھی ان کے ساتھ بخار میں مبتلا تھے۔ غرضیکہ خاصا ایک ہسپتال بنا ہوا تھا۔ اور وہ یہ شعر پڑھتے تھے[1]

لقد وجد الموت قبل ذاقعہ	البتہ اس کو موت اس سے قبل آ گئی۔
ان الجبان حتفۃ من فوقہ	بے شک بزدل پر موت اچانک آ پڑتی ہے۔ ہر ایک
کل امرئ مجاھد بطوقہ	مرد ——— جہاد کرتا ہے
کالثور یحمی جلدہ بروقہ	

پھر آپ صلعم نے یہ دعا مانگی۔

اللھم طیب لنا المدینۃ	اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ کو پسندیدہ بنا دے،
کما طیبت لنا مکۃ و بارک لنا	جیسے تو نے ہمارے لیے مکہ کو پسندیدہ بنایا۔ اور اس
مدھا و صاعھا۔	کے پیمانوں میں برکت ڈال دے۔

ناظرین کو ذرا غور سے کام لینا چاہیے کہ یہ کیسا عجیب منظر ہو گا جب یہ جلیل القدر ہستیاں بخار میں مبتلا ایک دوسرے کو اشعار سُنا سُنا کر اپنے دلی جذبات بیان کر رہی ہوں گی۔ اور قلوب کو تسکین دے رہے ہوں گے اور اُدھر رحمۃ للعالمین کا ان کی حالت پریشان کو دیکھ کر حضور کا ان لوگوں کے مدینہ سے محبت ہو جانے کے لیے دعا مانگنا اور پھر اللہ تعالیٰ کا بھی مدینہ منورہ کو ان تمام الائش وخبائث سے پاک کر دینا جیسا کہ آپ نے خود فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے ایک عورت سیاہ فام پریشان سر والی مدینہ سے نکل گئی ہے گویا یہاں (مدینہ) سے وبا کوچ کر گئی ہے[2]۔ اور آپ نے اسکے بعد مدینہ کا نام اپنی دعا کے مطابق طیبہ رکھا۔

---

[1] (۲۲) ص۱۸ + [2] (۲۲) ص$\frac{۹۲}{۲}$ +

ذمیوں کے حقوق

(باقی از صفحہ ۱۸۸)

آغاز اسلام میں یہ مسئلہ بڑے معرکہ کے ساتھ طے ہوگیا کہ غیر مذہب والے جو اسلام کی رعایا بن گئے ہیں اُن کی مقبوضہ زمین ان کے قبضہ سے نکالی نہیں جاسکتی حضرت عمرؓ کے عہد میں جب عراق فتح ہوا تو عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت بلالؓ نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ جس قدر مفتوحہ زمین ہے اہل فوج کو تقسیم کر دی جائے حضرت عمرؓ نے انکار کر دیا اور دیر تک بحث رہی آخر یہ ٹھہرا کہ تمام مہاجرین اور انصار سے مشورہ کیا جائے چنانچہ ایک بڑا مجمع ہوا اور انصار میں سے اسّی شخص جو اپنے اپنے قبیلہ کے وکیل اور قائم مقام تھے مجمع میں حاضر ہوئے تمام بڑے بڑے مہاجرین صحابہ یعنی حضرت علی، حضرت عثمان، طلحہ، عبداللہ بن عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ حضرت عمرؓ نے کھڑے ہوکر نہایت عمدہ طریق سے توضیح کے ساتھ اس مسئلہ کو بیان کیا۔ بلال اور عبدالرحمن بن عوف اب بھی مختلف رہے۔ لیکن عام رائے یہ ہوئی کہ ذمی اپنی زمین سے بے دخل نہیں کیے جاسکتے۔ حضرت بلال اس پر بھی قائل نہیں ہوئے تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے جب قرآن مجید کی ایک آیت استدلال میں پیش کی تو اُن کو مجبور ہونا پڑا اور بلا اختلاف تمام صحابہ کے اتفاق سے یہ مسئلہ طے ہوگیا۔[1]

[1] پوری تفصیل کتاب الخراج صہ ۱۴ و صہ ۱۵ میں ہے۔ رسائل شبلی صہ ۵۱ و ۵۲

اذان

اسلام میں اذان اور اقامت کی ابتدا اور اس کا رواج اسلامی شعار میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ ذیل کی تمام بحث مجملہ بہت سی ضرورت کتب کے مطالعہ کے علاوہ سیرۃ الحلبی پر زیادہ مبنی ہے۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ مصنف نے تمام ضروری مسائل پر قرآن وحدیث کی روشنی میں نہایت عمدگی سے محققانہ بحث کی ہے

اذان یعنی اقامت اور اُس کی مشروعیت کہ اسلام میں کب سے شروع ہوئیں۔ اور یہ دونوں چیزیں اس اُمت کی خصوصیات میں سے ہیں۔ جیسا کہ رکوع اور جماعت اور نماز کو تکبیر کے ساتھ شروع کرنا۔ کیونکہ پہلی امتوں میں نہ رکوع تھا اور نہ جماعت سے نماز ہوتی تھی اور ان امتوں کے انبیاءؑ اپنی نمازوں کو توحید تسبیح اور تہلیل سے شروع کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی حالت میں صرف اللہ اکبر کہا کرتے تھے اور اس کے سوا اور کوئی بات اُن سے منقول نہیں ہے۔ (جیسا کہ نیت سے) اس صورت میں رکوع پر کوئی اشکال باقی نہیں رہتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی آیت صاف بتلا رہی ہے۔

واسجدی وارکعی مع الراکعین — سجدہ کر اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

کیونکہ یہاں پر رکوع سے مراد خضوع یا نماز ہے نہ کہ رکوع معہودہ جس کو ہم خیال کر رہے ہیں۔ جیسا کہ علامہ بغوی نے کہا ہے کہ سجدے کو رکوع پر اس لیے مقدم کیا کہ ان (اُمم سابقہ) کی شریعت میں ایسا ہی تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رکوع قبل السجود اُن تمام اُمتوں میں پایا

جاتا تھا۔ (یہاں پر واؤ ترتیب کے لیے نہیں ہے جمع کے لیے آیا ہے) اور اس کلام کے ماحصل پر غور کرنا چاہیے۔

اذان اور اقامت کا وجود سنہ اولیٰ ہجری میں کہا گیا ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ لوگ نماز کے لیے جمع ہوتے تھے۔ تاکہ نماز کے لیے وقت کی تعیین کریں۔ اس طرح پر کہ بغیر بلائے لوگ وقت پر جمع ہوجایا کریں۔ ابن منذر نے کہا کہ جب نماز مکہ میں فرض ہوئی تھی رسول صلعم بلا اذان کے نماز پڑھا کرتے تھے اور اس وقت سے یہاں تک کہ آپ ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے اور وہاں اس کے لیے مشورہ ہوا۔

ان احادیث کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ہجرت سے پیشتر مکہ میں اذان شروع ہوئی (یعنی نازل ہوئی) چنانچہ طبرانی میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں ایک شب رسول اللہ صلعم کے ہمراہ سفر کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی کے ذریعہ اذان نازل کی۔ پھر آپ سواری سے اُترے اور حضرت بلالؓ کو اذان سکھائی حافظ ابن رجب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ ہاں وہ جسے ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کیا ہے مرفوع روایت ہے۔ جب آپ معراج میں تشریف لے گئے تو حضرت جبریل نے اذان دی تمام فرشتوں کو یہ گمان ہوا کہ وہ (حضرت جبریل) ہم لوگوں کو نماز پڑھائیں گے۔ پھر حضرت جبریل نے رسول صلعم کو آگے امام مقرر کیا۔ تو آپ نے نماز پڑھائی۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے۔ بلکہ موضوع ہے۔ اور یہ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اذان سے مراد اقامت ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

ہمارے نزدیک غریب بات اذان کی ابتدائیت میں واقع ہوئی ہے جس کو ابونعیم نے مجہول سندوں کے ساتھ کتاب حلیہ میں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت جبرئیل نے اذان دی جب کہ حضرت آدمؑ زمین پر جنت سے اُتارے گئے تھے۔ حافظ جلال الدین سیوطیؒ سے اس کے

متعلق دریافت کیا گیا کہ حضرت بلال یا اُن کے سوا کسی اَور نے ہجرت سے پیشتر مکہ میں اذان کہی ہے، تو آپ نے فرمایا کہ اس کے متعلق جس قدر بھی اسانید ہیں سب کی سب ضعیف ہیں جن پر کوئی وثوق نہیں کیا جا سکتا۔ اور مشہور یہی ہے جیسے اکثر علمار نے صحیح کہا ہے اور اس پر بہت سی احادیثِ صحیحہ بھی دلالت کرتی ہیں کہ اذان اسلام میں ہجرت کے بعد شروع ہوئی اور اس سے پیشتر نہ حضرت بلال رضؓ اور نہ کسی اَور نے اذان کہی۔ کتاب الدر میں اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا گیا ہے۔

و من احسن قولا ممن دعا الی اللہ و عمل صالحا (حم سجدہ ۳۲)

اور اس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے۔

یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں مؤذنین کی شان بیان کی گئی ہے۔ اس کے حکم سے تاخر کیا گیا یعنی بعد رائج ہوئی۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بے شک اذان مدینہ منورہ میں شروع ہوئی۔ اس کا خلاصہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ احادیث واردہ سے یہ بات صحیح نہیں ہے کہ اذان مکہ میں قبل ہجرت شروع ہوئی ہے۔ اور ابن منذر سے روایت اوپر گذر چکی ہے کہ رسول صلعم نماز فریضہ جو مکہ میں فرض ہوئی تھی بلا اذان کے پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور اذان کے متعلق مشورہ ہوا یعنی رسول اللہ صلعم نے مشورہ کیا۔ آپ اور آپ کے اصحاب اس بات کو سوچ رہے تھے کہ نماز کے لیے لوگوں کو کیسے جمع کیا جائے۔ ایک نے کہا کہ جھنڈا گاڑ دیا جائے۔ تاکہ اُسے لوگ دیکھ کر نماز کی طرف آ جائیں۔ آپ نے اسے پسند نہیں کیا۔ دوسرے نے کہا کہ بوق بجایا جائے جس کو شبور کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ یہودیوں کے لیے ہے۔ وہ اپنی نماز کے وقت لوگوں کو جمع کرنے کے لیے بجاتے ہیں۔ اور اس کی آواز کو رسول صلعم مکروہ سمجھتے تھے اور فرمانے لگے کہ یہ ہمیشہ کیا کرتے ہیں۔ تیسرے نے کہا کہ ناقوس بجایا جائے۔ تو آپ نے

کہا کہ نصاریٰ لوگ ایسا کرتے ہیں۔ اُن سے مشابہت ہوجائے گی بعضوں نے کہا کہ آگ روشن کی جائے۔ جب آگ کو لوگ جلتی ہوئی دیکھیں گے تو نماز کے لیے آجائیں گے۔ آپ نے کہا کہ مجوسی لوگ ایسا کرتے ہیں۔

صحیحین کی روایت میں شیخین نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ابن عمر نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضہ نے کہا کہ نماز کے لیے آدمی بھیجے جائیں کہ جا کر نماز میں حاضر ہونے کے لیے آواز دیں۔ اور آواز دینے والے حضرت بلال رضہ تھے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضہ نے جن الفاظ کے ساتھ آواز دی وہ یہ تھے: "الصلاۃُ جامعۃٌ" اور یہ واقعہ عبد اللہ بن زید کے خواب سے پہلے کا ہے جیسا کہ اس کو ابن سعد۔ سعید بن منصور اور سعید بن منصور سے سعید بن المسیب نے روایت کی ہے۔ مگر یہ روایت مرسل ہے۔ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلعم نے ارادہ کیا کہ چند آدمیوں کو بھیجوں گا تاکہ لوگوں کو نماز کے وقت اکٹھا کریں۔ اور یہ بھی ارادہ کیا کہ چند آدمی ایسے مقرر کیے جائیں کہ وہ ٹیلوں پر کھڑے ہوکر مسلمانوں کو نماز کے لیے اذان دیں۔ شاید یہ واقعہ رسول اللہ صلعم کا اس واقعہ کے قبل ہے جب کہ حضرت بلال رضہ کو بلانے کے لیے بھیجا گیا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مشورہ کیا جب کہ آپ کے اصحاب بھی موجود تھے اور آخر میں یہ طے پایا کہ ناقوس بجایا جائے اور سب اس بات پر متفق ہوگئے۔ اتنے میں عبد اللہ بن زید نیند سے بیدار ہوکر آئے اور کہا کہ مجھے خواب میں اذان (اقامت) بتلائی گئی ہے اور آپ سے خواب بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلعم نے ناقوس کا حکم دیا تو وہ شخص میری طرف گھوما اور میں سو رہا تھا اور بعض لفظوں میں ہے کہ میں بیداری اور نیند کی حالت میں تھا کہ وہ آدمی میرے گرد گھوما مطلب یہ ہے کہ اونگھ سی آگئی تھی قریب تھا کہ میں بیدار ہوجاؤں۔

وہ شخص جس نے اذان خواب میں سکھائی تھی اُس پر دو سبز رنگ کے کپڑے تھے۔

اور ایک ہاتھ میں ناقوس لیے ہوئے تھا۔ پھر اُس نے مجھے کہا کہ اے عبداللہ کیا تو ناقوس خریدتا ہے اور تو اس ناقوس کو لے کر کیا کرے گا۔ میں نے اُسے جواب دیا کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو نماز کے لیے بلاؤں گا۔ پھر اس آدمی نے جواب دیا۔ کیا میں تجھے اس سے اچھی بات نہ بتاؤں۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں بتاؤ۔ ایک دوسری روایت ہے کہ میں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تو ناقوس بیچتا ہے تو اُس نے کہا کہ تو اسے کس لیے چاہتا ہے۔ تو میں نے کہا کہ اسے بجا کر لوگوں کو نماز کے لیے جمع کروں۔ تو اُس نے جواب دیا کہ میں تجھے اس سے اچھی بات نہ بتاؤں۔ میں نے کہا ہاں بتائیے کہا کہ

اللہ اکبر اللہ اکبر ۔ اشہد	اللہ بہت بڑا ہے۔ اللہ بہت بڑا ہے۔ میں شہادت
ان لا الٰہ الا اللہ ۔ اشہد ان لا الٰہ	دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں میں شہادت دیتا
الا اللہ ۔ اشہد ان محمد رسول اللہ	ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں میں شہادت دیتا ہوں
اشہد ان محمد رسول اللہ ۔ حی علی	کہ محمد اللہ کے رسول ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے
الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ ۔ حی علی	رسول ہیں۔ نماز کے لیے تیار ہو جاؤ۔ نماز کے لیے تیار ہو جاؤ
الفلاح ۔ حی علی الفلاح ۔ اللہ اکبر	نجات کے لیے تیار ہو جاؤ نجات کے لیے تیار ہو جاؤ۔
اللہ اکبر ۔ لا الٰہ الا اللہ ۔	اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

پھر وہ آدمی پیچھے پلٹ گیا یعنی تھوڑی دور چلا گیا۔ اور پھر کہنے لگا کہ جب تو نماز کی نیت کے لیے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ۔ (یعنی قد قامت الصلوٰۃ)۔ اس روایت میں تکبیر کے اندر لفظ فرداً فرداً آئے ہیں مگر قد قامت الصلوٰۃ کا لفظ دو بار آیا ہے اور تکبیر بھی اول آخر ہے

دوسری روایت ہے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس پر سبز کپڑا ہے اور وہ مسجد کی دیوار پہ کھڑا ہوا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ دیوار کے کنارے پر کھڑا ہوا تھا یعنی دیوار کی جڑ پر۔ بہر حال اس میں کوئی مخالفت نہیں ہے۔ جیسا کہ آگے معلوم ہو جائے گا۔

اذان دی اور پھر بیٹھ گیا پھر کھڑا ہوا اور اسی کی مثل کلمات کہے یعنی اذان کے کلمے۔ مگر ان کلموں پر قد قامت الصلوٰۃ کی دو بار زیادتی کی۔ اور اقامت میں تکبیر کا اول میں چار مرتبہ لانا اذان کی طرح ہے۔

ھٰذا ای کونہ علی سقف المسجد — یہ یعنے مسجد کی چھت پر اور احاطہ کی

وکونہ علی جذم حائط۔ — دیوار پر۔

ان دونوں میں کوئی ایک دوسرے کے منافی نہیں ہے۔ یہ بات ممکن ہے کہ جب اس نے کہا ہوگا اللہ اکبر اخیر تک اذان اور اقامت میں پھر وہ مسجد کی چھت پر کھڑا ہوگا جو چھت مسجد کی دیوار کے کنارے مل رہی ہوگی۔ اسی وجہ سے ان دونوں کی طرف اس کی نسبت کر دی گئی یعنی روایت میں سقف المسجد اور جذم الحائط آئے ہوئے ہیں۔ ویکون قولہ ثم استاخر عنی غیر بعید یعنی تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔

عبداللہ بن زید نے فرمایا کہ جب صبح ہوئی تو میں رسول صلعم کے پاس آیا اور جو کچھ کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا آپ کو خبر دی۔ دوسری روایت میں ہے اتاہ لیلاً یعنی رات میں آیا اور ان کو خبر دی۔ اور یہی بات سیرۃ الحافظ الدمیاطی میں بھی ذکر کی گئی ہے کہ ان دونوں میں کوئی مناقاۃ نہیں کیونکہ جائز ہے۔ عبداللہ کا قول فلما اصبحت یعنی جب صبح قریب ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے اس سے کہا کہ وہ ان شاء اللہ خواب سچ ہے تو اے عبداللہ بلال کے ساتھ اٹھ اور جو کچھ تو نے دیکھا ہے اس کو سکھا دے تاکہ وہ اذان دے۔ اس لیے کہ وہ بلند آواز والا ہے۔ دوسری روایت ہے۔

امدّ صوتا منک ای اعلیٰ — تجھ سے زیادہ بلند آواز ہے یعنی اونچا اور بلند

وارفع وقیل احسن و اعذب۔ — اور کہا گیا ہے خوب اور شیریں۔

راوی کہتا ہے کہ ان تمام الفاظ کو یہاں لانا کوئی بات مانع ہے۔ عبداللہ فرماتے ہیں کہ

میں بلال کے ساتھ اُٹھا۔ دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بلال رض سے کہا کہ اُٹھ کھڑا ہو جا
اور جیسا کہ عبداللہ تجھے حکم دے اس کو بجالا۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے اذان سکھانے پر اُس نے
اذان دی۔ اس لیے اول مؤذن رسول اللہ صلعم کے بلال ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حضرت عبداللہ
ہیں جن کا امام غزالی نے ذکر کیا ہے۔ لیکن ابن صلاح نے اس بات کا انکار کیا ہے انھوں نے کہا
ہے کہ اس بات کو اُس بحث کے بعد پاتا ہوں۔ یہ اُن کے کلام کا خلاصہ ہے اور یہ کہا جاتا ہے
کہ اس میں کوئی منافات نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ نے پہلے اپنی زبان سے اذان کے
الفاظ نکالے اور اول اعلان کرنے والے حضرت بلال رض ہیں اور اس وقت اول مشروعیت
اذان کی ہوگی۔ اور یہ بات صبح کی نماز میں ہوئی پس جب عمر رض نے اذان سُنی تو وہ اپنے گھر
سے نکلے اور اپنی چادر کو کھینچ رہے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ازار کو کھینچ رہے تھے۔
یعنی جلدی کرتے ہوئے پائے گیے اور اس قصہ کو جتایا اور اس طرح پر کہا۔ والذی بعثك
بالحق یا رسول اللہ میں نے بھی وہی خواب دیکھا ہے جو عبداللہ بن زید نے دیکھا ہے
دوسرے الفاظ روایت کے یہ ہیں کہ میں نے بھی یہی دیکھا ہے جو بلال رض کہہ رہے ہیں
تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ سب تعریف خدا کے لیے ثابت ہے۔ علامہ ترمذی کا خیال
ہے کہ عبداللہ بن زید عبدربہ کی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے سوائے اس حدیث کے جو
اذان میں اُنھوں نے بیان کی ہے۔ کہا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر رض نے بھی وہی خواب دیکھا
جو عبداللہ نے دیکھا تھا۔ دوسری روایت میں ہے سات انصاریوں نے اس خواب کو
دیکھا۔ دوسری روایت ۱۴ چودہ کے متعلق لکھا ہے۔ ابن صلاح کا خیال ہے کہ غور و
خوض کرنے سے اس میں کوئی بات صحیح نہیں پائی جاتی۔ اور امام نووی نے بھی اس کی
اتباع کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ نہ اس میں کوئی بات ثابت ہے اور نہ صحیح ہے۔ بلکہ اتنا
ثابت ہے کہ حضرت عمر رض اپنی چادر کھینچتے ہوئے نکلے۔ کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے

اذان کو لیلۃ الاسریٰ میں ایک فرشتے سے سُنا جو حدیث میں آیا ہے کہ اس کے بعض راوی جھوٹے ہیں۔ بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ جس نے ارادہ کیا اس حدیث کو وضع کرنے کا تو اُس وقت جب کہ اللہ تعالےٰ نے ارادہ کیا کہ اپنے رسولؐ کو اذان بتادے تو حضرت جبرئیلؑ ایک سواری براق لے کر آئے کہ آپ اس پر سوار ہوئے، یہاں تک کہ حجاب کے قریب آئے جو خداوند کے برابر پڑا ہوا تھا۔ ایسی حالت میں ایک فرشتہ حجاب سے نکلا تو اس نے اللہ اکبر کہا۔ پوچھا گیا کہ حجاب کے ورے کون ہے میرے بندے نے سچ کہا انا اکبر انا اکبر اور بقیہ احادیث میں اذان کا تذکرہ ہے اور عبداللہ کی روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ چیز جو آسمان پر دیکھی وہ زمین پر سنت ہوگی۔ نماز خمسہ کے وقت جو کہ لیلۃ الاسریٰ میں فرض کی گئی تھیں اس واسطے آپ نے فرمایا :-

انھا لرؤیا حق ان شاء الله تعالیٰ۔ "بے شک انشاء اللہ یہ رؤیا ئے برحق ہے۔"

اور اس بابے میں پہلے ہی خصوصیات گذر چکی ہیں۔ اس اذان سے مراد جو فرشتہ لایا اقامت مراد ہے نہ کہ اذان کی حقیقت۔ اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بے شک فرشتے نے اس میں قد قامت الصلوٰۃ دوبار کہا۔ تب خدا نے فرمایا کہ میرے بندے نے سچ کہا اور میں نے اس کے فریضے کو قائم کیا۔ پھر رسول اللہ صلعم سے کہا گیا کہ آگے ہو۔ آپ آگے ہوئے اور اہل السماء کی امامت کرائی جس میں حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ موجود تھے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اذان باجماع امت عبداللہ بن زید کی حدیث سے ثابت ہے۔ اور اس میں کوئی خلاف نہیں جانا جاتا۔ مگر وہ حدیث جو محمد بن حنفیہ اور ابی العلاء سے روایت کی گئی ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ ہم اذان کے ضمن میں ان انصار کے متعلق گفتگو کر رہے تھے جنہوں نے خواب میں اذان کو سُنا تھا اس

بات سے محمد بن حنفیہ سخت گھبرائے اور کہا کہ تم نے قصد کیا اُس بات کی طرف جو کہ اسلام کی شریعت میں اصل نہیں ہے۔ اور تمہارے دین کی نشانیوں سے نہیں ہے اور تم لوگوں نے گمان کیا اُس انصار کی خواب کو جو صدق اور کذب دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔ کبھی خواب جھوٹے بھی ہوتے ہیں۔ ابی العلار کہتے ہیں کہ میں نے اُن سے اس حدیث کا تذکرہ کیا کہ یہ حدیث لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے تو جواب دیا کہ

هذا والله باطل — خدا کی قسم یہ جھوٹ ہے۔

پھر محمد بن الحنفیہ نے کہا کہ میرے باپ نے خبر دی کہ حضرت جبرئیلؑ نے لیلۃ الاسرٰ میں بیت المقدس میں اذان دی اور اقامت کرائی۔ پھر جبریل نے اذان کو دُہرایا جب رسول اللہ صلعم آسمان پر چڑھے تو عبداللہ بن زبیر اور عمر بن الخطاب نے اس اذان کو سنا۔ دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں۔ کہ جب آپ آسمان پر ایک جگہ پہنچے تو وہاں ٹھہر گئے خداوند تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا کہ جاؤ اذان سکھاؤ۔ پھر اُس فرشتے نے آپ کو اذان سکھائی۔ تب فرشتے نے کہا اللہ اکبر خدا نے کہا کہ میرا بندہ سچا ہے اور میں سب سے بڑا ہوں الی ان قال قد قامت الصلوٰۃ دوبار کہا اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اقامت تھی نہ کہ اذان۔ یہاں اس قول کی تردید کی گئی ہے کہ اگر جبریل کا قول ثابت ہو جائے تو پھر مشورہ کی حاجت کیوں ہوئی۔ اور معراج مکہ میں ہجرت سے قبل ہوئی۔ اولی یہ کہ محمد بن حنفیہ کا تمسک کرنا اُس چیز کا جو بعض روایات صلعم سے ہے

لعبد الله قد سبقك الوحى — وحی تم پر سبقت لے جا چکی

وكونه — ہے۔

لایا جانا براق حجاب تک وہ بنا ہے کہ معراج براق پر ہوئی تھی جیسا کہ آگے گذر چکا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ دوبارہ معراج پر ایسا واقعہ ہوا ہو اس وقت کوئی مخالفت اقوال میں

---

(۲۲) سیرۃ حلبی۔

باقی نہیں رہتی جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے ۔

انه لما اسری به اذّن جبریل وتقدمها جاء ۔ جب آپ معراج پر گئے تو جبریل نے اذان دی ۔

اور نہ وہ روایت صحیح ہے جو حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہے کہ اہل السمار کے موذن حضرت جبریلؑ ہیں اور محمل جواز اس روایت کا غلبہ پر ہے اور اس وقت کوئی مخالفت نہیں رہتی جو اسرافیل سے آیا ہے کہ آسمان والوں کے امام اور مؤذن بیت معمور کے قریب میکائیل ہیں اور ایک دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ بیت معمور کے قریب فرشتوں کی امامت کراتے ہیں شائد کہ میکائیلؑ اہل السمار کے امام ہوں حضرت عائشہؓ کی حدیث بتلاتی ہے کہ آسمان والوں کے امام حضرت جبرئیلؑ ہیں اور جب یہ معلوم ہو گیا تو دوسری جگہ آیا کہ اہل السمار کا مؤذن ۱۲ بارہ گھڑی دن میں اذان دیتا ہے اور پھر بارہ گھڑی رات کو ۔ (ممکن ہے کہ ایک فرشتہ دن میں ۱۲ مرتبہ اذان دیتا ہو اور وہ حضرت جبرئیلؑ ہوں اور دوسرا رات کو ۱۲ گھڑی اذان دیتا ہے اور وہ شائد حضرت میکائیلؑ ہوں)

کتاب نور میں ہے کہ اس اذان کو لیلۃ الاسراء میں دیکھا ۔ وہ چیز جس سے کہ مسلمان نماز کے لیے جمع ہو سکیں حجت نہیں پکڑی گئی ۔ اس سے رد کیا جاتا ہے کہ اس خواب سے قبل یہ بات ترجمانی گئی تھی ۔ اور وہ چیز جو آسمان پر دیکھی گئی تھی وہ نماز خمسہ کے فرض ہونے پر لیلۃ الاسراء میں زمین پر سنت ہوئی ۔ اور اس خواب سے جانا گیا جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے

(وعبارۃ بعضهم) سے اذان جبرائیلؑ بیت المقدس پر اشکال باقی نہیں رہتا بے شک اذان ہجرت کے بعد ہوئی اس لیے لیلۃ الاسراء میں اس کے وقوع کے لیے کوئی مانع نہیں ہے ۔ اور یہ سب باتیں اس بنا پر تسلیم کی جا سکتی ہیں کہ اس اذان کا دیکھنا حقیقت ہے نہ کہ اقامت مراد ہے ۔

ملا (۲۲) سیرۃ حلبی ۔

لیکن قرطبی کے قول سے لیلۃ الاسراء میں اذان کا سننے سے حقیقۃً اس کا مشروع ہونا لازم نہیں آتا (وفیہ نظرٌ لقولہ فی اولہ (دلیل) اس قول کے اوّل میں یہ بات ہے کہ جب خداوند تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے رسول کو اذان سکھائے۔ کیونکہ زیادہ تر اذان سیکھنے کا وہ ہے کہ جس سے زمین پر نمازیں فرض ہوئیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس وقت اس کو تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ اذان سے مراد لیلۃ الاسراء میں اقامت ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ وہ احادیث وارد جن میں کہ یہ الفاظ ہیں کہ لیلۃ الاسراء میں اذان سُنی کوئی بھی درست نہیں ہے۔ اس لیے ابن کثیرؒ نے بعض احادیث وارد ہیں کہا ہے کہ اس اذان کو رسول اللہ صلعم نے لیلۃ المعراج کو آسمان میں سُنا۔ مگر یہ حدیث ایسی نہیں ہے جیسا کہ بیہقی نے گمان کیا ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے۔ بلکہ وہ حدیث منکر ہے۔ کیونکہ زیاد بن المنذر ابوالجارود جس کی نسبت فرقہ جارودیہ کی طرف کی جاتی ہے روایت میں منفرد رہ جاتا ہے اور ابوالجارود متہمین میں سے ہے۔ اس سے کتاب الخصائص الصغریٰ یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ رسول اللہ صلعم کا نام اذان میں ملکوت الاعلیٰ پر عہد آدم میں اذان کے اندر خاص کیا گیا۔ واللہ اعلم۔

روایت کی گئی ہے کہ اول اذان حضرت جبرئیلؑ نے آسمانِ دنیا پر دی جس کو حضرت عمرؓ پھر بلالؓ نے سُنا اور بلالؓ پر حضرت عمرؓ نے سبقت کی اور اس بات کی حضرت کو خبر دی۔ پھر حضرت بلالؓ آئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے عمرؓ نے سبقت کی۔ اور اس بارے میں یہ ادلہ بتلاتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ واقعہ عبداللہ کے خواب کا ہو۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اس خواب کو بیس یوم سے دیکھ رہے تھے۔ اور چھپاتے رہے۔ جب رسول صلعم سے حضرت عمرؓ نے کہا تو آپ نے فرمایا کہ کس چیز نے تجھے ایسا بتانے سے روکا۔ حضرت عمرؓ نے کہا چونکہ عبداللہ بن زید نے مجھ سے سبقت

---

(۲۲) سیرۃ حلبی۔

کی اس لیے مجھے آپ سے کہتے ہوئے شرم آئی۔

(اقول) فی هٰذا الکلام مالا یخفی فتامل۔ بے شک رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بے شک وہ خواب سچا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ (عبداللہ) نبی صلعم کے پاس جس وقت آئے ہوں وحی اُن سے پہلے آ چکی ہو۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ جس وقت عبداللہ نے حضرت سے کہا۔ تو بعض روایات میں ہے قد سبقك بذلك الوحی۔ یعنی وحی تم سے سبقت کر چکی ہے تو اس لیے اذان وحی کے ذریعہ سے ثابت ہوئی نہ کہ صرف عبداللہ بن زید کے خواب سے۔

قال بعضهم فی قوله۔ و اذا نادیتم الی الصلوٰة اتخذوها هزوًا — اور جب تم نماز کی اذان دیتے ہو تو یہ اس کا تمسخر بناتے ہیں۔ (مائدہ ۶۰-۶۱)

جب نماز کے لیے اذان دی جاتی تھی اور مسلمان نماز کی طرف کھڑے ہوتے تھے تو بطریق استہزا اور تمسخر یہودی یہ الفاظ اپنی زبان سے کہا کرتے تھے۔

قاموا لا قاموا صلوا لا صلوا یہ قیام کرتے ہیں لیکن نہیں کرتے نماز پڑھتے ہیں لیکن نہیں پڑھتے

اور یہ آیت اذان کی مشروعیت نص کتاب سے دلالت کرتی ہے نہ کہ خواب سے تنہا دلیل پکڑتا۔ اور اس کے کلام کا ماحصل ہے۔ اور ابو حیان نے اس بات کو رد کیا ہے کہ یہ جملہ شرطیہ ہے جو ما قبل کی مشروعیت پر دلالت کرتا ہے نہ کہ انشائیہ ہے۔ یہ اس کے کلام کا ماحصل ہے اور اس کا تسلیم کرنا اس صورت پر ہے کہ مدعو بہ (جس کے ساتھ دعوت دی گئی) یعنی اذان نماز کے لیے ہے۔ خصوصًا وہ لفظ جو خواب میں پائے گئے اور حضرت بلال نماز خمسہ میں ان الفاظ کے ساتھ اذان دیتے تھے۔ ہاں نماز خمسہ کے علاوہ کسوف خسوف استسقا، یہ کسی اور امر میں جب مسلمانوں کو بلایا جاتا تھا تو اس میں نماز کی اذان کے علاوہ اور لفظ استعمال کیے جاتے تھے اور وہ لفظ یہ تھے۔ الصلوٰة جامعۃ۔

---

(۲۲) سیرۃ حلبی۔

روایت کی گئی ہے کہ جب بلالؓ اذان دیتے تھے تو اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کے بعد
حی علی الصلوٰۃ کہا کرتے تھے تو حضرت عمرؓ نے اُن سے کہکر یہ الفاظ پڑھوائے اشھد ان
محمدا رسول اللہ رسول اللہ صلعم نے بلالؓ سے فرمایا کہ کہہ جیسا کہ عمرؓ نے کہا ہے۔ یہ روایت
ابن عمرؓ سے ہے اور اس روایت میں راوی ضعیف ہے اگر لفظ کان کے ساتھ تعبیر نہ کیا جاتا تو
اُس وقت حمل اس بات پر ممکن تھا کہ جب حضرت بلالؓ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ تک آئے
تو بھول گئے تو حضرت عبداللہؓ نے لقمہ دیا کیونکہ لفظ کان سے ہمیشگی ثابت ہو رہی ہے مؤلف
کہتا ہے کہ میں نے ابن حجر الہیثمی کو دیکھا کہ وہ کہتے تھے کہ (یہ حدیث صحیح اور ثابت ہے) کہ
اول مشروعیت اذان میں یہ حدیث صحیح اور ثابت ہے اور جس کے سبب سے اُس کا کلام رد
ہو رہا ہے، کہا گیا ہے کہ بلالؓ نے صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کے الفاظ کو
دو مرتبہ پڑھا اور ان الفاظ کو نبی صلعم نے برقرار رکھا۔ یہ اس لیے کہ جب بلالؓ حضرت کو نماز
کے لیے آواز دیتے تھے تو کہتے تھے الصلوٰۃ۔ تو ایک صبح کو بلالؓ نے حضرت کو آواز دی جبکہ
آپ سو رہے تھے تو بلالؓ نے بلند آواز سے یہ کلمے دو بار کہے الصلوٰۃ خیر من النوم۔

اذان میں تثویب کا بیان

تثویب

اقول - وھذا یقال لہ التثویب - ہمارے فقہاء نے اس کو صحیح مانا ہے اور
بیان کیا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی محذورہ کو اذان کے بارے میں تثویب کی تلقین
کی تھی۔ جب آپ جنگ حنین سے واپس ہو رہے تھے تو آپ نے ابی محذورہ کو پکڑوایا۔
جب کہ وہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اور لڑکے اذان کو سُن کر اذان کی نقل اُتار رہے تھے سب
بھاگ گئے پھر ابی محذورہ کو آپ نے اذان کی تلقین میں تثویب کا طریقہ سکھلایا۔ اور اسی

(۲۲) سیرۃ حلبی۔

طرح وہ امر جو رسول صلعم سے وارد ہوا ہے کہ یہ سنت طریقہ ہے ممکن ہے کہ یہ امر اس سے شیوع ہوا ہو بعد اس کے بلالؓ نے اُسے برقرار رکھا ہے۔ ہاں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے متعلق کوئی روایت ہی نہیں نقل کی گئی کہ عبداللہ بن مکتوم ایسا کہتے رہے ہوں۔ یا ممکن ہے کہ حضرت بلالؓ اذان اول میں کہتے ہوں۔ اور وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے (خواجیں نے بھی کہا ہے) کہ اذان میں کہا گیا ہے۔ اور ثانی میں نہیں کہا گیا۔ کیونکہ وہ اذان صبح کی تھی جو اکثر حالات میں بلال کی اذان سے پیچھے ہوا کرتی تھی۔ اور اس کے متعلق بہت سی احادیث میں آچکا ہے کہ جب حضرت بلالؓ اذان دیں تو کھاؤ پیو یہاں تک کہ عبداللہ بن مکتوم اذان دیں اور غیر الاکثر اس کے برعکس روایتیں پائی جاتی ہیں۔ ان کے یہ الفاظ ہیں کہ جب رات میں ابن مکتوم اذان دیں تو کھاؤ پیو یہاں تک کہ حضرت بلالؓ اذان دیں۔ کیونکہ ابن مکتوم نابینا تھے اس لیے جب ابن مکتومؓ اذان دیں تو کھاؤ اور جب بلالؓ دیں تو رُک جاؤ اور نہ کھاؤ۔

بہر حال قابل ترجیح یہی امر ہے کہ دونوں اذانوں میں تثویب ہوتی ہے لیکن مؤطا امام مالکؒ والی حدیث اس کے مخالف ہے کہ جب حضرت عمرؓ کے پاس مؤذن آیا تو آپ سو رہے تھے تو مؤذن نے کہا الصلوٰۃ خیر من النوم۔ تب حضرت عمرؓ نے حکم دے دیا کہ اس ٹکڑے کو صبح کی اذان میں باقی رکھا جائے۔ ترمذی میں روایت ہے کہ بلالؓ سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ نماز میں تثویب سے کوئی شے نہیں ہے یعنی نماز کی اذان میں نہ کہ فجر کی اذان میں یعنی الصلوٰۃ خیر من النوم کہے۔ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ مسجد میں اذان سنی اور ارادہ کیا کہ وہاں نماز پڑھیں تو مؤذن کو تثویب کہتے ہوئے صبح کی نماز کے علاوہ دوسری نمازوں میں سُنا تو آپ نے اپنے دوست سے کہا نکل جا یہ ہمارے نزدیک بدعت ہے۔ فان ھذہ بدعۃ مؤذن سے سنا جب کہ اقامت اور نماز کے درمیان مسجد کے دروازے پر یہ کہتے ہوئے الصلوٰۃ الصلوٰۃ اور اسی سے تثویب مراد ہے جس کو ابن عمرؓ نے سُنا تھا بعض

کے کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مؤذن اذان اور قبل اقامت کے درمیان مسجد کے دروازے کی طرف آئے اور حی علی الصلوٰۃ کہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اول اس بات کو امیر معاویہ رض نے جاری کیا کہ مؤذن قبل اقامت اور اذان کے آتا تھا اور حی علی الصلوٰۃ دوبار حی علی الفلاح دوبار یرحمک اللہ۔ لیکن مؤذن کا قول اذان اور اقامت کے درمیان والا الصلوٰۃ الصلوٰۃ یہ بدعت نہیں ہے کیونکہ بلال رض رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں ایسا کہا کرتے تھے لیکن قول حی علی الصلوٰۃ یہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں نہیں رائج ہوا تھا۔ پھر بعد میں ہوا مؤلف کہتا ہے کہ میں نے درر المباحث کتاب دیکھی کہ بدعات اور نئی باتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ تو اس میں اختلاف درج ہے اس بات پر کہ امیر کو نماز پر اذان کے بعد اور اقامت سے پہلے بلانا چاہیے یا نہیں اور تثویب کی بھی اسی کے ساتھ تفسیر کی گئی ہے اور جس نے جائز رکھا ہے اس نے اس سے حجت پکڑی ہے اور سنت قرار دیا ہے کہ جب بلال رض اذان دیتے تھے تو حضرت رسول اللہ صلعم کے پاس آتے اور کہتے حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح یرحمک اللہ جیسا کہ امیر معاویہ کے زمانہ میں مؤذن کیا کرتا تھا اور یہ روایت محدثات یا بدعات سے نہیں ہے۔

اور دوسری مشہور حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلعم بیمار ہوئے تو بلال رض آئے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یرحمک اللہ تب حضرت نے جواب دیا کہ ابوبکر رض کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ اور جس نے منع کی حجت پکڑی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ جب کے میں آئے تو ابو محذورہ آئے اور کہا الصلوٰۃ یا امیر المومنین حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح تو حضرت عمر رض نے کہا تیرا برا ہو کیا تو دیوانہ ہے کیا وہ بات کافی نہ تھی جس کہ تو نے دعوت دی تھی۔ مؤلف کہتا ہے اگر یہ سنت ہوتی تو حضرت عمر رض منکر نہ ہوتے حضرت عمر رض کا منکر ہونا اس لیے ہے کہ ممکن ہے کہ بلال رض کا فعل بعید ہونے کے سبب سے نہ پہنچا ہے۔ امام ابو یوسف رح فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ مؤذن یہ الفاظ السلام

(۲۲) سیرۃ حلبی

... یرحمک اللہ۔ یہ ایسا کیوں ابو یوسف نے کہا اس لیے کہ لبسا اوقات اُمرار کا مسلمانوں کی مصالحت میں مشغول ہونا اور اسی لیے عمر بن عبدالعزیز کا مؤذن ایسا ہی کیا کرتا تھا بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ دولت بنی بویہ جو رافضیوں کی تھی اس میں دونوں حیعلین کے بعد حی علی خیر العمل کہا جاتا تھا۔ پھر دولتِ سلجوقیہ میں مؤذن ایسا کرنے سے روک دیا گیا اور اُن سے کہا گیا کہ صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم دو مرتبہ کہنا کافی ہے۔ اور یہ ۴۴۸ھ کا واقعہ ہے۔ ابن عمرؓ اور علی بن الحسینؓ سے روایت ہے کہ دونوں اپنی اذانوں کے بعد حی علی الفلاح اور حی علی خیر العمل کہا کرتے تھے اور ان دونوں کا ترجیح اس بات کا خبر اذان ابی محذورہ سے ہے وہ یہ ہے کہ اپنی آواز کو شہادتین میں لسبت کرے قبل اس کے اول کی دو تکبیروں کو بلند کرے۔ مسلم میں روایت ہے کہ ابی محذورہ نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ مجھے اذان کا طریقہ سکھائیے تو انھوں نے میرے سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا اور یہ الفاظ کہے . . . . . . ابو محذورہ دو دو بار اقامت کہتے تھے جیسا کہ اذان میں مکرر الفاظ آتے ہیں . . . . لقنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رسول صلعم نے اُس کو سکھلایا۔ اور وہ روایت دوسری ہے جو عبداللہ بن زید سے آئی ہے اور پہلے گذر چکی ہے۔ ابو العباس امام تیمیہؒ نے جو کچھ نقل کیا ہے اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی محذورہ کو اذان سکھائی کہ جس میں ترجیع تھی اور اقامت میں دو دو مرتبہ اذان کی طرح اور بلالؓ اذان کو جوڑے جوڑے کے ساتھ کہا کرتے تھے اور اقامت میں وتر کیا کرتے تھے اور اذان میں رجعت نہیں کیا کرتے تھے۔ صحیحین کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بلالؓ کو حکم دیا کہ لیشفع الاذان۔ شفع کے معنی یہ ہیں کہ اذان میں اول تکبیر چار مرتبہ کہے۔ رسول اللہ صلعم سے اس بارے میں کوئی اقتصار صحیح نہیں۔ اگر ہوگا تو وہ مدینہ والوں کا عمل ہوگا۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔ یہاں پر شفع الاذان کی تہلیل کا دوسری روایت سے

ـ صفحہ ۱۰۵ سطر آخری ... (۱۰۶)

ردّ ہو رہا ہے کیونکہ وہ مفرد ہے۔ اولیٰ اور انسب یہ ہے کہ اذان کے اکثر حصّے کو جوڑ جوڑ (لیشفع) کیا جاوے اور اقامت میں وتر کیا جاوے۔ مگر یہ وتر لفظ اقامت کی ہوگی یعنی قد قامت الصلوٰۃ کو دوبار کہے۔ البتہ افراد کے بارے میں کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آئی۔ اگر آئی بھی ہے تو صحیح نہیں۔ اگر ہوگا تو یہ عمل مدینہ والوں کا ہوگا۔ تکرار لفظ تکبیر اول آخر دو دو بار صحیح ہے اس وقت افراد معظم سے افراد لفظ مراد ہوگا۔ تو اقامت میں اسی طرح کہیں گے۔

اور حضرت بلال رض کی اذان میں ترجیع نہ تھی۔ اور دو شہادتوں کا مخفی طور پر لانا پھر ان دونوں شہادتوں کا جہری طور پر لانا جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ افراد اقامت کی روایت بلاشک صحیح ہے اور اس کا تثنیہ لانا بھی بلاشک صحیح ہے اور ہر روایت عبداللہ بن زید رض سے کی گئی ہے۔

ابن تیمیہ رح۔ امام احمد رح اور ان علماء کے سوا دوسرے بلال رض کی اذان اور اقامت میں ترجیع کو ثابت نہیں کرتے بلکہ افراد اقامت اور اس کے لفظوں کو پسند کرتے ہیں اور امام شافعی رح ابی محذورہ کی اذان کی روایت سے دلیل پکڑتے ہیں اور اقامت بلال رض کی اذان سے لیتے ہیں اس لیے ترجیع کو اذان میں اور افراد میں اقامت لفظ کو پسند کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رح بلال رض کی اذان اور ابی محذورہ کی اقامت سے حجت پکڑتے ہیں۔ ترجیع کو نہیں پسند کرتے بلکہ اقامت میں تثنیہ الفاظ کو پسند کرتے ہیں جیسا کتاب ہدٰی میں لکھا ہوا ہے اور اسی پر امام مالک کا عمل ہے جیسا کہ مدینہ والے اذان میں اور تکبیر میں دو مرتبہ اقتصار پر عمل کرتے ہیں اور کلمہ قامت پر ایک مرتبہ۔ اور شاید وہ اس بات کو گمان کرتے تھے جو مدینہ میں تھی ورنہ ابی داؤد کی روایت میں ہے کہ ابی محذورہ کی اولاد مکہ میں ہمیشہ اذان کہنے والے ہوتے رہے تو وہ اقامت کو فرداً فرداً کہتے تھے یعنی اکثر الفاظ یا اکثر حصہ کو فرداً فرداً کہتے تھے اور اس

---

(۲۲) سیرۃ حلبی۔

بات کا شوق اُن کو اپنے بزرگوں کے وقتوں سے تھا۔ یعنی اذان میں دو دفعہ اور اقامت میں ایک دفعہ۔

امام احمد بن حنبل ؒ سے اعتراض کیا گیا۔ کیونکہ وہ بلال رضؓ کی اذان سے دلیل پکڑتے ہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کیا اذان ابی محذورہ کی بلال رضؓ کی اذان کے بعد ہے (کیونکہ بعد کے حکم پر زیادہ استدلال کیا جا سکتا ہے بہ نسبت اُس حکم کے جو پہلے ہوا تھا) کیونکہ نبی صلعم نے خود ہی ابی محذورہ کو اذان سکھائی جب آپ جنگ حنین سے واپس ہو رہے تھے قریب ہے کہ وہ روایت آگے نقل کی جائے گی۔ اور وہ روایت یہ ہے جو امام شافعی ؒ نے ابی محذورہ سے نقل کی ہے۔ کہا کہ میں چند آدمیوں کے ہمراہ نکلا اور حنین کے کسی رستہ میں تھے۔ پھر رسول اللہ صلعم جنگ حنین سے واپس ہوئے تو راستہ میں کہیں پر ٹھہر گئے پھر رسول اللہ صلعم کے مؤذن نے نماز کے لیے اذان دی۔ ہم نے موذن کی آواز سنی تو اس کی نقل اُتار کر استہزا کرنے لگے۔ جب رسول اللہ صلعم نے سُنا تو ہماری طرف کسی آدمی کو بھیجا اور ہمیں پکڑ کر اُن کے سامنے لایا گیا۔ پھر آپ نے پوچھا تم میں سے کون لمبا بلند آواز والا ہے یا آواز کو بلند کر سکتا ہے۔ تمام جماعت نے میری طرف اشارہ کیا پھر مجھے روک لیا اور لڑکوں کو چھوڑ دیا۔ پھر مجھ سے کہا اُٹھ اور اذان کہہ پھر میں کھڑا ہوا۔ ابی محذورہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک رسول اللہ صلعم کے اس عمل سے کوئی چیز کراہت والی نہ رہی تھی اور نہ وہ چیز جس کا اُنھوں نے مجھے حکم دیا تھا پھر ہم رسول اللہ صلعم کے سامنے کھڑے ہوئے پھر مجھے خود ہی اذان سکھانے لگے (یہاں تک حدیث کا ایک حصہ ہوا دوسرا حصہ آگے ہے) پھر مجھے رسول اللہ صلعم نے بلایا جب کہ میں اذان دے چکا تھا۔ پھر مجھے ایک تھیلی جس میں کچھ چاندی سی بھری ہوئی تھی دی، پھر نبی صلعم نے میری پیشانی پر ہاتھ رکھا اور سارے مُنہ پر پھیرا۔ پھر اُسی کو میرے جگر کے سامنے یہاں تک کہ آپ کا ہاتھ میری ناف تک پہنچ گیا۔ اور مجھے جس قدر بھی کراہت

---

(۲۲) سیرۃ حلبی۔

رسول اللہ صلعم سے تھی وہ سب کی سب جاتی رہی اور وہ سب کی سب کراہیت محبت کی صورت میں تبدیل ہو گئی۔ تب میں عتاب ابن اسیدؓ کی طرف بھیجا گیا یہ اُس زمانہ میں رسول اللہ صلعم کی طرف سے مکہ کے گورنر تھے۔ پھر مجھے اجازت دی کہ میں مکہ میں اذان کہا کروں۔
(دوسری روایت ہے) کہ رسول اللہ صلعم نے ابی محذورہ کو اذان فتح مکہ کے دن سکھائی جب کہ بلالؓ ظہر کی نماز کے لیے پشت کعبہ پر اذان دے رہے تھے اور چند نو عمر قریش بلالؓ کی اذان کا استہزار اُڑا رہے تھے اور اُن کی آواز کی نقل اُتار رہے تھے۔ اور میں بھی اُن لوگوں میں شامل تھا۔ پھر رسول اللہ صلعم کو میری آواز پسند آئی۔ آپ نے مجھے بلایا اور اذان سکھائی اور حکم دے دیا کہ تو اہل مکہ کا موذن ہے۔ مکہ میں اذان دیا کر۔ (اب سوال یہ ہے کہ دو روائتوں کا جمع ہونا۔ روایت ثانیہ روایت اول کے لیے ناسخ ٹھہرے گی)۔

(جواب اعتراض امام حسمکہ)

جب مدینہ کی طرف لوٹے تو بلالؓ کی اذان کو برقرار رکھا۔ ابو داؤد کی روایت میں اذان تثنیہ کے ساتھ ہے اور اقامت میں افراد ہے اور اکثر علمار کا یہی مذہب ہے اور اسی پر حرمین۔ حجاز۔ بلادِ شام یمن مصر مغربی ممالک کی اطراف میں عمل ہے۔ مگر مصر کی مسجدوں میں جہاں کہ رومیوں کی نماز کا غلبہ ہے۔ اُن کی اقامت اذان کی طرح ہو گی۔ امام ابی یوسفؒ نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے امام شافعیؒ نے امام مالکؒ کے سامنے مدینہ میں مناظرہ کیا اور اُس وقت خلیفہ ہارون الرشید بھی تھا۔ پھر امام شافعیؒ نے حکم دیا کہ حضرت بلالؓ کی اولاد اور باقی رسول اللہ صلعم کے مؤذنوں کی اولاد حاضر کی جائے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو اُن سے پوچھا گیا کہ تم کو تمہارے بزرگوں سے اقامت اور اذان کی کیسے تلقین کی گئی ہے اُن لوگوں نے جواب دیا۔ کہ اذان مثنیٰ مثنیٰ ہے اور اقامت فرادیٰ طور پر ہمارے باپوں کو تلقین کی گئی ہے اور اُنھوں نے اپنے بزرگوں سے جو رسول اللہ صلعم کے زمانے میں

(۲۳) سیرۃ حلبی۔

تھے تلقین پائی۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بلالؓ کو اقامت کہتے ہوئے سنا تو آپ نے یہ الفاظ فرمائے اقامہا اللہ وادامہا اور جس وقت اذان سنی جائے تو یہ دعا پڑھے اللّٰھم رب ھٰذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ ......
...... شفاعتی یوم القیامۃ۔

بعض روایتوں میں ہے کہ رسول اللہ صلعم کے زمانے میں بلالؓ اور ابن ام مکتوم مؤذن تھے۔ جب حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا تو چار مؤذن مقرر کیے گئے۔ اور جب آں حضرت صلعم کی وفات ہوئی تو بلالؓ نے اذان کہنا چھوڑ دی تھی اور شام کو چلے گئے تھے پھر ایک مدت تک وہاں رہے پھر رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں، اے بلالؓ تو نے ہم پر ظلم کیا اور ہمارے پڑوس کو چھوڑ کر چلا آیا اس لیے تجھے ہماری زیارت کا قصد کرنا چاہیے۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ تو نے کیا ظلم کیا تجھے لازم ہے کہ ہماری زیارت کر۔ جب بلالؓ خواب سے بیدار ہوئے تو مدینہ کا ارادہ کیا۔ جب مدینہ آئے تو لوگوں سے ملاقات کی اور رسول اللہ صلعم کی قبر پر آئے اور اُس کے نزدیک روتے رہے اور چکر لگاتے رہے پھر امام حسنؓ اور حسینؓ کا بوسہ لیا اور اُن کو چمٹایا۔ دونوں بھائیوں نے اُن سے اصرار کیا کہ اذان کہیں۔ پھر بلالؓ اذان کے لیے اُونچی جگہ پر چڑھے اور مدینہ شہر کے تمام لوگ جمع ہو گئے یہاں تک عورتیں بھی۔ کنواری لڑکیاں پردوں سے نکل کر اذان سننے کے لیے باہر آئیں۔ جب بلالؓ نے اللہ اکبر کہا تو مدینہ گونج اُٹھا لوگوں نے چلانا اور رونا شروع کیا پھر جب اشھد ان لا الٰہ الا اللہ تو لوگ سب کے سب کانپ اُٹھے پھر جب اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو کوئی انسان جو مدینہ میں تھا باقی نہیں رہا کہ وہ رویا نہ ہو۔ وہ دن ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے رسول اللہ صلعم کی وفات کا دن ہے۔ پھر بلالؓ شام کو واپس گئے اور سال میں ایک مرتبہ مدینہ آیا کرتے تھے یہاں تک کہ بلالؓ کا انتقال ہو گیا۔

---

(۲۳) سیرۃ حلبی۔

مؤلف کہتا ہے کہ بعض کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے قبا کا مؤذن سعد القرظ کو مقرر کیا۔ جب بلال رضؓ شام کو چلے گئے اور حضرت عمر رضؓ کا زمانہ تھا تو حضرت عمر رضؓ نے حکم دیا کہ رسول اللہ صلعم کی مسجد میں سعد القرظ رضؓ اذان دیا کریں۔ دوسری روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلعم کی وفات ہوئی تو بلال رضؓ حضرت ابو بکر رضؓ کے پاس آئے اور کہا اے خلیفۂ رسول اللہ کہ افضل اعمال مومن اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا ہے اس لیے میں نے ارادہ کیا کہ میں اللہ کے راستہ میں اپنا گھوڑا باندھوں یہاں تک کہ میری موت آجائے۔ حضرت ابو بکر رضؓ نے کہا اے بلال رضؓ میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں اور میری حرمت اور میرا حق تجھ پر ہے اس لیے تو مجھ سے جُدا نہ ہو۔ اس کے سننے کے بعد بلال رضؓ نے پھر ارادہ کو فسخ کر دیا اور حضرت ابو بکر کے پاس رہے یہاں تک کہ حضرت ابو بکر رضؓ کی وفات ہوگئی اور وہ برابر حضرت ابو بکر رضؓ کے زمانے میں اذان دیتے رہے۔ پھر حضرت عمر رضؓ کے پاس آئے اور وہی الفاظ انھوں نے دُہرائے جو حضرت ابو بکر رضؓ سے کہے تھے اور حضرت عمر رضؓ نے بھی اُسی طرح کہا جیسا کہ ابو بکر رضؓ نے کہا تھا۔ لیکن بلال رضؓ نہ مانے اور شام کو مجاہدین کر چلے گئے۔

کتاب الانس الجلیل میں ہے۔ کہ جب حضرت عمر رضؓ نے بیت المقدس کو فتح کیا اور نماز کا وقت آیا تو عمر رضؓ نے بلال رضؓ سے یہ الفاظ کہے کہ خدا تجھ پر رحمت کرے تو ہمارے لیے اذان کہہ۔ بلال رضؓ نے جواب دیا اے امیر المومنین خدا کی قسم رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد آج تک کسی کے یہاں میں نے اذان نہیں کہی لیکن آپ کا حکم مانوں گا جب آپ نے حکم دیا ہے کہ صرف اس نماز کے لیے اذان کہو۔ پھر جب بلال رضؓ نے اذان کہی اور صحابہ رضؓ نے اُن کی آواز سُنی تو اُنھوں نے نبی صلعم کو یاد کر کے خوب روئے اور زیادہ رونا صحابہ میں سے ابی عبیدہؓ اور معاذ بن جبل رضؓ کا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضؓ نے ان دونوں سے کہا کہ خدا تم دونوں پر رحم کرے یہ بس تم دونوں کے لیے کافی ہے۔ تو اس سے

---

(۲۲) سیرۃ حلبی۔

یہ ثابت ہوا۔ کہ بلال رضؓ نے مدینہ چھوٹنے کے بعد ایک ہی مرتبہ اذان کہی ہے۔ وہ بھی حضرت عمر رضؓ نے جب انہیں حکم دیا۔ تو یہاں پر مراد بالمرۃ سے وہ مرۃ مراد ہے جو کہ بیت المقدس میں ہوئی تھی۔ حالانکہ یہ روایت اُس روایت کے خلاف واقع ہوتی ہے کہ بلال رضؓ برابر حضرت ابوبکر رضؓ کی خلافت میں امام حسنؓ و حسینؓ کے اصرار سے کہتے رہے اور مدینہ میں اذان کہنے کے لیے شام سے آیا کرتے تھے۔ مگر یہ کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے اذان مدینہ سے باہر نہیں دی۔ غرضنکہ یہ اُس امر کے خلاف نہیں ہے کہ آپ نے ایک خاص موقع پر حضرت عمر کے زمانے پر بیت المقدس میں اذان دی تھی۔

اِس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت بلال رضؓ مدینہ آرہے تھے تب اذان مکہ میں کہی۔ مگر کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ شہر مدینہ سے باہر اذان نہیں کہی۔ پھر اُس وقت مخالفت نہیں رہتی جیسا کہ الحاح (اصرار) حسن رضؓ و حسینؓ سے ثابت ہوتا ہے کہ اُنھوں نے مدینہ میں اس سے پہلے اذان کہی تھی۔ شائد وہ چیز پہلے گذر چکی ہے اُس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ بعد فتح بیت المقدس کے اذان کہی گئی ہے۔ بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خلفائے اربعہ کی وفات کے بعد کا ایسا واقعہ ہو۔ زین العراقی فرماتے ہیں کہ بلال رضؓ نے حضرت کی وفات کے بعد خلفاء کے زمانہ میں اذان نہیں کہی البتہ ایک مرتبہ جب عمر رضؓ شام گئے اور اُسے فتح کیا تب بلال رضؓ نے اذان کہی تھی۔ یہ اس کے کلام کا خلاصہ ہے۔ یہ تامل کا مقام ہے پہلے جو کچھ گذر چکا ہے اُس سے نتیجہ اخذ کر لینا چاہیے۔

کتاب مذکور میں ہے اور جابر رضؓ سے روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کون سی مخلوق جنت میں پہلے داخل ہوگی۔ آپ نے کہا انبیاء علیہم السلام اُس نے پوچھا پھر کون آپ نے کہا شہداء پھر اُس نے پوچھا اس کے بعد کون آپ نے فرمایا کہ بیت المقدس کے مؤذنین۔ پھر اُس نے پوچھا پھر کون آپ نے فرمایا بیت الحرام کے مؤذن

(۲۲) سیرۃ حلبی۔

پھر آپ نے کہا کہ میری مسجد کے مؤذن۔ اس کے سارے مؤذن جنت میں داخل کیے جائینگے
مؤلف کہتا ہے شرح المنہاج للدمیری کے نسخہ میں دیکھا ہے اور جابرؓ سے روایت ہے
کہ آپ نے مسجد حرام کو مسجد بیت المقدس پر فضیلت دی ہے اور بعض روایات اس کی
موافقت کرتی ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہوں گا میرے
بعد ابو بکرؓ پھر فقراء پھر مسجد حرام کے مؤذن اس کے بعد بیت المقدس کے مؤذن پھر میری
مسجد کے مؤذن اس کے بعد بقیہ مخلوق بقدر اپنے اعمال کے جنت میں داخل ہوگی۔

کتاب بدور السافرہ میں جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلعم سے
سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلعم جنت میں سب سے پہلے کون مخلوق داخل ہوگی آپ نے فرمایا
انبیاء علیہم السلام پھر آپ نے شہداء کے متعلق کہا اس کے بعد کعبہ کے مؤذن پھر اس آدمی نے
سوال کیا کہ اس کے بعد کون آپ نے کہا کہ بیت المقدس کے مؤذن۔ پھر اس شخص نے
سوال کیا آپ نے فرمایا کہ میری مسجد کے مؤذن۔ دوبارہ سوال پر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ
بقیہ تمام مسجدوں کے مؤذن بقدر اعمال کے جنت میں داخل ہونگے۔

اور اسی کتاب میں جابر سے روایت ہے کہ سب سے اول جنت کا جوڑا (لباس) حضرت
ابراہیم کو پہنایا جائیگا پھر محمد صلعم پھر اور نبیوں کو اور رسولوں کو پھر مؤذنوں کو۔ یہ بات بھی
آئی ہے کہ صحابہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ نے ہم کو چھوڑ دیا کہ ہم اذان میں آپ کے بعد
رغبت کریں تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کے بعد ایک قوم ہوگی کہ ان کے مؤذن ان کو کافی
ہوں گے۔ (کہا گیا ہے کہ یہ بات روایت میں زیادہ ہے اور روایت بھی منکر ہے اور دارقطنی
کی بھی یہی رائے ہے کہ یہ حدیث بھی محفوظ نہیں ہے۔)

یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ جس وقت مؤذن اذان کہتا ہے تو خداوند تعالیٰ اس مؤذن
کے سر پر ہاتھ رکھتا ہے اور وہ ہاتھ اس وقت تک رکھے رہتا ہے جب تک کہ وہ اذان دیتا

(۲۲) سیرۃ حلبی۔

رہتا ہے۔ اسی طرح جب وہ اذان سے فارغ ہوتا ہے تو اُس کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے اُس کے گرد خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے اور جب وہ اذان سے فارغ ہوتا ہے تو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے سچ کہا اور سچی شہادت دی اس لیے تو خوش رہ واللہ اعلم۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک یہودی تاجر کتاب سدی میں لکھتا ہے کہ ایک نصرانی مذہب شخص مدینہ میں تھا جب اُس نے موذن کو اشھد ان محمدا رسول اللہ کہتے سُنا تو بولا کہ خدا جھوٹے کو ذلیل کرے۔ دوسری روایت میں ہے کہ خداوند تعالیٰ جھوٹے کو جلا دے اُس کی خادمہ آگ لیے ہوئے داخل ہوئی اس حال میں کہ وہ سو رہا تھا اور اُس کے گھر والے بھی سو رہے تھے۔ آگ کی ایک چنگاری گر پڑی تو اُس چنگاری نے تمام گھر اور اُس کو اور اُس کے اہل و عیال کو جلا دیا بعض روایات میں ہے کہ کسی سفر میں تھے نماز صبح کا وقت قریب ہوا۔ بلال کو تلاش کیا گیا کہ اذان دیویں۔ پھر بلالؓ نہیں ملے اور سفر میں ہمیں تاخیر ہو رہی تھی۔ پھر رسول اللہ صلعم نے زیاد بن الحرث الصدائی کو اجازت دی کہ وہ اذان کہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے (بھائی اُصدار) اذان کہہ۔ صدا یمن کا ایک قبیلہ ہے)۔ زیاد بن حرث سے روایت ہے کہ آپ تے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ مجھے اپنی قوم کا امیر بنا دیجیے۔ آپ نے جواب دیا کہ مومن آدمی کے لیے امیر بننا بہتر نہیں ہے میں نے کہا کہ مجھے کافی ہے۔ پھر رسول اللہ صلعم روانہ ہوئے میں بھی اُن کے ہمراہ چلا۔ آپ کے اصحاب آپ سے بچھڑ گئے اور صبح کی روشنی نمودار ہو چکی تھی۔ پھر حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ یا اخا صدا اذان کہہ پھر میں نے اذان کہی اتنے میں حضرت بلالؓ آ گئے اور بلالؓ نے ارادہ کیا کہ اقامت کہیں۔ تب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اقامت بھی کہے جس نے اذان کہی تھی۔

اِس بات میں اختلاف ہے کہ آیا رسول اللہ صلعم نے خود اذان کہی۔ کہا گیا کہ ہاں ایک مرتبہ اذان کہی ہے اور اس بات پر بعض احادیث سے استدلال بھی کیا جاتا ہے۔

---

(۲۲) سیرۃ حلبی

اور صحیح ہے کہ رسول اللہ صلعم نے سفر میں اذان خود ہی کہی اور نماز پڑھی اور لوگ بھی اپنی سواریوں پر تھے۔ تو آپ نے اپنی سواری کو آگے بڑھایا اور اُن لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی اور اشاروں سے سجدہ کرتے تھے اور رکوع کے لیے پست ہو جاتے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اذان نہیں دی بلکہ بلالؓ کو حکم دیا کہ اذان کہو جسطرح بعض احادیث میں ہے۔ کتاب ہدیٰ میں ہے کہ فرض نماز اُن لوگوں کے ساتھ سواریوں پر پڑھی چونکہ بارش ہوئی تھی اس لئے کیچڑ بہت تھا۔ مسند امام احمدؒ اور ترمذی شریف میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم ایک تنگ مقام پر پہنچے اور آپ کے ہمراہ آپ کے صحابہؓ بھی تھے۔ آسمان سے بارش ہو رہی تھی۔ نیچے پرنالے بہ رہے تھے پھر آپ نے اُن لوگوں کے ہمراہ نماز ادا کی مفصل حدیث مجمل حدیث کا مطلب واضح کر رہی ہے۔ دوسری روایت میں ہے اذن اختصاراً۔ مختصر اذان دی یعنی اذان کا حکم دیا۔ اور یہ مجملاً اُسی طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے خود اذان اپنی سواری پر دی اور اقامت بھی کرائی۔ اور روایت کی گئی ہے کہ بلالؓ اشہد کے شین کو سین کہا کرتے تھے تو حضرت نے فرمایا کہ بلالؓ کا سین اللہ کے نزدیک شین ہے۔ ابن کثیرؒ کا خیال ہے کہ روایت سین اور شین فی الجنہ اصل نہیں ہے۔

بلالؓ اور ابن مکتوم صبح کی اذان باری باری دیا کرتے تھے۔ اول اذان نصف اوّل رات گذرنے پر ہوتی اور دوسری اذان صبح طلوع ہونے پر۔ بخاری و مسلم کی روایتوں میں ہے کہ بلالؓ جب رات میں اذان دیں تو کھاؤ پیو یہاں تک کہ ابن مکتوم جب اذان دیں تو رک جاؤ۔ مسلمؒ ابن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بلالؓ کی اذان سے کوئی شخص تم میں نہ رُکے یا آپ نے یہ فرمایا کہ بلالؓ کی اذان سحری کے لیے ہوتی ہے یا اس لیے اذان دی جاتی ہے کہ تمہارا قیام کرنے والا آرام کی طرف چلا جائے اور سونے والا بیدار ہو جائے نصف اول کے بعد تہجد میں قیام کرنے والا اپنی سواری کی طرف جا کر سو جائے تاکہ صبح کو

چست اور پھرتیلا ہو کر اُٹھے اور سونے والا بیدار ہو جائے تاکہ صبح کی تیاری کرے۔ کتاب ہدیے
یں روایت اس کے برعکس ہے کہ جب ابن مکتوم رات میں اذان دیں تو کھاؤ پیو یہاں
تک کہ بلالؓ اذان دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں احادیث میں کوئی قلب نہیں ہے
دونوں اذانیں دیا کرتے تھے۔ کبھی بلالؓ رات کی اذان دیتے تھے اور ابن مکتوم صبح کی
دوسری اذان دیا کرتے تھے۔ اور اس کے برعکس بھی ہوا کرتا تھا۔ ہر حدیث باعتبار نطق کے
موجود ہے۔ اور اُن دونوں کی اذان میں اتنا فرق تھا کہ ایک چڑھتا تھا۔ اور دوسرا اترتا
تھا یعنی موذن اول اپنی اذان کے بعد نیچے اُترتا تھا۔ اور مؤذن ثانی اوپر جاتا تھا۔ جو اذان
پہلے دیتا تھا۔ وہ اذان کے بعد ٹھہر جاتا تھا اور دعا پڑھا کرتا تھا۔ پھر صبح کا انتظار کرتے تھے
جب صبح کا وقت قریب ہوتا تھا وہ اُتر کر اپنے ساتھی کو خبر دیتا تھا۔ پھر وہ مینار کے
اوپر چڑھتا اور فجر کی اذان کہتا۔ یہی اس حدیث کا مطلب ہے۔ ایک روایت اور ہے
کہ ابن مکتوم چونکہ نابینا تھے۔ اس لیے جب تک اُن سے یہ نہ کہا جاتا تھا کہ صبح ہوگئی صبح
ہوگئی، اذان نہ دیتے تھے اور ابن عمر سے روایت ہے کہ ابن ام مکتوم فجر کا راستہ دیکھتے
تھے کبھی اُن سے خطا نہیں ہوئی۔ ابو داؤد میں ابن عمر سے ایک روایت ہے کہ بلالؓ
نے فجر سے پہلے اذان کہی رسول اللہ صلعم نے حکم دیا کہ جاؤ اور یہ کہو کہ بندہ سو گیا تھا۔ پھر
لوٹے اور انہوں نے یہ الفاظ کہے۔

اور شاید یہ ابن مکتوم کو مؤذن بنانے سے پہلے کا واقعہ ہے کیونکہ بلالؓ کی اذان
اُس مرتبے میں ابن ام مکتوم کی اذان کے بعد ہوا کرتی تھی۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اس میں
کوئی مخالفت نہیں رہتی۔ جمعے میں صرف ایک اذان ثابت ہے جب رسول اللہ صلعم ممبر
پر بیٹھ جاتے تھے تب آپ کے سامنے اذان کہی جاتی تھی۔ اور ہمارے فقہا نے بخاری کی
اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے۔ وہ روایت سائب ابن یزید سے کی گئی ہے انہوں

---

(۶۲) سیرۃ حلبی

نے کہا کہ جمعہ کی اذان اُس وقت دی جائے جب امام ممبر پر بیٹھے۔ اور رسول اللہ صلعم حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ تینوں کے زمانے میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ اور یہ بات نہیں ہے کہ اذان سامنے ہوتی تھی۔ لیکن جب مسلمان زیادہ ہو گئے۔ تو حضرت عثمانؓ نے دوسری آذان کا حکم دیا۔ اور کہا گیا ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں ہوا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ امیر معاویہ کے زمانے میں ایسا ہوا ہے کہ وہ اذان مینارے پر چڑھ کر دیا کرتے تھے بعض عبارتوں میں یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ سنہ ۲۴ھ میں حضرت عثمانؓ نے مقام زوراء پر جمعے کے دن اذان دلوائی۔ تاکہ لوگ اس آذان کو سن کر مسجد کی طرف آجاویں۔ اول وہ شخص جس نے اُس کو مکہ میں رائج کیا حجاج تھا۔

اذان سے پیشتر تذکیر یعنی تسبیح پڑھنا بدعت ہے۔ کیونکہ تذکیر و تسبیح کی ابتدا ناصر محمد بن قلاؤون کے زمانہ میں ہوئی۔ اور یہ [illegible] کے بعد کا واقعہ ہے۔

الصلاۃ والسلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی درود کا پڑھنا مینارہ پر ختم اذان کے بعد یہ بھی بدعت ہے جو مغرب کے سوا تمام اذانوں کے بعد پڑھتے ہیں اور اس کی ابتدا سلطان منصور حاجی بن الاشرف شعبان بن حسن محمد قلاؤون کے زمانہ میں بحکم محتسب نجم الدین الطنبدی قرن ثامن کے اواخر میں ہوئی اور چنانچہ مؤلف کتاب انسان العیون کے زمانہ میں بھی رائج تھی اور اب بھی بعض غلطی سے پڑھتے ہیں لیکن صبح میں اذان ثانی کے بعد نہیں پڑھتے۔ بلکہ اول اذان اول میں پڑھتے ہیں نیز اذان جمعہ کے سوا اول وقت کی تمام اذانوں میں پڑھتے ہیں لیکن اذان صبح ثانی اور اذان جمعہ مذکور کو چھوڑ کر اول کی تمام اذانوں میں الصلاۃ .... یہ بھی کہا جاتا ہے جو صلاح الدین بن ایوب کے زمانہ میں ایجاد ہوئی تھی۔ شائد اول میں یہ مصلحت ہے کہ سونے والا بیدار ہو جائے لیکن ثانی میں حصول تکبیر فی الجمعہ مطلوب ہے

(۲۲) سیرۃ حلبی۔

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ الصلاۃ ......۔ فراغت اذان کے بعد سنت ہے۔
مسلم کی روایت ہے کہ جب تم مؤذن کی اذان سنو تو تم بھی اسی طرح کہو جیسا کہ
وہ کہتا ہے۔ پھر نماز پڑھو اور اقامت کو بھی اسی پر قیاس کیا جائے۔ کیونکہ اذان اور
اقامت مواطن میں سے ہیں۔ کہ جس سے اس میں الصلاۃ والسلام علی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنا مستحب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ نص قرآنی ورفعنا
لک ذکرک کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں (لا اذکر الا وتذکر معی) لیکن دونوں
سے فراغت ہونے کے بعد نہ کہ ابتداء میں۔ جیسا کہ بعض رومی اقامت نماز کے وقت
کہتے ہیں۔ جب کہ اقامت کی ابتداء ہوتی ہے۔ اللھم صل علی سیدنا محمد
اللہ اکبر۔ فان ذالک بدعۃ۔

مئذنہ یا منارۂ اذان

ہم نے اذان کی بحث میں یہ مطالعہ کر لیا ہے کہ اذان کی ابتدا اول سال ہجرت سے مدینہ منورہ میں ہو گئی تھی۔ اور عام طور پر ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ اذان کو اُونچی جگہ سے ادا کرنا نہایت مناسب سمجھا گیا ہے۔ اور یہ وہ فعل ہے جس کا عمل بذات خود اس کے لیے صحیح مقام اور اصول وضع کر لیتا ہے یعنی اذان دینے کے لیے مسجد میں عام طور پر ایک تعین مقام ہو جاتا ہے جسے اسی سے اخذ کر کے مئذنہ کہا ہو گا اور اسے اہل لغت نے منارہ یا صومعہ بھی کہا ہے۔ کیونکہ حضور کی حیات میں اکثر واقعات ملتے ہیں کہ آپ کے سامنے آپ کے ارشاد کے مطابق اذان کو ذرا بلند مکان سے ہی ادا کیا گیا تا کہ لوگ آسانی سے سن لیں۔ اگرچہ حضور کی زندگی میں مئذنہ نے کوئی خاص شکل وصورت اختیار نہیں کی تھی جس طرح ممبر برائے خطبہ مسجد میں لایا گیا تھا۔ البتہ ابن اسحاق نے عروہ بن الزبیر سے ایک بنی نجار کی عورت سے نقل کیا کہ میرا گھر مسجد کے گرد مکانوں سے زیادہ طویل تھا تو بلال رضؓ صبح کی نماز کی اذان اسی پہ چڑھ کر دیا کرتے تھے۔ وہ ہر صبح سحر کے وقت آکر مکان پر بیٹھ جاتے اور فجر کا انتظار کرتے۔ جب آپ دیکھ لیتے تو انگڑائی لیتے پھر قبل اذان کہتے:-

اللّٰھم انی احمدك واستعینك	اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں اور قریش کے لیے تیری
علی قریش ان یقیموا علیٰ دینك -	مدد چاہتا ہوں کہ وہ تیرے دین پر قائم ہو جائیں۔

---

(۳۲) سیرۃ حلبی

تو وہ عورت بیان کرتی ہے کہ اس کے بعد آپ اذان دیتے اور اللہ کی قسم میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے ایک رات بھی یہ عمل نہ کیا ہو۔ اس سے صاف واضح ہوگیا کہ آپ کسی قسم کے منارہ یا باقاعدہ بلند جگہ کا انتظام نہ ہونے کے باوجود دوسروں کے مکان پر چڑھ کر اذان دیتے رہے۔ اور اسے آپ نے خود بخود مئذنہ مقرر کر لیا تھا کہ لوگ آسانی سے دور دور تک سُن لیں۔ جس سے یہ ایک واضح دلیل ہے کہ اذان کو بلند مکان سے دیا جائے۔ ہم نے دیکھا کہ جب آپ نے مکہ معظمہ کو فتح کیا تو اس وقت بھی آپ نے حضرت بلال رضؓ کو خاص کر بلند مکان پر چڑھ کر اذان دینے کے لیے ارشاد فرمایا تاکہ تمام اہل مکہ سن لیں اور یہ ایک طرح اعلان اسلام بھی ہوگا جسے فتح مکہ کے تحت مفصل بیان کر دیا ہے۔

یہاں یہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے اسلامی فنون برعکس دوسرے مذاہب کے فنون کے ہمیشہ اپنے عمل وفعل سے کسی فنی شکل وصورت کو تابع کرتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب یہ حکم ہے کہ کوئی شخص کسی اور شخص سے نماز پڑھتے ہوئے آگے سے نہ گذرے، تو اس کے لیے نمازی کو شارع علیہ السلام نے حکم دیا کہ ایک سترہ اپنے آگے لگا لے۔ جسے عرف عام میں سترۃ المصلی کہتے ہیں اور اس کے ارتقا سے مسجد کے محراب کا وجود ہوا بلکہ تمام مسجد کا وجود بھی اسی اصول کے تحت ہوگا۔ غرضیکہ اذان کے لیے مئذنہ وجود میں آیا اور اس کی ایک علیحدہ صورت آں حضرت صلعم کے بعد ملتی ہے اگرچہ ذہن میں ضرور تھی۔ چنانچہ متذکرہ بالا واقعات حیات حضرت بلال رضؓ کو مدنظر رکھ کر ہم دیکھتے ہیں کہ جب فتوحات اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہوا اور بصرہ۔ کوفہ۔ مصر میں مساجد تعمیر ہوئیں۔ ان کی ابتدائی تعمیر کو آہستہ آہستہ اعلیٰ سے اعلیٰ بنایا گیا۔ جب مصر میں حضرت عمرو بن العاص نے فوراً فتح کے بعد وہاں اس مقام پر جسے تاریخ میں قسطاط کہتے ہیں سنہ ۲۱ھ میں مسجد تعمیر کی اور یہ زمانہ حضرت عمر کا تھا بعض روایات سے ملتا ہے کہ اس میں آپ نے مئذنہ بھی الگ برائے اذان وضع کیا جسے حضرت عمر رضؓ نے

(۲۲) سیرۃ حلبی ط ۱ (۱) ص ۲۴۸

پسند نہیں کیا مگر جب حضرت معاویہؓ کا زمانہ آیا تو اس مسجد میں اس کے چاروں کونوں پر ۵۳ھ میں چار صوامع یا مینار بنائے گئے اور اسلام میں یہ سب سے اول مسجد تھی جس میں باقاعدہ مینار بنائے گئے اور اس کے بعد فوراً مساجد بصرہ و کوفہ میں بنائے گئے اور جب حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے جو اموی خلافت کے زمانہ میں مدینہ کے والی تھے ۔ ۸۸ھ میں مسجد نبوی کو از سر نو تعمیر کیا تو اس وقت مسجد کے کونوں پر مینار بنوائے جو پہلا موقع تھا ۔ پھر اس کے بعد مئذنہ یا منارہ برائے اذان مسجد کا ایک لازمی جزو قرار دیدیا گیا ۔ اور بعض مقام میں مئذنہ پر کے اوپر روشنی بھی کی جاتی تھی جس وجہ سے زیادہ موزون طریق پر اسے مینارہ کہنا شروع کر دیا گیا ۔ چنانچہ جب دمشق میں ولید نے اپنی مسجد جسے عام طور پر مسجد اموی کہتے ہیں تعمیر کی تو اس پر تین مینارے بنائے ۔ دو تو مسجد کے ایوان پر اور ایک مسجد کے دروازہ پر ۔ غرضیکہ یہ کوئی تعین نہ رہا کہ کتنے مینار ہونے چاہییں کیونکہ یہ ضرورت کو اور موزونیت کو پورا کرتے تھے اور نہ اس کے لیے کوئی شریعت میں تشریحی احکام ہیں کہ واقعی اتنے یا اس طرح تعمیر ہوں ۔ ایک وقت آیا کہ مسجد نبوی میں چھ مینار ہو گئے اور خانۂ کعبہ کے حرم میں سات آج بھی ہیں ۔ آج پھر مسجد نبوی میں چار موجود ہیں ۔ مگر ۲۵۳ھ میں جب خلیفہ متوکل عباسی کے زمانہ میں عراق کے شہر سامرہ میں دنیا میں سب سے بڑی مسجد تعمیر ہوئی تو اس کا ایک ہی منارہ یا مئذنہ بنایا گیا اور وہ پیچدار منارہ اپنی تعمیری خوبی کی وجہ سے وہاں آج بھی "ملویہ" کہلاتا ہے ۔ اور اس کے بعد جب سامرہ میں دوسری مسجد "ابو دلف" کے نام سے تعمیر ہوئی تو اس کے لیے بھی اسی ملویہ کے طریق پر ایک ہی مئذنہ بنایا گیا ۔ اس صورت سے بعض مساجد ایک مینار والی کہلاتی ہیں ۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جب مصر میں مساجد کا زور ہوا تو وہاں جب ابن طولون نے ۲۸۳ھ میں مسجد بنائی جو سب سے بڑی مسجد وہاں ہے چونکہ ابن طولون عراق سے آیا تھا اس لیے

(۲۲) سیرۃ حلبی

"ملویہ" کے نقشِ قدم پر وہاں ایک اور ہی وضع کا مئذنہ بنوایا۔ جو آج بھی موجود ہے۔ اسی طرح قیروان میں جو مسجد نافع بن عقبہ نے ۵۱ھ میں قائم کی اس کا بھی ایک ہی مینار رہا ہے اور یہی مینار اندلس تک مساجد کے ساتھ بنائے گئے۔ اور جب مسلمان فتح کرتے ایران و توران تک پہنچے تو وہاں بھی جو مساجد تعمیر کیں وہاں ان کے ساتھ مینار بنائے۔ آج حسنِ اتفاق سے سب سے قدیم مینار اصفہان میں مینار علی اور مینار سبین ہیں جو ۵۰۵ھ کی تعمیر ہیں جو اُن پر لکھا ہے۔ بلکہ ان میں اندر سے اُن کے اُوپر جانے کا راستہ بھی ہے۔ اور بعض شواہد سے ملتا ہے کہ مسلمانوں نے وسطِ ایشیا میں جو مساجد بنائیں اُن میں بھی یہ تھا جس کے لیے خاص طور پر مسجد مرو بیان کی جاتی ہے جو ۵۲۳ھ کی تعمیر ہے۔ جب مسلمانوں نے ہندوستان ۵۸۹ھ میں فتح کیا تو دہلی میں مسجد قوۃ الاسلام ۵۹۴ھ میں بنائی جس کا قطب مینار ایک لاثانی عمارت ہے اور کئی میلوں تک دیکھا جاتا ہے جس کے متعلق کئی قسم کے اعتراض بھی کیے جاتے ہیں مگر خوش قسمتی سے افغانستان کے علاقہ مقام فیروزکوہ میں حال ہی میں مینار جام کا انکشاف ہوا ہے جو قطب مینار کا صحیح نمونہ ہے اور تاریخی حیثیت سے یہ ایک عجیب و غریب اتفاق ہے کہ اول دہلی میں قطب مینار در اصل سلطان معز الدین محمد بن سام غوری کے عہد میں تعمیر ہوا اور مینار جام اس کے بھائی غیاث الدین محمد بن سام غوری کے عہد میں ۵۸۳ھ میں تعمیر ہوا۔ دونوں میں بہت حد تک مماثلت ہے۔ فرق محض اسی قدر ہے کہ اول پتھر کی تعمیر ہے اور دوسرا اینٹ کی تعمیر ہے مگر خاص کر شمالی ہند کو جب سلطان محمود غزنوی نے ۴۱۰ھ میں فتح کر لیا اور اپنا مقام لاہور وضع کیا تو یہاں ایک مسجد تعمیر کی اور قلعہ میں ایک منارہ بھی تعمیر کیا۔ اور اس سے قبل وہ غزنہ میں وہ مینار بنا چکا تھا جو آج بھی غزنہ میں موجود ہے جن پر اُن سلاطین غزنہ کے نام اور تاریخیں کندہ ہیں اور ہندوستان میں بھی بعض ایسی مساجد ابتدا سے ہی موجود

---

(۱۲) سیرۃ حلبی

ہیں جن کے ایک ایک مینار ہیں۔ اور وہ واقعی بصورت مئذنہ تعمیر ہوئے۔ اور آج وہ ایک مینار والی مسجد کہلاتی ہیں۔ اس کی سب سے بڑی مثال قطب مینار دہلی ہے۔

مگر منارہ جو اسلام میں مساجد کے ساتھ بطور مئذنہ کے ظہور میں آیا اور یہ حضرت بلالؓ کے بلند مکان سے اذان دینے کی وجہ سے فن تعمیر اسلامی کی خصوصیت تھا تو اس میں کیا کیا اختراعات تعمیر کی گئیں اور کیا کیا اس کے ڈیزائن بنائے گئے اور تعمیری خوبصورتی کے توازن کو قائم رکھنے کی غرض سے اس کے علاوہ مساجد کے مقبروں پر بھی استعمال کیا گیا۔ چنانچہ ہندوستان میں دیکھتے ہیں کہ تاج محل کی عمارت کے چاروں کونوں پر چار مینار ہیں۔ اسی طرح لاہور میں جہانگیر کے مقبرہ پر بلکہ آگرہ میں اکبر کے روضہ کے دروازے کے چاروں کونوں پر سنگ مرمر کے چار مینار ہیں جس طرح لاہور میں ملتان روڈ پر ایک باغ جہاں آرا بیگم بنت شاہ جہاں نے ۱۰۵۶ھ میں تعمیر کیا تھا جس کا ایک دروازہ ہی آج باقی رہ گیا ہے اور اس کے کونوں پر مینار نما برج ہیں اور اس عمارت کو ان برجوں کی وجہ سے اس کا نام "چوبرجی" ہی مشہور ہو گیا ہے۔

غرضیکہ حسن تعمیر اسلامی میں منارہ کو آج بہت اہمیت ہے کیونکہ مسلمانوں نے اس میں بے شمار اختراعات کی ہیں اور یہ سب مئذنہ کی وجہ سے ظہور میں آئی ہیں۔

اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

منتظمِ خانۂ نبوی صلعم

جب مدینہ منورہ میں نظم نبوت مستحکم ہوگیا اور نور نبوت کی کرنیں تمام عالم میں بحکم خداوندی پھیل گئیں تو ہر متنفس شوقِ دیدار میں مضطرب نظر آتا تھا کہ جس آفتاب کی شعاعوں کی گرمی و روشنی نے ہمارے قلوب کو مائل کر لیا ہے اصل بقعۂ نور کا کیوں نہ مشاہدہ اور اس نور سے کیوں نہ استفادہ کیا جائے۔ چنانچہ حق کے متلاشی مدینہ منورہ میں دور دراز سے تشریف لاتے رہتے۔ غرضیکہ ان تمام نو وارد زائرین کا تعلق بحیثیت مہمان یا مسافر آستانۂ نبوت سے ہوتا تھا۔ اس حیثیت سے اُن کی میزبانی و تواضع بھی کی جاتی اور اس اہم خدمت کے لیے حضرت بلالؓ مامور تھے۔ جسے وہ نہایت احسن طریق پر ادا کرتے اگر خدانخواستہ خانۂ نبوی میں بعض اوقات اتفاق سے خاطر خواہ انتظام نہ ہوتا تو حضرت بلالؓ کو ہی یہ تمام انتظام کرنا پڑتا خواہ قرضہ ہی لینا پڑتا۔ بعض اوقات ایسے ایسے مفلوک الحال اشخاص قبولِ اسلام اور تفہیم اسلام کی خاطر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اُن کے لیے کھانا مہیا کرنے کے علاوہ کپڑا تک کا انتظام کرنا پڑتا اور ان ضرورتوں کو عام طور پر مالِ غنیمت یا ہدیوں وغیرہ سے پورا کیا جاتا۔ ورنہ قرضہ بھی اُٹھایا جاتا اور جو آمدنی کی صورت تھی۔ وہ بھی واضح ہے۔

منذر بن جریرؓ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلعم کی خدمت میں نصف

عہ (۲۵) باب الرحمٰن

النہار میں حاضر ہوئے۔ قبیلۂ مضر کی ایک جماعت برہنہ پا و برہنہ تن تلواریں گلے میں لٹکائے ہوئے حاضر ہوئی۔ آں حضرت صلعم کا چہرۂ مبارک اُن کو مفاوک الحال دیکھتے ہی متغیر ہو گیا۔ آپ گھر میں داخل ہوئے پھر نکلے تو بلال رض کو اذان و اقامت کا حکم دیا۔ نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا۔

یاایہا الناس اتقوا ربکم الذی	اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے
خلقکم من نفس واحدۃ وخلق	تم کو ایک نفس سے پیدا کیا اس سے جوڑا پیدا
منہا زوجہا و بث منہما رجالا کثیرا	کیا ان دونوں سے مرد و عورتیں بے شمار پھیلائیں۔
و نساءً واتقوا اللہ الذی تساءلون	اللہ سے جس سے تم مانگتے ہو ڈرو اور اپنی قرابت
بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا	سے تحقیق اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔
یاایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ و	اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو
لتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا	تاکہ نفس دیکھ لے جو کچھ کل آنے والے کے لیے
اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون۔[1]	بھیجا ہے اللہ سے ڈرو تحقیق اللہ تعالیٰ سب کچھ
(نساء)	جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

لوگوں نے دینار، درہم، کپڑے، صاع بھر گیہوں اور کھجوریں صدقہ کیں۔ آپ نے فرمایا خواہ نصف کھجور ہی ہو صدقہ کرو۔ جونہی کہ ایک شخص انصار میں سے آیا اُس کے پاس تھیلی تھی جس کے بوجھ سے اُس کی ہتھیلی پھٹی جاتی تھی سلام کیا آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمکنے لگا گویا اُسے سونا پلا دیا ہے، رسول اللہ صلعم نے فرمایا جس نے اسلام میں اچھی مثال قائم کی اُس کے لیے اس کا اجر ہے اور جس نے بعد میں اس پر عمل کیا اُس کے لیے اجر ہے۔ جس نے اسلام میں بُری مثال قائم کی اس پر اس کا گناہ ہے اور جس نے بعد میں اس پر عمل کیا بدوں ان کے گناہ میں کمی ہونے کے پھر بھی اُس کے لیے گناہ ہے۔[2]

---

[1] قرآن کریم [2] (۳۸) ص ۳۵۵/۴

عبداللہ الہوزنی[1] بیان کرتے ہیں کہ میں نے بلالؓ موذن رسول اللہ صلعم سے حلب میں ملاقات کی، آپ سے دریافت کیا اے بلال! فرمائیے کہ آں حضرت صلعم کے گھر کے خرچ اخراجات کا کیا حال تھا حضرت بلالؓ نے جواب دیا کہ آپ کے پاس کوئی مستقل انتظام نہ تھا۔ میں ہی تھا جو بعثت سے لے کر وفات صلعم تک اس امر پر متمکن تھا کہ جب کبھی کوئی مسلمان آدمی آپ کی خدمت میں آتا تو آپ اُسے ننگا مفلوک الحال دیکھ کر مجھے حکم دیتے۔ میں ادھر ادھر سے انتظام کر کے چادر خرید کر اُسے پہناتا اور کھانا تک کھلاتا۔ حتےٰ کہ مشرکین میں سے ایک شخص نے مجھ پر اعتراض کیا۔ اے بلال میں بہت مالدار ہوں آپ سوائے میرے کسی سے قرضہ نہ لیا کریں۔ میں نے اس سے قرضہ لیا جب ادا کرنے کا دن قریب آیا اور میں نماز کے لیے اذان کہنے کو کھڑا ہو ہی رہا تھا، کہ جونہی وہ مشرک تجار کی جماعت کو لے کر آموجود ہوا۔ اُس نے مجھے دیکھ کر کہا اے حبشی! میں نے جواب دیا لبیک، میری طرف ترشروئی سے دیکھ کر سخت سست کلام کی اور مجھے مخاطب ہو کر کہا۔ تم نہیں جانتے کہ تمہارے ایک مہینے کے وعدہ کے درمیان کس قدر زمانہ باقی رہ گیا ہے۔ میں نے کہا قریب ہے۔ اُس نے کہا تمہارے ایک مہینہ کے درمیان محض چار یوم باقی ہیں۔ میں تم کو قرضہ کے بدلے پکڑ لوں گا اور بکریاں چرانے پر لگا دوں گا۔ جیسا کہ تم قبل اسلام میں تھے۔ میرے دل میں تردد پیدا ہوا جو عام طور پر لوگوں کو ہوا کرتا ہے۔ میں نے عشا کی نماز ادا کی۔ رسول اللہ صلعم گھر مبارک کی طرف تشریف لائے۔ میں نے آپ سے اجازت طلب کی آپ نے اجازت دی تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں جس مشرک سے میں نے قرضہ لیا تھا مجھے اس نے ایسا ایسا کہا ہے۔ اور جس کا مجھ سے تقاضا کیا گیا ہے نہ آپ کے پاس ہے اور نہ میرے پاس۔ وہ مجھے رسوا کرنے والا ہے۔ آپ مجھے حکم دیں کہ بعض

---

[1] سیرۃ ابن ہشام (۱) و (۲)۔

قبائل کی طرف بھاگ جاؤں جو مسلمان ہو چکے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ توفیق عطا کرے جس سے میں قرضہ ادا کر دوں۔ میں نکل کر اپنے گھر کی طرف آیا۔ اپنی تلوار، جراب وجوتا اور ڈھال کو اپنے سر کے پاس رکھ لیا حتیٰ کہ صبح کی اول کرن نمودار ہوئی۔ میں نکلنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک شخص یا بلال یا بلال پکارتا ہوا دوڑ کر آ رہا تھا۔ آں حضرت صلعم نے آپ کو طلب کیا ہے[1]۔ میں نکل کر آپ کے پاس آیا جب کہ چار اونٹ اسباب سے لدے ہوئے بیٹھے تھے۔ میں نے اجازت طلب کی مجھے حضور صلعم نے فرمایا خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس آپ کی حاجت روائی اور قرضہ ادا کرنے کے لیے سامان بھیج دیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تم نے چار اونٹ بیٹھے ہوئے اسباب سے لدے ہوئے نہیں دیکھے۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے کہا اونٹوں پر جو کچھ از قسم لباس و غلہ ہے قبضہ میں کر لو آپ ہی کے لیے ہے۔ اور حضور نے فرمایا کہ یہ تمام اونٹ میرے پاس سردار فدک نے ارسال کیے ہیں اپنا قرضہ ادا کرو پس میں نے ادا کر دیا۔ پھر میں مسجد کی طرف چلا گیا جب کہ رسول اللہ صلعم مسجد میں کھڑے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا آپ نے دریافت کیا کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا اُس سے کیا کیا؟ میں نے کہا جو کچھ رسول اللہ صلعم پر واجب الادا تھا ادا کر دیا کچھ قرض بھی باقی نہیں رہا آپ نے دریافت کیا کچھ سامان بچ رہا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا دیکھو مجھے اس سے راحت ہو گی کہ میرے گھر میں داخل ہونے کے قبل اس میں سے کچھ بھی نہ رہے۔ جب رسول اللہ صلعم نے نماز عشا ادا کی مجھے بلایا دریافت کیا کہ جو کچھ تمہارے پاس تھا کیا ہوا۔ میں نے عرض کی وہ ابھی میرے پاس ہے۔ میرے پاس کوئی بھی نہیں آیا۔ رسول اللہ صلعم مسجد ہی میں لیٹ گئے یہاں تک کہ آپ نے دوسرے دن کی نماز عشا ادا کی۔ مجھے پھر بلایا اور دریافت فرمایا کہ جو کچھ تمہارے پاس تھا کیا ہوا! میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کو اللہ تعالیٰ خوش کرے آپ نے خوف کرتے ہوئے تکبیر و حمد کی اور فرمایا کہ وہ کون ہے جسے موت آ جائے اور اُس

---

[1] (۲۷) صفحہ ۲۹/۲ ویسے ترمذی میں حضرت علی سے مروی ہے۔

کے پاس مال ہو۔ پھر حضرت بلالؓ بیان کرتے ہیں میں آپ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ ازواج مطہرات کے ہاں تشریف لائے۔ ہر ایک کو آپ نے سلام کیا حتیٰ کہ اپنے سونے کی جگہ پر تشریف لے گئے۔

یہاں تک ہی نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ بعض اوقات ایسے اشخاص کی حالت دیکھ کر جو آپ کے پاس قبول اسلام کی خاطر حاضر ہوتے تمام صحابہؓ کو جمع کر کے خطبہ دیتے اور اُن کو صدقہ کی بھی ترغیب دیتے[1]

ایسے واقعات بے شمار آپ کو پیش آتے رہے ہیں کہ جب آپ کے پاس مہمانوں کی میزبانی کے لیے قرض یا لوگوں کو ترغیب دینی پڑتی۔ چنانچہ یہی حالت اخیر ایام تک رہی جیسا کہ آپ نے اپنی لوہے کی ذرع مبارک کو یہودی ابی شحم کے ہاتھ تین صاع جَو کے بدلے رہن کر دیا تھا حتیٰ کہ آپ کا انتقال ہوا اور بعد میں حضرت علیؓ نے اُسے فک الرہن کرایا۔

غرضیکہ یہ شاہنشاہ کونین کی دنیوی حیثیت تھی جس سے کسریٰ و قیصر جیسے جلیل القدر بادشاہ کانپتے تھے[2]

---

[1] (۳۸) ص ۳۵۵/۴ + [2] (۲۵) کتاب الرہن +

غزواتؔ[1]

مؤلفین سیر نے یہ صراحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ حضرت بلال رضؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ غزوات میں حصہ لیا۔ جس سے یہ تخصیص اُٹھ جاتی ہے کہ آپ نے فلاں غزوہ میں حصہ لیا اور فلاں میں نہیں۔ مگر ساتھ ہی تمام مؤلفین نے حضرت بلال کے بعض خاص خاص کارناموں کو بالصراحت بعض بعض غزوات کے ضمن میں بیان کیا ہے جو آپ کی ذات ہی سے مختص تھے، اس لیے ذیل میں ان تمام غزوات کا مختصر سا حال معہ حضرت بلال رضؓ کے کارناموں کو بیان کیا جاتا ہے جن میں حضرت بلال کا ذکر خاص ملتا ہے۔ ویسے تمام غزوات وسرایا کی تعداد تحقیق سے ۷۹ کی جاتی ہے[2]۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلعم کو جب جہاد کی کفار کے خلاف برائے تبلیغ اسلام یا تحفظ حقوق اجازت دی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا ان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر۔ (سورہ حج ۳۹)	یعنی جن سے لڑائی کی جاتی ہے اُن (مسلمانوں) کو بھی اب لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا جا رہا ہے اور خدا اُن کی مدد پر یقیناً قادر ہے۔

پھر کیا تھا تبلیغ اسلام کے لیے حضورؐ نے بعض قبائل کی طرف پیغام تبلیغ ارسال کیے اور ان لوگوں نے بجائے اسلام قبول کرنے کے جنگ و جدال پر اُتر آئے اس لیے بے شمار

---

[1] اس باب کے لیے تمام کتب سیر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ [2] (۲۱) +

غزوات و جنگ حضورؐ کی حین حیات میں پیش آئے صحیح مسلم[1] میں آیا ہے کہ حضورؐ نے انیس غزوات کیے اور سولہ یا سترہ میں خود حصہ لیا۔ مگر غزوات اور سرایا کی تعداد کا اگر صحیح شمار کیا جائے تو اسی کے قریب ہے۔

جنگ کی تیاری خاص طریق سے کی جاتی تھی۔ باقاعدہ اعلان ہوتا اور معذور لوگوں کو مدینہ ہی میں رہنے کی اجازت دی جاتی اور بعض اوقات دیگر صحابہ کو بھی خاص طور پر مدینہ میں غیر حاضری میں تحفظ کے لیے چھوڑ دیا جاتا۔ عام طور پر ابن ام مکتوم رض کے متعلق ملتا ہے کہ وہ ہمیشہ بوجہ اعمٰی ہونے کے مدینہ میں ہی رہتے اور حضورؐ کے مؤذن حضرت بلال رض کی عدم موجودگی میں وہ مؤذن کے فرائض ادا کرتے تھے۔ اعلان کے تحت عام صحابہ شوقِ جہاد میں اپنے اپنے ہمراہ اپنی استطاعت کے مطابق مال و اسباب بھی لاتے تاکہ زیادہ اجر ملے اور بعض اوقات غزوات کے علاوہ حضور صلعم سریہ کے لیے بعض صحابہ کو ارسال فرماتے۔

حارث بن یزید البکری بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ آیا تو مسجدِ نبوی میں داخل ہوا۔ جبکہ حضور صلعم لوگوں کے درمیان تھے اُس وقت سیاہ جھنڈے لہرا رہے تھے۔ اور بلال رض آں حضرت صلعم کے سامنے تلوار لٹکائے کھڑے تھے۔ میں نے کہا لوگوں کی یہ کیا شان ہے تو جواب ملا کہ حضور صلعم حضرت عمرو بن العاص رض کو سردار بنا کر بھیج رہے ہیں[2]۔

بدر

اِس نام سے دراصل دو غزوے ہوئے۔ بدر چشمۂ آب یا چاہ کا نام ہے۔ اول جنگ ربیع الاول ۲ھ میں ہوا۔ جبکہ مخالفین بھاگ گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کے مویشی لوٹ لیے تھے۔ اِس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اُن کے تعاقب میں تشریف لے گئے تھے۔ پھر دوسری جنگ عظیم اسلام اسی مقام پر جمادی الآخرہ ۲ ہجری میں ہوئی جب کہ اہلِ اسلام فتحیاب ہوئے۔ اور اس جنگ میں مخالفوں کے بہت سے سردار مارے گئے۔ شوکتِ اسلام

ص[1] (۳۰۶) باب الجہاد + [2] (۲۸) ص۱۶۰/۱ و (۱۴) ص۲۲/۹ و (۲۱)

ان کے دلوں میں بیٹھ گئی۔ جنگ سے پہلے سرورِ عالمؐ نے ہر ایک سردار مخالفین کے مارے جانے کی جگہ بتا دی تھی۔ اس جنگ میں پانی کی سخت پریشانی لاحق ہوئی۔ حضور صلعم کی دعا سے خوب موسلا دھار بارانِ رحمت ہوئی۔ حضور صلعم کے ایک خاک کی مٹھی پھینکنے سے مخالف منتشر ہو گئے ستر آدمی قید ہو کر آئے تھے۔ اہلِ بدر کی فضیلت میں بہت سی احادیث ہیں۔ وجہ فضیلت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے دین کی مدد کی۔ مخالف لوگ فرائض اسلام کو ادا نہیں کرنے دیتے تھے اور مسلمانوں پر حملہ کرتے تھے، انہیں روکا اور اسلام کی تائید کی۔ ایسا ہی جو شخص مذہب مقدس اسلام کی تائید کرتا ہے خدا اُس کی مدد کرتا ہے اور بزرگی دیتا ہے علمائے کرام جو خدمت دین کرتے ہیں قابلِ ستائش ہیں۔

بخاری میں آیا ہے کہ آں حضرت صلعم کے ان اصحاب کی تعداد جو جنگِ بدر میں شریک تھے طالوت کے اُن احباب کے برابر تھی جو نہر سے پار ہو گئے تھے۔ اور وہ کچھ تین سو دس سے زائد تھے۔ حضرت بلالؓ جنگ بدر میں شریک تھے اور اُن کے نام کو ابنِ ہشام نے یوں درج کیا ہے۔

بلالؓ مولیٰ ابی بکر مولد من مولدی بنی جمح اشتراہ ابوبکر من امیہ بن خلف وھو بلال بن رباح۔	بلال، حضرت ابوبکر کے غلام تھے، جو بنی جمح کے غلاموں میں سے تھے۔ حضرت ابوبکر نے بلال کو، اُمیّہ بن خلف سے خریدا تھا۔ اور حضرت بلال رباح کے بیٹے تھے۔[1]

ان تمام شرکار بدر کی فضیلت اس سے ظاہر ہے کہ رافع رضؓ بیان کرتے ہیں جبرئیلؑ نے حضور صلعم سے آکر پوچھا کہ آپ اہلِ بدر کو کیسا جانتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بزرگ مسلمانوں میں سے ہیں اور جبرئیلؑ نے فرمایا کہ ویسے ہی فرشتے بزرگ ہیں جو بدر میں حاضر تھے پروردگار کی شان ملاحظہ ہو ایک وقت تھا کہ حضرت بلالؓ امیہ بن خلف کے ہاتھوں

---

[1] (۱) و (۲۱)

عذاب دیے جاتے تھے مگر بدر کے روز جو اُس کا حشر حضرت بلالؓ کے ہی ہاتھوں ہوا وہ ظاہر ہے۔

حضور صلعم کا شدید دشمن امیہ بن خلف بھی جنگِ بدر میں کفار کے ہمراہ شریک تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اِس سے کبھی زمانہ میں معاہدہ کیا تھا کہ وہ مدینہ آئے گا تو وہ اس کی جان کے ضامن ہوں گے۔ بدر میں اس دشمن اسلام سے انتقام لینے کا عجیب اتفاق ہوا۔ چونکہ پابندیٔ عہد اسلام کا اصل شعار ہے یعنی اس عہد کے تحت عبدالرحمٰن بن عوف نے ہر چند چاہا کہ وہ بچ جائے اور اُس کو لے کر پہاڑ پر چلے گئے۔ اتفاق سے حضرت بلالؓ نے اُس کو اور اُس کے لڑکے کو دیکھ لیا۔ جبکہ بلالؓ روٹی پکانے کے لیے آٹا گوندھ رہے تھے۔ آپ نے شور مچا دیا اور انصار کو بتا دیا دفعتہً لوگ اس پر ٹوٹ پڑے۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے امیہ کے لڑکے کو آگے کر دیا لوگوں نے اُس کو قتل کر دیا لیکن اس پر بھی قناعت نہ کی اور امیہ کی طرف بڑھے۔ انھوں نے امیہ سے کہا تم زمین پر لیٹ جاؤ وہ لیٹ گیا تو عبدالرحمٰن بن عوف اُس پر چھا گئے تاکہ لوگ اُس کو مارنے سے رُک جائیں مگر اصحاب اور حضرت بلالؓ نے مل کر ٹانگوں کے اندر سے ہاتھ ڈال کر قتل کر دیا۔ اس کش مکش میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو بھی ایک ٹانگ پر زخم آگیا۔ جب امیہ کو قتل کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو مبارک دی اور یہ شعر پڑھا۔[1]

هنيئاً زادك الرحمٰن خيراً	مبارک ہو! خدا تجھے بہتر جزا دے
فقد ادركت ثارك يا بلال	اے بلال تو نے اپنی جزا پالی۔

یہ ہے اللہ تعالےٰ کی شانِ حقیقی اور دنیا میں ہی اپنے بندوں کے لیے بدلے کا بدلہ۔

ابوجہل وغیر سردارانِ کفار بری طرح سے پسپا اور ہلاک ہوئے اور اسلام کو فتح عظیم نصیب ہوئی۔

لقد نصركم الله ببدر و — یقیناً خدا نے تمہاری بدر میں مدد کی جب تم

[1] (۱) باب بدر و (۳۷ الف) صہ ۲۴۶ و (۲۱) صہ ۶

انتم اذلۃ فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون ۔ (آل عمران ۱۲۳) ۔ کمزور تھے ۔ خدا سے ڈرو تاکہ تم شکر گذار بن جاؤ۔

ذی امرّہ یا غطفان

یہ جنگ نجد میں مقام ذی اُمرّہ ربیع الاول ۳ھ ہجری کو ہوئی۔ حضور صلعم کے ہمراہ چار سو پچاس اشخاص پیدل و اسوار تھے حضرت عثمان غنی رضؓ کو مدینہ میں چھوڑ گئے تھے حضور نے ایک مہینہ تک وہاں قیام کیا مگر کسی سے مقابلہ تک نہیں ہوا۔ بلکہ لڑائی کی غرض بھی نہیں تھی محض اشاعتِ اسلام اور وعظ و نصیحت مقصود تھا ۔ راستہ میں حضور صلعم کو ایک شخص اُن میں سے ملا جس نے آپ سے کہا کہ آپ کے سامنے نہیں آئیں گے ۔ چنانچہ جب اُن کو حضور صلعم کے آنے کا علم ہوا تو وہ پہاڑوں پر بھاگ گئے ۔ وہ شخص حضور صلعم کے ہمراہ چلا آیا وہاں پہنچکر اُن کو دعوتِ اسلام دی وہ شخص مسلمان ہوگیا۔ حضرت بلال رضؓ کو اس شخص سے ملا دیا۔ حضور صلعم سے محض وہی شخص ملا ۔ وہ شخص حضرت بلال رضؓ کو لے کر ایک راستہ سے چلا کہ وہ ایک ٹیلے سے اُتر کر دشمن کے سر پر بالکل قریب پہنچ گئے عرب ان کو دیکھ کر بھاگ گئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وادی ذی امرّہ میں ٹھہرے ۔ اُس وقت موسلا دھار بارش ہوئی یہاں تک کہ حضورؐ کے تمام کپڑے تر ہو گئے ۔ حضور صلعم اُن کو سکھانے کے لیے درخت پر ڈال دیا۔ اور خود بھی ایک جانب ہو کر لیٹ رہے۔ عرب یہ سب پہاڑ کی چوٹی سے دیکھ رہے تھے ۔ مگر ان پر دہشت طاری تھی۔ اس تمام غزوہ میں حضرت بلال رضؓ بہت کام آئے[۱]

اُحد

احد ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں ۱۱ شوال ۳ھ ہجری کو جنگ عظیم ہوئی ۔ ابوسفیان نے تین ہزار کی جمعیت سے اہلِ اسلام پر بے وجہ فوج کشی کی بعض لوگوں نے حضور صلعم کو مشورہ دیا کہ دشمن کی جمعیت بہت ہے ۔ مدینہ سے باہر جاکر لڑنا مناسب نہیں لشکر اسلام مدینہ

---

۱ (۱۴) ص ۲۴/۲ د (۲۲) ص ۲۶۸/۲

سے نکل کر بڑی شان سے بدائع میں پہنچے اور مقام شیخین[1] میں آکر مقام کیا۔ شیخین دو ٹیلوں کا نام ہے جہاں زمانۂ جاہلیت میں ایک بوڑھا اور ایک بڑھیا رہا کرتے تھے۔ یہ دونوں اندھے تھے جس وجہ سے اس مقام کا نام شیخین مشہور ہوا۔ رات اسی جگہ حضورؐ نے قیام کیا۔ جب آفتاب غروب ہوا تو حضرت بلال رضؓ نے مغرب کی اذان دی اور حضور صلعم نے صحابہ کو نماز پڑھائی۔ کچھ دیر کے بعد بلال رضؓ نے عشا کی نماز کے لیے اذان دی۔ حضورؐ نے نماز ادا کی، پھر حضور صلعم نے عبداللہ بن جبیر کو پچاس سواروں کے ساتھ سب کی نگہبانی پر مقرر کیا۔ دشمن بھی اس قدر قریب اُترے ہوئے تھے کہ اُن کے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز لشکرِ اسلام میں سُنائی دیتی تھی۔ جب آپ نے شیخین سے کوچ کیا تو کفار نے بھی تعبیہ کا رُخ کیا۔ مسلمانوں کا لشکر آگے بڑھ کر مقام قنطرہ میں مقیم ہوا جہاں سے دشمن بھی دکھائی دیتے تھے۔ چونکہ نماز کا وقت قریب آگیا تھا اس لیے حضورؐ نے صبح کی نماز کے لیے حضرت بلال رضؓ اذان کا حکم دیا۔ انہوں نے اذان کہی اور آں حضرت صلعم نے صف بندی کر کے نماز پڑھائی یعنی اُس وقت دونوں لشکر مقابل ہو گئے۔ حضرت نے مجاہدینِ اسلام کو نصیحتیں فرمائیں جس کے بعد میدانِ جنگ گرم ہو گیا۔ غرضکہ دشمن ہزیمت خوردہ ہو کر بھاگ گئے۔ آپ نے اپنے جنگجو بہادروں سے کہا کہ تم اپنی جگہ پر جمے رہو۔ مگر افسوس انہوں نے اس پر توجہ نہیں کی، جس کے بعد مسلمانوں پر مشرکین آپڑے اور اُنہوں نے اپنا سب مالِ غنیمت واپس کر لیا۔ بلکہ صحابہ کبار کو شہید کر دیا۔ جن میں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ بھی ہیں۔ حضور صلعم کا دانت مبارک شہید ہوا اور بھی زخم آئے آپ مسجد نبوی تشریف لائے۔ لوگ آگ جلا کر اپنے زخموں کی مرہم پٹی کر رہے تھے۔ جب آفتاب ہوا حضرت بلال رضؓ نے اذان دی اور حضورؐ تکیہ کیے برآمد ہوئے۔ پھر شفق کے بعد حضرت بلال رضؓ نے عشا کی اذان دی۔ حضورؐ کچھ عرصہ بعد تشریف لائے۔ بلال رضؓ نے آپ کے در دولت پر بیٹھے رہے جب قریب ایک تہائی رات گذر گئی تو حضرت

---

[1] (۱۳) صفحہ ۳۸/۲ مقام مدینہ میں ہے۔

بلال؄ نے ندا دی الصلاۃ یا رسول اللہ جماعت تیار ہے۔ پھر آپؐ تشریف لائے اور نماز شام ادا کی۔

اس غزوہ میں مسلمان ابتدائً پورے طور پر منصور و مظفر رہے۔ اور ایسی کامیابی حاصل ہوئی کہ توقع نہ تھی۔ مگر بعد میں لوگوں کے اپنی جگہ چھوڑنے کی وجہ سے تکالیف کا سامنا ہوا[1]۔ راقم نے اس مقام کا دو مرتبہ مشاہدہ کیا اور آج یہاں کوئی چیز بصورت روضہ نہیں ہے جیسے ابن سعود کی حکومت سے پہلے تھے۔

حمراء الاسد

یہ ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے اٹھ تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ شوال سنہ ۳ ہجری کو واقع ہوا۔ مگر لڑائی کوئی نہیں ہوئی۔ حضور صلعم جب جنگ احد کے بعد شام کے وقت ہفتہ کے روز واپس ہوئے تو لوگوں نے آپ کے آستانہ مبارک پر رات گذاری اور مسلمان رات کو اپنے زخموں کی مرہم پٹی کرتے رہے۔ جب دوسرے روز صبح ہوئی تو حضورؐ نے بلال؄ کو منادی کا حکم دیا کہ تم کو حضور صلعم تمہارے دشمن سے مطالبہ کرنے کا حکم دیتے ہیں ہمارے ہمراہ وہ نکلے جس نے کل جنگ میں نہیں حصہ لیا۔ بے شمار لوگ جمع ہو گئے۔ حمراء الاسد میں دو شخص ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے۔ یہ دونوں رفیق تھے مسلمانوں نے پانچ جگہ آگ روشن کی جو دور سے دیکھی جا سکتی تھی اور فوج کی آواز تمام طرف جاتی تھی۔ غرضکہ حضور مدینہ کی طرف تین روز قیام فرما کر واپس تشریف لے آئے[2]۔

بنی نُضیر

بنی نضیر ایک قبیلہ کا نام ہے جس کے خلاف جنگ ربیع الاوّل سنہ ۴ ہجری میں ہوا[1]۔ اس میں مسلمان کامیاب ہوئے اور یہود جلا وطن کیئے گئے۔ جنگ کی مختصر سی کیفیت یوں ہے کہ بنی نضیر اور بنی قُریظہ یہود کے قبیلے تھے۔ یہ لوگ مدینہ کے قریب رہتے تھے حضور صلعم

ع۱ (۲۲) ص ۲۷/۲ و (۲۱) ص ۸ ع۲ (۲۲) ص ۳۴/۲

سے عہد کر لیا تھا۔ حضورؐ چند صحابہؓ کے ہمراہ فیصلہ کے لیے اُن کی درخواست پر اُن کی بستی میں تشریف لے گئے۔ ان غداروں نے حضور صلعم کو دیوار کے نیچے بٹھا دیا اور کہا ہم آپ کے لیے کھانا لاتے ہیں۔ انہوں نے سازش کر رکھی تھی کہ دیوار کی دوسری طرف سے آپ پر بھاری پتھر پھینک کر آپ کے دشمنوں کا کام تمام کریں گے۔ اللہ تعالےٰ نے حضور صلعم کو اطلاع دیدی۔ آپ صحابہؓ کے ہمراہ واپس تشریف لے آئے اور یہود کو اُن کے غدر سے اطلاع دی اور حکم دیا گیا کہ اتنے روز تک تم مکان خالی کر دو۔ ورنہ جنگ ہوگا اور تمہیں تمہارے کیے کی سزا ملے گی۔ یہود نے جنگ کیا آخر اس بات پر ختم ہوا کہ یہود اپنا مال و اسباب جسقدر لے جاسکیں لے جائیں۔ چنانچہ انہوں نے مکانات خالی کر دیے اور خیبر میں جا بسے۔ یہ در اصل نہایت درجہ کی رحم دلی ہے۔ اور ایسے مفسدوں کی جان بخشی فرمائی۔ غرض کہ فساد کو رفع کر دیا۔

جب حضور صلعم مع صحابہ اس جنگ کے لیے نکلے تو عشار کے وقت ان صحابہ کے ہمراہ اپنے گھر کی طرف واپس تشریف لائے اور آپ پر ذرع تھی، گھوڑے پر سوار تھے۔ علی ابن ابی طالبؓ کو فوج پر متعین کر دیا تھا۔ ابوبکر کہتے ہیں مسلمانوں نے محاصرہ کی صورت میں اور تکبیروں میں رات کاٹی۔ یہاں تک کہ حضرت بلالؓ نے صبح کی اذان دی پھر حضور صلعم نے صحابہؓ کو نماز پڑھائی اور بلال کو حکم دیا کہ خیمہ لگا دو جو لکڑی اور کھجور کی کھال کا تھا۔ آپ اس میں داخل ہوئے ایک شخص یہودی تھا جسے عزول کہتے تھے بہت تیزی سے تیر پھینکتا تھا اور اس کا تیر ایسی جگہ پہنچتا تھا کہ کسی کا نہ پہنچتا تھا۔ غرض کہ اس کا تیر اس قبہ تک آیا۔ پھر حضور صلعم کے حکم سے اس خیمہ کو رات کے وقت بدل دیا گیا آخر بہت سے واقعات کے بعد متذکرہ بالا نتائج پر جنگ ختم ہوئی۔[ع۱]

بنی المصطلق یا مریسیع

بنی المصطلق ایک قبیلہ کا نام ہے اور مریسیع ایک چشمہ کا نام ہے شعبان ۵ھ

ع۱ (۲۲) صہ ۲۷۹/۲ و (۲۱) صہ۱

میں یہ واقع ہوا۔ حارث بن ابی ضرار نے اہل اسلام کے مقابلہ کے لیے لشکر جمع کیا تھا حضورؐ نے ان پر چڑھائی کی اور اُن کو شکست فاش ہوئی۔ ابتدا کفار کی طرف سے ہوئی۔ اور مخالف مارے گئے۔ اس جنگ میں مشہور ہوگیا تھا کہ آں حضرت صلعم نے راس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے قتل کا حکم دے دیا ہے۔ حالانکہ غلط تھا اس کے لڑکے کا نام بھی عبداللہ تھا اور وہ حضورؐ کا بہت بڑا جاں نثار تھا۔ اُسے قتل نہیں کیا گیا جب اُس کا انتقال ہوا تو حضور صلعم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور اپنا پیراہن مبارک عنایت فرمایا حضور صلعم کا یہ سراپا کرم تھا۔ اس جنگ میں حضور صلعم کی ناقہ قصواء گم ہوگئی تھی۔ منافقین ہی سے ایک شخص کو علم ہوگیا تھا۔ اُس نے آپ سے سوال کیا کہ اللہ نے آپ کو خبر نہیں دی البتہ مجھے خبر دی گئی ہے۔ حالانکہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ پھر حضور صلعم کو خبر دی گئی کہ فلاں مقام پر درخت سے اُسکی مہار بندھی ہوئی ہے۔ لوگوں نے اُس کو ویسے ہی بندھے ہوئے پایا جس طرح حضور صلعم نے فرمایا تھا۔ وہ شخص جلدی سے اپنے ساتھیوں کے پاس بھاگ گیا تو انھوں نے کہا کہ منافق کی حیثیت سے مت مل تو اُس نے کہا تم سے ایک آدمی آں حضرت صلعم کے پاس نہیں آیا اور اُن کو میری خبر نہیں دی انھوں نے کہا ہرگز نہیں قسم اللہ کی ہم تو اپنی جگہ سے بھی نہیں اُٹھے۔ غرض کہ وہ مسلمان ہوگیا اور کلمہ شہادت پڑھا۔ لوگوں نے اُسے کہا کہ حضور صلعم کے پاس جا اور استغفار کر۔ چنانچہ وہ حضورؐ کی طرف چلا گیا اور اپنے گناہ کا اقرار کیا۔ آپ نے اُس کی مغفرت کی دعا کی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ بز دل رہا۔ اسی کی مثل غزوہ تبوک میں پیش آیا تھا کہ حضور صلعم کی ناقہ گم ہوگئی تھی۔

حضور صلعم نے تیز رَو اونٹ کو اونٹوں کے درمیان روک رکھا حتیٰ کہ بلال رضؓ نے حضور صلعم کی ناقہ قصواء پر سبقت کی بلکہ ابو سعید الساعدی کو بھی سبقت کر گئی جو حضور صلعم کے گھوڑے ظراب پر سوار تھے یہاں تک کہ دوسرے گھوڑوں کو بھی پیچھے چھوڑ گئی حضور صلعم کی ناقہ عضباء سبقت نہیں کرتی تھی۔ ایک اعرابی جوان اونٹ پر آیا اس نے اس پر سبقت کی تو مسلمان شق ہوگئے حضور صلعم

نے فرمایا کہ سچائی اللہ پر ہی ہے جس چیز کو سبقت دیتا ہے اُسے زیر بھی کرے گا۔[۱]

خندق

یہ جنگِ عظیم ذی قعدہ ۵ھ ہجری میں مدینہ میں خندق کھود کر ہوئی۔ جس وجہ سے اسے جنگ خندق کہتے ہیں اور اس اختراع جنگ کو سلمان فارسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ مشرکین عرب نے بدعہدی کی۔ ابوسفیان ہزار آدمی لے کر مدینہ منورہ پر چڑھ آئے ایک مہینہ تک مدینہ منورہ کا محاصرہ کیا آخر ناکام واپس ہوئے۔ اس جنگ میں حضرت جابرؓ نے ایک بکری کا بچہ اور چار سیر آٹا حضور صلعم کے لیے پکایا جو حضور صلعم کی برکت سے فوج اسلام کو کافی ہوا بلکہ اس طرح سے اتنا ہی بچ رہا۔ اس جنگ میں حضور صلعم کو کفار کے روکنے سے چار نمازیں ظہر، عصر، مغرب اور عشا قضا ہوئیں جو جب حضور صلعم نے فرصت حاصل کی تو حضور نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ اذان دو اور انھوں نے اقامت کہی تو حضورؐ نے نماز ظہر ادا کی۔ اسی وقت دوسری اقامت پر نماز عصر تیسری اقامت پر نماز مغرب اور چوتھی اقامت پر نماز عشا قضا کر کے ادا کیں۔ یعنی ایک بہت بڑے مسئلے کا حل یوں ہوا کہ نماز قضا اس صورت میں امام ادا کرسکتا ہے اقامت ضروری ہے مگر دوبارہ اذان کی ضرورت نہیں۔[۲]

بنی قریظہ

بنی نضیر کی طرح یہ ایک یہود کے قبیلہ کا نام ہے۔ اور ذی الحج ۵ھ ہجری میں یہ جنگ واقعہ ہوا۔ اہل اسلام کامیاب ہوئے۔ انھوں نے حضور صلعم سے عہد شکنی کی اور مکہ والوں سے مل گئے۔ حالانکہ معاہدہ یہ تھا کہ حضور صلعم کے مخالفوں سے مل کر حضور صلعم کے خلاف کبھی نہیں لڑیں گے۔ جنگ احزاب کے بعد ان پر جلدی سے فوج کشی کی گئی پچیس دن تک اُن کا محاصرہ ہوا آخر کار چار سو یہودی مارے گئے عورتیں اور لڑکے غلام بنائے گئے۔ سعد بن معاذؓ نے یہی فیصلہ کیا تھا جو برضا بنی قریظہ حاکم بنائے گئے تھے۔ باغیوں اور بدعہدوں کو سزا دینا

ع۱ (۲۱) ص۱۱ و (۲۲) ص۳۰۵/۲ ع۲ (۲۱) ص۱۱ (۲۲) ص۳۵۵/۲

عین انصاف ہے۔ حضرت بلال رض کا نمایاں کام اس غزوہ میں یہ ہے کہ جب حضور صلعم غزوۂ خندق سے تشریف لائے تو آپ کے پاس حضرت جبرئیل ؑ دحیہ کلبی کی شبیہ میں آئے اور آپ کو بنی قریظہ کی طرف جانے کو کہا۔ آپ عائشہ رض کے گھر میں تھے۔ موذن بلال رض نے حضور ؐ کے حکم سے منادی کی کہ جو سُنے فوراً اطاعت کرے یعنی انھوں نے نماز عصر نہیں پڑھی۔ ایک روایت یہ ہے کہ انھوں نے ظہر کی نماز بنی قریظہ جاکر پڑھی۔ ان دونوں کو تطبیق یوں دیا گیا ہے کہ امر ظہر کے وقت آنے کے بعد مدینہ ہی میں تھا۔ بعضوں نے نماز ظہر وہیں پڑھی۔ مگر عصر بنی قریظہ میں جاکر ادا کی۔ اسی جنگ میں حضور ؐ زرہ، خود غرض کہ تمام سامان حرب لگائے ہوئے تھے اور تلوار تک لٹک رہی تھی۔[1]

ذی قرد یا غابہ

غابہ ایک گاؤں کا نام ہے اور قرد چشمہ کا نام ہے۔ اس غزوہ میں اہل اسلام کامیاب ہوئے۔ زیادہ یہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ ربیع الاول ۶ ہجری میں ہوا۔ قوم غطفان کے لوگ سرور عالم ؐ کے اونٹ چرا لے گئے تھے اور ایک آدمی جان سے مار گئے۔ سلمہ بن اکوع نے لوگوں کو اطلاع کی کہ سرور دوعالم ؐ نے سعد ابن زید کی سرداری میں چند آدمی اُن کے تعاقب کے لیے بھیجے۔ خفیف سی لڑائی ہوئی جو دراصل ڈکیتی کے انسداد کے لیے تھی۔ سلمہ بیان کرتے ہیں کہ کفار دو گھوڑے چھوڑ گئے تھے۔ میں ان دونوں کو ہانکتے ہوئے رسول صلعم کے پاس سے آیا۔ میرے ساتھ عامر رض آملے۔ اُن کے پاس ایک چھاگل تھی جس میں تھوڑا سا دودھ تھا اور اُس میں کچھ پانی ملا تھا۔ میں نے اس سے وضو کیا اور کچھ پیا۔ حضور خود قرد تشریف لیگئے تھے اور اُسی چشمہ پر تھے۔ جس سے میں نے ان مشرکین کو جلا وطن کیا تھا۔ حضور ؐ نے ان اونٹوں کو پکڑ لیا اور ہر اُس چیز کو بھی جس کو میں نے مشرکین سے چھینا تھا۔ حضرت بلال رض نے اُن میں سے ایک اونٹنی کو ذبح کیا اور حضور صلعم کے لیے اُس کے جگر اور کوہان کے گوشت کو بھونا۔ راوی کہتے

[1] (۲۲) ص ۳۵۵

ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ قوم سے ایک سو آدمیوں کو منتخب کیجیے اور قوم کے پیچھے لگا دیجیے ان میں سے کوئی خبر دینے والا نہیں رہے گا جہاں تک کہ اُن کو تہ تیغ کردوں گا حضور صلعم ہنس پڑے یہاں تک کہ حضور کے دندان مبارک آگ کی روشنی میں ظاہر ہوگئے اور فرمایا اے سلمہ بن اکوع کیا تیرا یہ خیال ہے کہ میں ایسا کروں گا۔ غرض کہ تمام کے تمام بھاگ گئے صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ آج کے دن ہمارے سوار وں میں ابو قتادہ اور پیادوں میں سلمہ بن اکوع ہیں۔ اور حضور ان واقعات کے بعد مدینہ واپس ہوئے [۱]

وادی القریٰ

(نیند کی وجہ سے وقت نکل جانیکے بعد نماز)

وادی القریٰ مدینہ کے قریب ایک موضع ہے۔ وہاں یہودیں سے ایک جماعت آباد تھی۔ ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں جب نبی صلعم خیبر سے واپس تشریف لا رہے تھے تو ہم غروب شمس کے قریب وہاں پہنچے حضور صلعم نے چار یوم تک اُن کا محاصرہ کیا۔ کیونکہ ان یہود کو بارہا دعوتِ اسلام دی جا چکی تھی قبول نہ کرتے تھے۔ پھر نبی صلعم اور صحابہ نے جنگ کی تیاریاں کیں اور صفیں باندھ لیں۔ آپ نے اپنے نیزہ کو سعد بن عبادہ کو دیا۔ حباب بن منذر سہل بن احنف و عباد بن بشیر نے جھنڈوں کو سنبھالا ادھر یہودی بھی پہلے ہی تیاری میں مصروف تھے پس ان میں سے ایک شخص مقابلہ کے لیے نکلا اُس کو زبیر نے قتل کیا۔ ایک اور نکلا اُس کا بھی کام آپ نے تمام کیا۔ ایک کو حضرت علیؓ نے داخل جہنم کیا اور ایک کو حضرت دجانہ نے قتل کیا اسی طرح اُن کے کل گیارہ آدمی قتل ہوئے اور ادھر مسلمانوں میں محض آپ کا ایک غلام جو بالکل بے خبر تھا شہید ہوا۔ باقیوں کو آپ نے دعوتِ اسلام دی کہ جو ان کے پاس ہے پیش کر دیں۔ نبی صلعم کو فتح نصیب ہوئی۔ بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا اور صحابہؓ میں تقسیم ہوگیا۔ اور زمین و پھل باغات کو یہودیوں کے لیے چھوڑ دیا۔ اور ان پر آپ نے عمرو

---

[۱] (۳۶) صفحہ ۲/۱ صحیح مسلم میں اس واقعہ کو بہت تفصیل سے سلمہ بن اکوع سے نقل کیا ہے۔ ؛ (۲۲) صفحہ ۲/۱۷

بن سعید بن العاص کو عامل مقرر کر دیا۔

جب اہل تیما کو وادی القرٰی کی فتح کا علم ہوا تو اُنھوں نے جزیہ کی شرط کو منظور کیا اور صلح کر لی۔ یزید بن ابی سفیان کو وہاں کا والی مقرر کر دیا۔ یہ زور اسلام کی فتح کا دن تھا۔ تیما مدینہ اور شام کے درمیان سات منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اہل فدک نے بھی آپ سے اس شرط پر کہ نصف اُن کا اور نصف آپ کا صلح کر لی۔ پھر وہاں سے آپ نے فاتح کی حیثیت سے مدینہ منورہ کا رُخ کیا۔

سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ جب آں حضرت صلعم جنگ خیبر سے رات کو چلے تو اخیر رات کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ سواری سے اُتر پڑے اور بلال رض سے فرمایا کہ تم صبح کی نماز کا خیال رکھنا اور آپ مع صحابہ سو گئے۔ جب تک خدا کو منظور تھا بلال جاگتے رہے۔ پھر بلال بھی اپنے اونٹ کے ساتھ تکیہ لگا کر لیٹ گئے اور اپنا منہ مشرق کی طرف صبح صادق دیکھنے کے لئے کر لیا۔ بلال کی بھی آنکھ لگ گئی نہ رسول صلعم نہ بلال رض جاگے نہ کوئی شخص سوا یہاں تک کہ ان پر تیز دھوپ آ گئی۔ آنحضرت سب سے پہلے چونکے اور فرمایا اے بلال! یہ کیا ماجرا ہے۔ بلال رض نے جواب دیا مجھ پر اسی چیز نے غلبہ کیا جس نے آپ پر کیا یعنی نیند نے ہم پر غلبہ کر لیا۔ پھر آں حضرت صلعم نے فرمایا یہاں سے کوچ کرو تو اُنھوں نے کجاوے وغیرہ باندھ کر کوچ کیا اور تھوڑی دور جا کر آپ نے اُترنے کا حکم اور بلال رض سے فرمایا کہ نماز کے لیے تکبیر کہیے۔ آں حضرت صلعم نے نماز فجر ادا کی اور نماز فارغ ہونے کے بعد فرمایا جو شخص نماز کو بھول جاوے تو اُسے چاہیے کہ جب یاد آوے ادا کر لے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اقم الصلوٰۃ لذکری (طٰہٰ ۱۴) نماز کو میرے ذکر کے لیے قائم کرو۔

اس کے آگے ایک اور روایت ہے جس میں ہے کہ بلال رض پر شیطان نے غلبہ

کر لیا. مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ انبیاء کا دل جاگتا رہتا ہے اور آنکھیں سو جاتی ہیں " قلب یقظان و العین تنامان " مگر اللہ تعالیٰ نے ضرور اس مسئلہ کو وجود میں لانے کے لیے کسی نہ کسی امر کو باعث بنانا تھا مگر اس میں تو خیر ہمارے مؤذن بلالؓ صحابہ رسولؐ کے لیے محفوظ تھی کہ ایسا انسانی مسئلہ آپ کی وجہ سے امت پر واضح ہو گیا. آپ کے بھولنے کو نیند سے ہی ایک طرح تاویل کیا گیا[1]

حدیبیہ

حدیبیہ ایک کنواں کا نام ہے جو مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے۔ حضور سرور کائنات نے خواب میں دیکھا کہ آپ مع صحابہ کے نہایت امن سے سر منڈے ہوئے داخل مکہ ہو رہے ہیں آپ نے چابیاں وصول کر لی ہیں. آپ نے طواف کیا آپ اور صحابہ نے عمرہ کیا ہے۔ حضور صلعم نے یہ خواب اپنے صحابہ سے بیان کیا پھر کیا تھا آپ اس خواب کے تحت فوراً عمرہ کے لیے چل پڑے۔ رخت سفر باندھا۔ ذی قعدہ ۶ھ ہجری میں آپ مع چودہ سو یا پندرہ سو صحابہ انصار و مہاجرین مدینہ منورہ سے عمرہ کے لیے نکلے۔ آپ نے ذوالحلیفہ میں آ کر عمرہ کے لیے احرام باندھا اور جانور جو حضور صلعم کے ہمراہ قربانی کے لیے تھے اُن کے گلے میں قربانی کی نشانیاں لٹکا دیں اور وہیں سے حضور صلعم نے تلبیہ کہنا شروع کر دیا۔

اللّٰھم لبیك لاشریك	اے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں
لك لبیك الحمد والنعمة لك	تعریف، انعام اور ملک تیرے ہی لیے ہے۔ تیرا کوئی
والملك لاشریك لك	شریک نہیں۔

ذوالحلیفہ میں آ کر نماز ظہر ادا کی۔ ادھر قریش نے بھی آپ کی آمد کی خبر پا کر بڑی بڑی تیاریاں کیں۔ خالد بن ولید جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ دو سو سوار لے کر آئے۔ حضور صلعم

[1] (۲۲) ۹/۶ و سیرۃ دحلان ص ۲۵/۲ و (۴۱) ص ۵

آگے بڑھے حدیبیہ پہنچکر قیام کیا جہاں کنواں تھا وہ پانی دینے سے بند ہو چکا تھا لیکن حضور صلعم کے آنے پر اس میں اس قدر پانی آگیا تھا کہ سب سیراب ہو گئے تھے۔ یہ ایک حضور صلعم کا ادنیٰ سا معجزہ تھا حضور صلعم نے عبادہ بن لیشر کو بڑھنے کے لیے کہا۔ وہ خالد بن ولید کے ساتھ آکر کھڑے ہو گئے اور صحابہ نے صفیں باندھ لیں۔ اس وقت نماز ظہر کا وقت قریب تھا حضرت بلال رضؓ نے اذان دی اور اقامت کہی حضور صلعم قبلہ رو ہوئے لوگوں نے آپ کے پیچھے صفیں باندھ لیں اور آپ کے ہمراہ رکوع پھر سجدہ کیا۔ مشرکین نے کہا ممکن ہے کہ محمد اور اُن کے اصحاب ہم پر حملہ بولدیں۔ یعنی ان لوگوں نے حضور صلعم کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ یہ حالت دیکھ کر حضورؐ نے بہت سمجھایا کہ ہم محض عمرہ کرنے آئے ہیں اور ہمیں عمرہ کر لینے دو لڑنا مقصود نہیں۔ مگر قریش نے نہ مانا۔ پھر آپ نے حضرت عثمان غنی کو بھیجا کہ جا کر سمجھا دیں کہ ہم لڑنے کو نہیں آئے ہمیں محض عمرہ کرنے دو۔ حضرت عثمان کو اُنھوں نے تین دن تک نہ آنے دیا اور ادھر یہ مشہور ہو گیا کہ نعوذ باللہ آپ شہید کر دیے گئے ہیں حضور صلعم نے ایک ببول کے درخت کے نیچے سب سے لڑائی کی بیعت لی جس کا نام بیعت الرضوان ہے اور اس کا ذکر قرآن کریم میں بھی آیا ہے[1]۔

لقد رضی اللہ عن المؤمنین	البتہ خدا مسلمانوں پر راضی ہوا جب کہ وہ
اذ یبایعونک تحت الشجرۃ ۔ (فتح ۱۸)	تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

حضرت عثمان آخر تشریف لے آئے اور صلح ہو گئی کہ ایک برس تک نہ تم ہم سے لڑو اور نہ ہم تم سے۔ پھر آں حضرت صلعم نے صحابہ کو حکم دیا کہ یہیں قربانی کریں۔ مگر مسلمان بہت ہی شکستہ دل ہوئے جس کے بعد حضورؐ گھر تشریف لے آئے اور سورۂ انا فتحنا نازل ہوئی یعنی اللہ تعالیٰ کے الفاظ کے مطابق وہ شکست دراصل فتح تھی خصوصیت سے حضور صلعم کے خواب کے متعلق بالصراحت فرمایا کہ ضرور پورا ہوگا۔ چنانچہ مسلمان آئندہ سال فتحمندی کے ساتھ

---

[1] (۲۲) صـ۱۱/۲ +

خانہ کعبہ میں داخل ہوئے[1]

خیبر

خیبر ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے چھ منزل کے فاصلہ پر ہے اور یہ جنگ عظیم جمادی الآخر سنہ ہجری میں ہوا اسلام کو فتح عظیم ہوئی۔ خیبر کے یہودی ہمیشہ سرورِ عالم کی مخالفت اور مقابلہ کی تیاری کرنے میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے آخر ان کے فساد کو روکنے اور اپنی حفاظت کی غرض سے ان پر لشکر کشی کی۔ وہ اپنے قلعوں میں محصور ہو گئے۔ محاصرین نے یکے بعد دیگرے قلعے فتح کیے صلح ہو گئی کہ سب یہودی اپنے مال و اسباب کو اہل اسلام کے حوالے کر دیں۔ جب حضور صلعم بہت مصروف تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یاد فرمایا آپ کی آنکھیں درد کرتی تھیں آپ نے لعب مبارک لگائی فوراً اچھی ہو گئیں۔ اس غزوہ میں حضرت بلالؓ کا بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ صفیہ بنت حی کو لے کر آئے تھے اور وہ آخر کار حضور صلعم کے عقد میں آ گئیں۔ اس کو مفصل مالِ غنیمت کے تحت بیان کیا گیا ہے۔

فتح مکّہ

اس کے متعلق ایک مستقل باب اسی عنوان کے تحت لکھا گیا ہے[2]۔

حنین

شوال سنہ ہجری کو یہ جنگ بمقام حنین ہوئی، مخالف مارے گئے کیونکہ حضور صلعم کی مخالفت پر جمع ہوئے تھے اور بہت سی قومیں ایک جا اسلام کے خلاف متحد ہو گئی تھیں آپ نے اُن کا فساد دور کرنے کی غرض سے ان پر فوج کشی کی۔ وہ لوگ کثیر تعداد میں اپنی کمین گاہوں میں چھپے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے اہلِ اسلام پر حملہ کیا۔ لوگ بھاگ گئے حضور صلعم حضرت عباس ابوسفیان رہ گئے تھے مشہور ہو گیا دشمنان حضورؐ وفات پا گئے حضرت عباس کے بلانے پر لوگ جمع ہوئے مل کر ایسا حملہ کیا کہ اُن کو تہ تیغ کر دیا۔ مگر قوم ہوازن کی درخواست پر اُن کے

---

[1] (۲۲) ص ۱۱/۳ و [2] صفحہ ۱۲۰ ملاحظہ ہو۔

قیدی رہا کر دیے گئے۔ عبدالرحمٰن الفہری بیان کرتے ہیں کہ ہم غزوۂ حنین میں حضورؐ کے ہمراہ تھے
سخت گرمی کے روز چلے ایک درخت کے سایہ کے نیچے اُترے۔ جب سورج زوال میں آ گیا
میں نے اپنی زرہ سنبھالی گھوڑے پر سوار ہو کر حضور صلعم کے پاس آیا حضور صلعم اپنے خیمہ میں تھے
میں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ شام کا وقت قریب تھا۔ آپ نے فرمایا ہاں!
پھر کہا یا بلال رضؓ تو وہ ببول کے درخت کے نیچے سے ہوشیار ہوئے گویا اُس درخت کا سایہ
پرندے کے سایہ کی طرح تھا۔ بلال رضؓ نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہ اور آپ پر فدا ہوں حضور صلعم
نے فرمایا کہ میرے گھوڑے پر زین لگا اور پھر اُنھوں نے زین لگا دی جس کی ہر دو طرفیں کھجور کی
کھال کی تھیں اس میں کوئی بڑی شان و شوکت نہ تھی۔ راوی کہتے ہیں جب زین ڈال دی تو
حضور صلعم سوار ہوتے اور ہم بھی سوار ہوئے۔ ہم رات کے وقت اُن کے مقابلہ میں صف بستہ
ہو گئے۔ جانبین کے لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے پس مسلمانوں نے پشت پھیری جیسا
کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا حضور نے فرمایا اللہ کے بندو میں عبداللہ اور اُس کا رسول ہوں پھر
فرمایا اے مہاجرین کی جماعت میں عبداللہ اور اس کا رسول ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضور اپنے
گھوڑے سے اُتر آئے اور مٹی سے ایک مُٹھی بھر کر کفار کے چہروں کی طرف پھینک دیا۔
اور اُن کے چہرے مسخ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو شکست دی حتیٰ کہ ان میں سے کوئی بھی
باقی نہیں رہا کہ جس کا چہرہ اور آنکھیں مٹی سے تر نہ ہوئی ہوں اور ہم نے زمین اور آسمان کے
درمیان لوہے کی زنجیر کی طرح آواز کو سُنا جو نئے طشت پر لگے۔[1]

سریہ عیینہ بن حصین الفزاری و بنی تمیم

یہ ایک صحابی کا اسم گرامی ہے۔ یہ سریہ محرم ۹ ہجری میں پیش آیا۔ مخالف گرفتار کیے
گئے تھے۔ بنی تمیم کے خلاف یہ لوگ بھیجے گئے۔ انھوں نے اطاعت نہیں قبول کی تھی اور ان کے
فساد کا خوف تھا۔ مگر وہ بھاگ گئے۔ گیارہ مرد۔ اکیس عورتیں اور تیس بچے پکڑے آئے تب

---

[1] (۱۴) ص ۱۱۳/۲ و (۲۱) ص ۱۸۱ و (۲۵) اور تجدید بخاری۔ لاہور ص ۳۰۳

بنی تمیم کے چند سوار آئے جب ان قیدیوں نے اُن کو دیکھا تو عورتوں اور بچوں نے رونا شروع کیا پہلے وہ حضور علیہ السلام کے دروازے پہ آئے پھر مسجد نبوی میں آئے تو انہوں نے دیکھا حضرت بلال رض ظہر کی اذان دے رہے تھے اور لوگ حضورؐ کے تشریف لانے کے منتظر تھے حضور صلعم نے آنے میں کچھ دیر کی تو وہ حجروں کے پیچھے سے آئے اور چیر ڈالنے والی آواز دی کہ ہمارے پاس آؤ ہم آپ سے مفاخرہ کریں گے مشاعرہ کریں گے تحقیق ہم نے عمدہ شے کی مدح کی ہے اور بری شے کی مذمت یا محمد (صلعم) ہمارے پاس آؤ پھر حضورؐ تشریف لائے گویا اُن لوگوں کی چیخوں نے حضور کو اذیت دی تھی حضرت بلال رض نے اقامت کہی وہ لوگ حضورؐ کے سامنے ہوئے کلام کی کہ ہم بنو تمیم میں سے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم اپنے ہمراہ اپنا شاعر اور خطیب مناظرہ اور مشاعرہ کے لیے لائے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ ہمارے پاس بھی خطیب و شاعر ہیں مگر ہمیں فخر کی اجازت نہیں دی گئی پھر حضور صلعم نے جاکر نماز ظہر ادا کی اس کے بعد مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے۔ ؎۱

یہ دراصل تمام واقعہ بنی تمیم کے وفد سے متعلق ہے جو حضور کے پاس اسّی یا نوّے کی تعداد میں آئے اور اُن کے خطیب عطارد بن حاجب نے خطبہ دیا جس کا جواب حضورؐ کے حکم سے ثابت بن قیس نے دیا۔ ان کے شاعر زبرقان بن بدر نے اشعار پڑھے اُن کا جواب فی البدیہہ حسان بن ثابت نے حضور صلعم کے حکم سے دیا۔ انہوں نے خدا کی قسم کھا کر اقرار کیا کہ آپ کا خطیب اور شاعر ہمارے خطیب اور شاعر سے اعلیٰ ہیں۔ اور ہم سے زیادہ علم رکھتے ہیں پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون۔ (سورہ حجرات ۴)

تحقیق وہ لوگ جو آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں بہت سے ان میں سے نہیں سمجھتے۔

پھر حضور صلعم نے ان کے قیدیوں کو لوٹا کر ان کو عطیات کا حکم دیا۔ بنی نجار میں سے ایک عورت کا بیان ہے کہ اس روز وفد کی طرف دیکھتی تھی کہ وہ حضرت بلال رض کے پاس اپنے عطیے بارہ اواق چاندی ؎۲ لیتے تھے۔ وہی عورت روایت کرتی ہے کہ میں نے اُس روز ایک غلام کو دیکھا کہ صغر سن

؎۲ ایک اوقیہ ایک اونس کے برابر ہوتا ہے۔

؎۱ (۲۲) ص ۲۲۷/۳

تھا۔اُس کو پانچ اواق دیے گئے اور وہ عمرو بن الاہتم تھے۔ غرض کہ بنو تمیم مسلمان ہو گئے جو اس شور و تفاخر سے آئے تھے[1]۔

تبوک

شام کی جانب ایک قریہ کا نام ہے اور یہ جنگ رجب ۹ھ ہجری میں وقوع میں آئی۔ مگر جنگ نہیں ہوئی۔ حضور صلعم نے سُنا تھا کہ اہلِ روم نے شام میں بہت سے لوگ جمع کیے ہیں۔ پھر حضور نے چڑھائی فرمائی۔ وہاں جا کر افواہ غلط ثابت ہوئی۔ ایلہ والوں سے صلح ہوئی۔ اُنھوں نے جزیہ دینا قبول کیا اور اُن کو امان ملی وہ لوگ عیسائی تھے۔ ہرقل قسطنطنیہ کا بادشاہ تھا۔ اکیدر ابن عبدالملک سردار دومۃ الجندل کا خالد بن ولید سے مقابلہ ہوا اس کا بھائی حسان مارا گیا اور وہ گرفتار ہو کر حضور صلعم کے پاس حاضر ہوا۔ اس نے بھی جزیہ دینا قبول کیا اور چھوڑ دیا گیا۔ یہیں سے ہرقل کے پاس ایک ایلچی بھیجا گیا۔ اُس نے ایلچی کی عزت کی۔ حضرت سعد بن وقاص فرماتے ہیں کہ جب رسول خدا صلعم غزوۂ تبوک میں تشریف لے گئے تو حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام چھوڑا جس پر حضرت علیؓ نے کہا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ تم اس بات سے راضی ہیں کہ تم میرے نزدیک حضرت موسیٰؑ کی طرف سے بمنزلہ ہارونؑ کے ہو مگر یہ ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں[2]۔

آن حضرت صلعم کے پاس ابو موسیٰ کو اُن کے احباب نے سواریوں کے لیے جیش عسرت یعنی غزوۂ تبوک میں بھیجا۔ اُنھوں نے آ کر سواریاں طلب کیں اور آپ نے فوراً فرمایا بخدا میں ان کو کسی چیز پر سوار نہ کروں گا آپ بہت غصہ میں تھے۔ ابو موسیٰ بہت غم زدہ ہوئے کہ شاید حضور صلعم مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ انھوں نے واپس آ کر یہ قصہ اپنے احباب سے بیان کیا۔ تھوڑی دیر انتظار کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت بلالؓ پکار رہے ہیں کہ حضور صلعم نے مجھے یاد فرمایا ہے تو حضور صلعم کے فرمانے پر ہر دو اونٹ احباب کے پاس لایا اور کہا کہ آں حضرت

---

[1] (۴۲) صفحہ ۲۲۷ و صفحہ ۲۔ (۲۱) تجرید بخاری مطبوعہ لاہور صفحہ ۳۰۳۔

صلعم آپ کو ان پر سوار کرتے ہیں۔ ابو موسےٰ نے آکر ایسا ہی حضور صلعم کی گفتگو کو بیان کیا۔ پھر اُنھوں نے بھی اس کی تصدیق کی یعنی جلدی میں قسم کھا لینے کے بعد اس کے خلاف کیا[1]۔

عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ میں حضور صلعم کے ہمراہ تبوک میں تھا آپؐ نے بلالؓ سے پوچھا کہ کیا کچھ کھانے کے لیے ہے۔ انھوں نے کہا وہ ہے جس نے صداقت کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا ہے یعنی سب کچھ ختم کر بیٹھے ہیں۔ پھر حضور صلعم نے فرمایا دیکھو شاید تم کچھ تلاش کر سکو۔ پھر بلال رضؓ نے چمڑے کی تھیلیوں کو لے کر ایک ایک کر کے تلاش کیا یہاں تک کہ ان میں ایک دو کھجوریں اٹکی تھیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلعم کے ہاتھ میں سات کھجوریں دیکھیں۔ پھر حضور صلعم نے برتن منگایا اس میں کھجوریں رکھ دیں پھر اس پر ہاتھ مبارک رکھ دیا اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔ ہم تین آدمیوں نے کھائیں۔ میں نے چون کھجوریں شمار کیں جب ہم سیر ہو گئے ہم نے اپنے ہاتھ کھانے سے کھینچ لیے تو اس وقت بھی سات کھجوریں تھیں جیسی کہ پہلے تھیں اور بلالؓ سے فرمایا کہ ان کو اٹھا لو اور ان میں سے کسی نے نہیں کھایا حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ پھر حضورؐ نے بلالؓ سے کھجوریں لانے کے لئے کہا وہ لائے اور اپنا ہاتھ مبارک ان پر رکھ دیا اور فرمایا کہ بسم اللہ کر کے کھاؤ تو ہم نے کھایا یہاں تک کہ ہم سیر ہو گئے اور ہم دس آدمی تھے۔ پھر ہم نے سیر ہو کر اپنے ہاتھوں کو کھینچ لیا اور وہ کھجوریں ویسی کی ویسی تھیں حضورؐ نے فرمایا اگر میں اپنے رب سے حیا نہ کروں تو ان کھجوروں کو مدینہ واپس ہونے تک ہمارا اخیر آدمی تک کھا سکتا ہے۔ پھر حضور صلعم نے غلام کو دے دیا اور وہ ان کی گٹھلیاں چباتا تھا[2]۔

۱؎ تجرید بخاری ص ۳۰۲/۲ + ۲؎ (۲۲) ص ۱۶/۳ +

تقسیمِ مالِ غنیمت اور اُس کا منتظم

خاص کر دشمن کا وہ مال جو مسلمانوں کے قبضہ میں جنگ وغیرہ کے بعد آتا اُسے حضور صلعم خود حضرت بلال کی معرفت اُس جنگ کے شرکا میں مساویانہ حیثیت سے تقسیم کر دیتے حضور صلعم نے خود فرمایا ہے کہ مجھے اور انبیاء پر فضیلت بخشی گئی ہے اور میری اُمت کو بھی دوسری امتوں پہ فضیلت حاصل ہے اور ہمارے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلعم نے ایک مہم نجد کی طرف ارسال کی جس میں ابن عمرؓ خود بھی شریک تھے اس فتح کے بعد بہت سا مالِ غنیمت آیا۔ اس میں اونٹ بہت تھے جو سب میں بارہ بارہ یا گیارہ گیارہ حصہ میں آئے اور بعد میں ایک اونٹ زیادہ رہ گیا۔ صحابہ نہایت شد و مد سے اپنا کلی استحقاق تصور کرتے ہوئے مساوی حصّہ لینے کی کوشش کرتے کیونکہ ہر شریکِ جنگ اس فتح کو اپنی ہمت کی دلیل تصور کرتا تھا جس وجہ سے مالِ غنیمت لینا اپنا پورا حق سمجھنا بعض اوقات بعض صحابہ ہوس سے بھی کام لیتے تھے۔ چنانچہ فتح حنین کے بعد مالِ غنیمت مسلمانوں کے قبضہ میں چھ ہزار قیدی تھے، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ وزن چاندی آئے جن کو حضور نے مقامِ جعرانہ میں آکر تقسیم کیا اور حضرت بلالؓ نے صحابہ میں حضور صلعم کے حکم سے مساوی صحیح وزن کر کے عطا کیے[۱]۔

صحیح بخاری میں آیا ہے کہ مقامِ جعرانہ میں آپ مالِ غنیمت تقسیم کر رہے تھے تو ایک شخص

---

[۱] (۲۸) صفحہ ۱۸۶/۱ +

نے کہا "عدل کیجیے" تو آپ نے بھی اُسی وقت جواب دیا کہ اگر میں عدل نہ کروں تو بدبخت (نعوذ
باللہ) ہوں۔ چنانچہ حسبِ دستور اس مال کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا۔ ایک بیت المال
کے لیے تاکہ مصرفِ ضروریہ میں غرباء، مساکین، مسافر اور سلطنت کے کام آسکے۔ اور باقی چار
حصے لوگوں میں مساویانہ تقسیم کیے جاتے۔ اور یہی تعلیم حضور صلعم نے وفد عبد القیس کو دی۔
جب وہ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو کہا کہ مالِ غنیمت کے پانچ حصے کرو جو تمہارے
ہاتھ آسکے[1]۔

ابو داؤد میں آیا ہے کہ جب آں حضرت صلعم کے پاس مالِ غنیمت آتا تو بلال رض لوگوں
میں حضور صلعم کے حکم مبارک سے منادی کرتے تو لوگ اپنا اپنا اُٹھایا ہوا مال لے کر حاضر ہو جاتے
اور حضور صلعم اُسے پانچ حصوں میں اس طرح تقسیم کر کے لوگوں میں بانٹ دیتے۔ ایک شخص
ایک دفعہ اس عمل کے بعد ایک چابک بالوں کی بنی ہوئی لایا اور کہا یا رسول اللہ یہ ہے جسے
ہم نے مالِ غنیمت میں پایا تھا، تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے بلال رض کو تین دفعہ منادی کرتے
نہیں سُنا تو اُس نے جواب دیا ہاں اور پھر پوچھا کہ تم کو پھر کس چیز نے لانے سے روکا
تب اُس نے معذرت کی تو آپ نے کہا کہ اب تم قیامت کے روز اس کو لے کر آنا اور
میں ہرگز قبول نہیں کروں گا[2]۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مالِ غنیمت کی تقسیم میں نہایت
احتیاط سے کام لیتے اور بمقام جعرانہ میں جب غزوۂ حنین کے بعد نہایت فیاضانہ طریق
سے مالِ غنیمت کو تقسیم کیا گیا تو حضرت بلال رض نے حضور صلعم کے حکم سے ایک سو اونٹ اور
چالیس اوقیہ چاندی حضرت معاویہ رض کو عطا کیے[3]۔

غرض کہ مالِ غنیمت کو فوراً ہی جمع کر کے تقسیم کیا جاتا اور نہایت مساوات سے کام لیا
جاتا اور کسی رعایت یا کسی کو فوقیت نہ دی جاتی۔ اسی جذبہ کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمر رض کا خطبہ

۱۔ (۲۵) ص ۱۹/۲ + ۲۔ (۲۷) ص ۳۲۸/۱ + ۳۔ (۳) ص ۳۴۹/۳ +

محض شک میں لوگوں نے سننے سے انکار کر دیا تھا کہ شائد اُنہوں نے ایک چادر جو اصل حصہ
تھا اس کی بجائے دو لے کر اپنی قمیص بنالی ہے۔ جب آپ کے لڑکے نے آپ کے
حق میں گواہی دی کہ میرے اور آپ کے حصہ سے یہ قمیص تیار ہوئی ہے تو تب لوگوں کو
تسلّی ہوئی۔ اور خطبہ سُنا جس سے یہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ امیر و کبیر کی کوئی
تمیز نہیں ہے۔

مسئلہ

ایک امر ضروری ہے کہ محض مالِ غنیمت کی محبت کی وجہ سے جنگ نہیں کرنا چاہیے
کیونکہ اس سے حرص پیدا ہوتی ہے اور اصل مطلب تبلیغِ اسلام اور خدا کا بول بالا فوت
ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک غزوہ میں اسی وجہ سے شکست ہوئی تھی کہ لوگ مالِ
غنیمت پر ٹوٹ پڑے تھے جیسا کہ بخاری میں آیا ہے[1]۔

فاقبل المسلمون على الغنائم واستقبلونا بالسهام۔
مسلمان غنیمت پر ٹوٹ پڑے اور کافروں نے ہم کو تیروں پر رکھ لیا۔

ام المؤمنین صفیہؓ بنت حییّ

غزوۂ خیبر میں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابی الحقیق یہودی کے قلعہ قموص کو فتح
کر لیا تو حضور صلعم کے پاس صفیہ بنت حیی اور اُس کی چچازاد بہن بھی لائی گئیں۔ تو حضرت بلالؓ
کو آپؐ نے حکم دیا کہ ان کو لے کر سواری تک چلو اور حضرت بلالؓ اُن دونوں کو اپنے ہمراہ
یہود کی نعشوں پر سے گذر کر لائے۔ جب صفیہ کی بہن نے دیکھا تو چیخ ماری، اپنے چہرے
کو نوچا، مٹی کو اچھالا اور اپنے سر پر ڈالا۔ جب حضور صلعم نے اُسے دیکھا تو فرمایا کہ اس
شیطان عورت سے مجھے تکلیف پہنچی ہے۔ اور بلالؓ کو کہا مجھ سے رحمتِ الٰہی الگ ہو
رہی ہے۔ صفیہ کی بہن کو دحیۃ الکلبی کے حوالے کر دو اور صفیہ کے متعلق اپنے انتخاب کا حکم

[1] (۲۵) ص ۹۱/۲ د ص ۲۴۶/۲ +

دیا اور حضور صلعم کی چادر کو اُس پر ڈال دیا گیا تو مسلمانوں نے معلوم کر لیا کہ حضور صلعم نے صفیہ کو اپنے لیے پسند فرما لیا ہے۔

صفیہ بنت حیی بن الاخطب کو والدین کی طرف سے سیادت حاصل تھی۔ اس نے ایک خواب دیکھا تھا جب کہ وہ ابھی کنانہ بن ربیع کے عقد میں تھی جو غزوۂ خیبر میں قتل ہو چکا تھا۔ وہ خواب یہ تھا کہ چاند یثرب سے طلوع ہوا ہے اور اس کی گود میں آ گیا۔ اس نے یہ خواب اپنے شوہر کنانہ سے بیان کیا تو اس نے کہا کہ محمد (صلعم) ملک حجاز کو امان دے گا تو اس سے محبت کرے گی یہاں تک کہ اس کے ماتحت ہو گی۔ پھر اُس نے صفیہ کے چہرے پر دھپڑ رسید کیے جس سے صفیہ کی آنکھیں سبز ہو گئیں اور اس کے آثار اس کے چہرے سے عیاں تھے۔ جن کو حضور صلعم نے دیکھ کر صفیہ سے ان کا سبب دریافت کیا تب اُس نے یہ خواب اور تمام واقعہ بیان کیا۔

حضور صلعم نے مال غنیمت خیبر سے صفیہ کو اپنے لیے انتخاب کیا۔ اس کو آزاد کیا کیونکہ اللہ کو اسی طرح منظور تھا۔ اور مسلمان ہو گئیں پھر اس سے نکاح کیا اور اس کا مہر اُس کی آزادی تھی۔ بمقام صہبا میں دعوت ولیمہ کی اور رسم عروسی منائی۔ وہاں سے چلنے پر حضور صلعم نے اس کو اپنے اونٹ پر سوار کر لیا۔ اور اپنے عبا سے اس پر پردہ کر لیا۔

غرض کہ معلوم ہوتا ہے کہ مال غنیمت کا تمام انتظام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں حضرت بلال رضؓ سے متعلق تھا۔[1]

---

[1] (۱۴) ص ۱۱۰ / ۱/۲ ، ص ۱۲۸ / ۱/۲ ۔

حضرت علیؓ کا عقد

تاریخ و سیر کی کتب میں ملتا ہے کہ جب حضور صلعم جنگ بدر سے واپس تشریف لائے
تو کچھ عرصہ توقف کرنے کے بعد آپ نے غزوہ بنی سُلیم کا ارادہ کیا اور اس موقع پر
حضور صلعم کا سفید جھنڈا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اُٹھائے ہوئے تھے۔ مگر اس غزوہ میں
جانے سے پیشتر کا واقعہ ہے کہ حضور صلعم نے اپنی صاحب زادی فاطمۃ الزہرا کو فرمایا تھا
کہ تمہاری نسبت حضرت علی رضؓ سے کریں گے۔ جس پر وہ خاموش ہوگئیں اور پوچھا
تمہاری کیا رائے ہے تو وہ رو پڑیں اور کہنے لگیں۔ اے ابّا جان آپ نے مجھے قریش کے
مفلس کے لیے انتخاب کیا ہے۔ تو حضور صلعم نے فرمایا کہ جس طرح صداقت اور حقانیت
کے ساتھ ایک ذات پاک نے مجھے مبعوث فرمایا ہے میں نے بھی اُس کے معاملہ میں کلام
نہیں کی جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آسمان سے اس کی اجازت دے دی ہے تو حضرت
فاطمہ بھی کہنے لگیں میں بھی راضی ہوں جس پر اللہ اور اللہ کا رسول راضی ہیں منگنی کی رسم
ابو بکر رضؓ اور عمر رضؓ نے ادا کی۔ یعنی آں حضرت صلعم خاموش ہوگئے تو حضرت ابو بکر رضؓ اور
حضرت عمر رضؓ حضرت علی رضؓ کے پاس تشریف لائے اور اُن کو اطلاع دی تو حضرت
علی رضؓ نے فرمایا کہ آپ نے مجھے اس امر کی اطلاع دی جس سے میں بے خبر تھا۔ چنانچہ
آں حضرت صلعم کے پاس تشریف لائے اور استدعا کی کہ فاطمۃ الزہراؓ کا نکاح مجھ

۱؎ تاریخ خمیس صفحہ ۴۰۲۔ و زرقانی۔

سے کر دو۔ جس پر آپ نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ ایک گھوڑا اور ایک زرہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ گھوڑا آپ کے لیے ضروری ہے اور اس زرہ کو آپ فروخت کر دو۔ جسے آپ نے اسی وقت ۴۸۰ درہم کے عوض فروخت کر دیا۔ تو آپ اس رقم ۴۸۰ درہموں کو لے کر حضور صلعم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ جس میں سے حضور صلعم نے مٹھی بھر لی اور فرمایا اے بلال رضؓ ہمارے لیے خوشبو خرید لاؤ۔ روایت میں یہ بھی ملتا ہے کہ اس زرہ کو حضرت عثمان رضؓ نے خرید کیا تھا جسے آپ نے حضرت علی رضؓ کو ہی لوٹا دیا تھا جس پر حضور صلعم نے عثمان رضؓ کے لیے دعائے خیر فرمائی تھی۔

کعب بن مزنی سے حضرت بلال رضؓ نے روایت کی کہ ایک مرتبہ حضور صلعم مسکراتے ہوئے ہمارے سامنے تشریف لائے اور عبدالرحمٰن بن عوف آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کیوں مسکراتے ہیں تو حضور صلعم نے فرمایا کہ ایک خوش خبری کے باعث جو اللہ عز و جل کی طرف سے ہے۔ یعنی میرے چچا زاد بھائی اور میری لڑکی کے حق میں وحی آئی ہے کہ اللہ عز و جل نے چاہا کہ حضرت علی رضؓ کا نکاح فاطمہ رضؓ سے کر دے۔ روایت بہت طویل ہے۔ آخر میں یوں ہے کہ میرے چچا زاد بھائی یعنی علی مرتضیٰ رضؓ کے نام پر میری امت کے بہت سے مرد اور عورت دوزخ سے آزاد کیے جائیں گے۔[1]

---

[1] (۱۴) صفحہ ۵، در مواہب الدنیہ

حضرت بلال رض کا عقد

حضرت بلال رض کو آنحضرت کی صحبت مبارک میں عرصہ دراز رہ کر ایک آزاد اسلامی زندگی کا خوب جی بھر کر تجربہ ہو چکا تھا اور بارہا آپ نے آں حضرت صلعم کو صحابہ سے نکاح کی عظمت اور عمل کی تعلیم دیتے سُنا تھا۔ تو آپ کے جی میں اتباعِ سنت نبوی کی خواہش پیدا ہوئی کہ آپ کے اس اسوۂ حسنہ کی بھی تکمیل میں اپنے آپ کو کیوں بیگانہ رکھا جائے اور ویسے بھی ترغیب نکاح کے متعلق فرمانِ الٰہی کان میں پڑ چکا تھا۔

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربٰع - (نسا: ۳) — نکاح کرو جو پسند آئیں تم کو عورتوں سے دو دو تین تین، چار چار۔

جس کی تائید میں آپ نے کل مومنین کو خطاب کر کے کہا

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج[۱] — اے نوجوانو! تم میں سے جو استطاعت رکھتا ہو، وہ نکاح کرلے۔"

شعبی روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رض نے عوام کو خطاب کر کے کہا جب کہ آپ کے بھائی اہلِ بیت میں یمن میں تشریف فرما تھے میں بلال ہوں اور میرا بھائی ہم دونوں حبشی غلام ہیں ہم گمراہ تھے اللہ نے ہم کو ہدایت کی اور ہمیں غلامی سے آزادی دلائی اگر آپ ہمارا کہیں نکاح کر دیں تو تمام تعریف اُسی ذات پاک کے لیے ہے۔ اگر آپ ہم کو

---

[۱] (۴۵) کتاب النکاح صفحہ ۔

روک دیں تو وہی سب سے بڑا ہے[1]

بارگاہِ نبوی کے مؤذن تھے بلال رض

کرچکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر

جب یہ چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں

جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر

ہوں غلام ابنِ غلام اور ہوں حبشی زادہ

یہ بھی سن لو کہ مرے پاس نہیں دولت و زر

ان فضائل پہ مجھے خواہش تزویج بھی ہے

ہے کوئی جس کو نہ ہو میری قرابت سے حذر[1]

(شبلی)

حضرت بلال رض نے درخواستِ نکاح کو اس سادگی اور صفائی سے پیش کیا جس سے اُن کی حق گوئی اور رازِ واقعہ کا پورا اندازہ ہوسکتا تھا جس کے ساتھ ہی اُنہوں نے کھلم کھلا اپنی غلامی اور آزادی کی خوب توضیح کر دی۔

حضرت بلال رض کے بھائی اپنے آپ کو عرب سمجھتے تھے اس لیے چاہتے تھے کہ ان میں کہیں شادی ہو جائے۔ آپ نے ایک عورت کو پیغامِ نکاح بھیجا انہوں نے جواب دیا اگر بلال رض شہادت دیں تو شادی کر دیں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ بلال رض موجود ہو گئے اور شہادت دی میں بلال بن رباح ہوں اور یہ میرے بھائی ہیں خلق و دین میں عادل ہیں اگر تم چاہو تو آپ کو اختیار ہے۔ پھر انہوں نے بلا کر کہا آپ کا جو بھی بھائی ہو گا اُس کی شادی ضرور کر دیں گے چنانچہ انہوں نے نکاح کر دیا[2]

ابن مراہمن بیان کرتے ہیں حضرت بلال رض کے پاس عرب لوگ آتے اور آپ کی

---

[1] (۱۴) صفحہ ۱۱۱/۳ [2] الیضاً۔

فضیلت بیان کرتے اور کہتے بخدا آپ سے کوئی بہتر نہیں لیکن باوجود اس کے آپ جواب دیتے کہ میں حبشی ہوں اور کل ابھی غلام تھا۔

ابن سعد نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ ابو البکیر کے لڑکے آں حضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہماری ہمشیرہ کا کسی سے عقد کر دو۔ آپ نے کہا کیا تم بلال رض سے چاہتے ہو۔ وہ واپس چلے گئے۔ دوسری مرتبہ پھر آتے کہا ہماری ہمشیرہ کا کسی سے عقد کر دو۔ آپ نے کہا تم بلال رض کو چاہتے ہو۔ پھر وہ آپ کی خدمت میں تیسری مرتبہ آئے۔ اور یہی کہا کہ ہماری ہمشیرہ کا کسی سے عقد کر دو تو آپ نے بھی وہی جواب دیا کہ کیا تم بلال رض سے چاہتے ہو۔ کیا تم اہل جنت میں سے کسی سے چاہتے ہو۔ تو وہ آپ کے اس کہنے پر راضی ہو گئے اور کہا آپ کو اختیار ہے۔ پھر آپ نے حضرت بلال رض کا عقد ابو بکیر کی لڑکی سے کر دیا[1]۔

قتادہ رض سے روایت ہے کہ آپ کا عقد بنی زہرہ کی عربی لڑکی سے ہوا۔ اور آپ کی بیوی کا نام ہند الخولانیہ تھا[2]۔

گردنیں جھک کے یہ کہتی تھیں کہ دل سے منظور
جس طرف اس حبشی زادہ کی اٹھتی تھی نظر
اس مساوات پہ ہے معشر اسلام کو ناز
نہ کہ یورپ کی مساوات کہ ظلم اکبر

(شبلی)

اور آپ کے جنتی ہونے کی بشارت حضور صلعم نے ان کی زندگی میں ہی دے دی تھی۔ اگر اصحاب عشرہ مبشرہ[۱] یعنی دس اصحاب کبار کے متعلق حضور صلعم نے بشارت دی

---

[۱] عشرہ مبشرہ اصحاب۔ ابو بکر صدیق رض حضرت عمر فاروق رض حضرت عثمان غنی رض حضرت علی مرتضیٰ رض حضرت طلحہ رض حضرت زبیر رض حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رض حضرت سعد بن وقاص رض حضرت سعید بن زید رض حضرت ابو عبیدہ بن جراح رض۔

[1] (۱۴) ۲۹/۳ + ۲ (۳۵) ص ۳/۱ +

تھی۔ آپ ان کے علاوہ تھے۔ جن کے متعلق آپ نے جنت کی بشارت دے کر اُن کی شادی کی ضمانت دی تھی[1]۔

بعض نے بیان کیا ہے کہ آپ کا نکاح ملک شام میں ہوا۔ مذکورہ بالا روایات کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے جب ہم آگے بڑھتے ہیں جس کی تائید میں ابنِ جبیر اپنے سفرنامہ میں مسجد نبی صلعم اور روضۂ مطہرہ کی تفصیل کے تحت بیان کرتے ہیں جس کا انتقال ۶۱۴ھ میں ہوا۔

"مسجد کے باہر حضرت ابوبکرؓ وغیرہ کے گھر ہیں۔ مسجد میں ایک بہت بڑا صندوق ہے جس میں شمع روضہ مبارک کا سامان وغیرہ رہتا ہے جو امام الروضہ کی تحویل میں رہتا ہے مسجد کی طرف بعض خدامِ مسجد نبوی اور حبشی اور خوبصورت شکلوں والے عمدہ لباس والے رومی خدام[1] کے سونے کی جگہ ہے اور مؤذن ملازم بلالؓ کے کسی اولاد کا گنبد (قبہ) ہے[2]۔

تاریخی حیثیت سے دیکھا جائے تو ہمیں معلوم ہے کہ حضرت بلالؓ آں حضرت صلعم کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے ملک شام ہجرت کر گئے اور وہیں آپ کا انتقال ہوا۔ اور مدینہ محض ایک مرتبہ اس اثنا میں آئے۔ حالات سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آپ کا عقد مدینہ میں ہوا اور وہیں بقول ابن جبیر آپ کی اولاد کا مقبرہ بھی تھا اور دمشق میں آپ کی زوجہ آپ کے ہمراہ تھیں۔

ط[1] (۱۴) ۱۲۹/۳/۱ ، ط[2] (۱۱) ص ۱۵۰ +

عمرۃ القضاء

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (بقرہ ۱۹۶) اللہ کے لیے حج اور عمرہ کو پورا کرو۔

چھٹی ہجری کو آں حضرت صلعم نے قبائل عرب مدینہ کو مکہ معظمہ عمرہ کے ارادہ سے چلنے کے لیے حکم دے دیا۔ کیونکہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے حج بھی ایک فرض تھا جس کی ادائیگی سے آپ سبکدوش ہونا چاہتے تھے۔ آپ نے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور قربانی کے اونٹ ساتھ لے لیے اور یہ بھی حکم تھا کہ ایک تلوار حسب دستور عرب نیام میں ساتھ لے لی جائے۔ اور آپ کے اس سفر میں ۱۴۰۰ مسلمان ہمرکاب تھے۔ آپ نے ذوالحلیفہ میں پہنچکر اپنی قربانی کے جانوروں کے گلوں میں قربانی کی نشانیاں لٹکا دیں۔ آں حضرت صلعم نے مقام حدیبیہ[1] میں پہنچکر قیام بدیل بن ورقار نے آکر آں حضرت صلعم کو اطلاع دی کہ قریش کا طوفان بدتمیزی آپ کے خلاف آرہا ہے تاکہ آپ کعبہ میں داخل نہ ہو سکیں۔ آپ نے اُس کو کہا کہ ہماری طرف سے کہدو کہ ہم لڑنے کی غرض سے نہیں آئے۔ بدیل بن ورقار نے آپ کا پیغام سُنا دیا لیکن قریش جو اس وقت ضلالت شیطان کے مطیع تھے اُن پر کیا اثر ہو سکتا تھا۔ ادھر اصحاب رسول اللہ میں جوش مشتعل ہو رہا تھا جس میں حضرت بلال رضہ بھی جوش میں آکر تکبیر کے نعرے بلند کرتے تھے۔ آخر الامر یہ قرار پایا کہ حضرت عثمان کو صلح کی گفتگو کے لیے بھیج دیا جائے۔ آپ کا وہاں جانا تھا کہ آپ کو قریش نے قید کر لیا اور یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان کو قتل

[1] حدیبیہ مکہ سے ایک منزل پر ایک مقام ہے اور وہاں ایک کنواں ہے جس کے نام پر اس کا نام پڑ گیا ہے اسی وجہ سے اسے صلح حدیبیہ بھی کہتے ہیں۔ جو یہاں پیش آئی تھی غزوات کے تحت حدیبیہ کے تحت پہلے صفحہ پر کافی لکھا جا چکا ہے۔

کر دیا گیا ہے اس پر آں حضرت نے فرمایا کہ ہم پر حضرت عثمان کا قصاص لینا فرض ہے۔ آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے جب جان نثاری کا عہد کیا جسے بیعت الرضوان بھی کہتے ہیں جس کے لیے سورۂ فتح میں آیا ہے۔

لقد رضی اللہ عن المؤمنین — بے شک اللہ راضی ہوا مومنوں سے جب کہ وہ
اذ یبایعونک تحت الشجرۃ الآیہ (فتح ۱۸) — بیعت کر رہے تھے تیری درخت کے نیچے۔

سہیل بن عمر قریش مکہ کی طرف سے نمائندے کی حیثیت سے تھے۔ بہت گفت گو کے بعد چند شرائط پر اتفاق ہوا اور آں حضرت صلعم کے حکم سے حضرت علی رض نے اُن کو قلمبند کر دیا۔ ان سات شرائط میں سے ایک یہ بھی تھی۔ کہ

مسلمان اگلے سال آئیں اور مکہ میں صرف تین دن قیام کر کے واپس چلے جائیں۔

پھر آں حضرت صلعم نے وہیں خود قربانی کی اور احرام اُتار دیا۔ پھر وہاں سے آپ مدینہ واپس چلے آئے۔ معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کے قتل کی خبر غلط تھی غرضکہ تین دن کے بعد وہاں سے مسلمان واپس چلے آئے۔

صحیحین میں انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ آپ نے تمام عمر میں چار عمرہ کیے اور چاروں ہی مہینہ ذوالقعدہ میں تھے یعنی عمرہ حدیبیہ جس میں آپ کو روک دیا گیا تھا اور صلح حدیبیہ ہوئی۔ دوسرا عمرۃ القضا صلح حدیبیہ کے دوسرے سال کیا۔ تیسرا عمرۃ الجعرانہ جب آپ غزوۂ حنین میں آٹھویں سال تشریف لے گئے تو مقام جعرانہ سے لوٹے اور مکہ میں آ کر عمرہ کیا چہارم عمرۃ القران یعنے حجۃ الوداع کے ساتھ ہی عمرہ بھی آپ نے کیا۔ آپ ہجرت کے بعد چار دفعہ عمرہ بیت اللہ کے ارادہ سے نکلے۔ پہلی دفعہ وہاں تک پہنچے جب کہ آپ محض حدیبیہ تک تشریف لائے اور آپ کو داخل ہونے سے روک دیا گیا۔ یعنی مذکورہ بالا کے علاوہ آپ یوم فتح مکہ آئے اس لیے آپ چار مرتبہ زیارت بیت اللہ سے مشرف ہوئے[۱]۔

---

[۱] (۱۷) ص ۲۳۲۰ / ۱۳

جب آپ بمطابق شرائط صلح حدیبیہ کے دوسرے سال مکہ میں عمرہ کے لیے تشریف لائے کیونکہ قرآن کریم کی آیت کریمہ اتموا الحجۃ والعمرۃ للہ (۹ ہجری کے مطابق آپ پر واجب ہو چکا تھا کہ عمرۃ القضا کیا جائے کیونکہ کفار نے آپ کو روک دیا تھا جس پر سب محدثین کا اتفاق ہے کہ اگر حج یا عمرہ میں دشمن یا مرض کی وجہ سے رُک جائے تو پھر قضا واجب ہے۔ اگر حج اور عمرہ دونوں سے رُک جائے تو دونوں کی قضا کرے اور ایک سے رُکے تو ایک کی قضا کرے چنانچہ آپ بڑے طمطراق سے انہیں صحابہ کے ہمراہ تشریف لائے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر ساتھ تھے۔

حولیطب بن عبدالعزی بیان کرتے ہیں جو فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے جب آپ تشریف لائے تو قریش آپ کے استقبال کے لیے نکلے میں اور سہیل بن عمرو دونوں مکہ ٹھہرے تاکہ وقت شرط ختم ہوتے ہی آپ کو واپس کر دیا جائے۔ چنانچہ میں اور سہیل بن عمرو آگے بڑھے۔ ہم نے کہا آپ کی شرط پوری ہو چکی اور ہمارے شہر سے نکلو۔ چونکہ اس صلحنامہ میں سات شرائط میں سے دو یہ بھی شرطیں تھیں، مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں اُن میں سے کسی کو اپنے ہمراہ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔ کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مکے میں جائے تو وہ واپس کیا جائے گا" کیونکہ امیر جماعت کو ہمیشہ اپنے معتقدین کا خیال ہوتا ان کی تکلیف یا نقصان اس کی اپنی تکلیف اور نقصان ہوتا ہے ویسے آپ رحمۃ للعالمین تھے ادھر شرائط بھی جن کی بنا پر فوراً آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دے دیا اے بلال جو بھی ہمارے ساتھ مکہ میں آیا ہے گم نہ ہونے پائے اور آں حضرت صلعم نے حضرت بلال رضؓ کو حکم دیا کہ ایک مرتبہ کعبہ پر کھڑے ہو کر اذان کہہ دیں کیونکہ شرطیں تھا کہ تین دن تک قیام کر کے چلے جائیں چنانچہ حضرت بلال رضؓ نے اس حکم کو پورا کیا اور تمام صحابہ عمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ سے پُرامن طریق سے واپس ہوئے[۱]۔

---

[۱] (۲۲) صفحہ ۶۹ +

فتح مکہ

صلح حدیبیہ نے لوگوں کو کسی حد تک مطمئن کر دیا تھا لیکن مکہ معظمہ میں بنو بکر نے انتقام کا موقع پر دفعۃً بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا اور عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ، سہیل بن عمر وغیرہ کبار مکہ نے رات کے وقت بھیس بدل کر بنو بکر کی حمایت میں اور بنو خزاعہ کے خلاف جو آں حضرت صلعم کے حلیف ہو چکے تھے شمشیر زنی کی۔ خزاعہ نے مجبور ہو کر حرم محترم میں پناہ لی۔ بنو بکر حرم کے احترام سے رُک گئے لیکن ان کے رئیسِ اعظم نوفل نے موقع پاکر اُن کا وہیں خون بہا دیا۔ عمر بن سالم اور بُدیل بن ورقا آں حضرت صلعم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے جب کہ آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ اور فریاد رسی کے لیے اشعار پڑھے[1]

یا ربّ انی ناشد محمدا — کچھ غم نہیں ہم محمد (صلعم) وعدہ یاد دلائیں گے۔ جو
حلف ابینا و ابیہ الا — اُن کے اور ہمارے آبا و اجداد میں ہوا۔

آں حضرت صلعم نے فوراً قریش کے پاس ایک قاصد ارسال کیا تاکہ آپ کی طرف سے تین شرائط پیش کرے۔

(۱) مقتولین کا خون بہا ادا کیا جائے۔

(۲) بنو بکر قریش کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

(۳) اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

---

[1] (۱۴) صـ ۵۳/۴/۲ و صـ ۸۰۶ یہ آٹھ اشعار ہیں۔

اس کے جواب میں قریش نے ابوسفیان کو اپنا سفیر بنا کر مدینہ بھیجا تاکہ حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید ہو جائے۔ لیکن مسلمان کب مانتے تھے۔ چنانچہ ابوسفیان نے آکر ایسا بیان دیا کہ جس سے نہ صلح معلوم ہو نہ جنگ تاکہ تیاریاں کی جائیں۔ ادھر آں حضرت صلعم نے خفیہ تیاریاں کیں تاکہ اہل مکہ کو خبر نہ ہو۔ آں حضرت صلعم تمام قبائل عرب کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے نکلے اور حالت یہ تھی کہ کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ اور مقصد سفر کیا ہے؟

رمضان میں مریض اور مسافر کے لیے رعایت

اتفاق سے رمضان کا مہینہ تھا۔ گرمی کی شدت اپنے پورے شباب پر تھی خاص وہ یوم ارتحال اس قدر تمازت کا تھا کہ تمام اصحاب رسول صلعم تشنہ لب ہو گئے۔ آپ نے آکر مقام کدید میں قیام فرمایا جب آں حضرت صلعم کو لوگوں کی اس تشنہ لبی کا علم ہوا جو بوجہ پابندی صوم اور بھی پیمانہ صبر لبریز کئے دیتی تھی حضور رحمۃ للعالمین نے فوراً حضرت بلال کو بلا کر فرمایا کہ تمام قبائل میں اعلان کر دو کہ سب لوگ روزہ افطار کر دیں اور کوئی گناہ نہیں۔ بلال رض نے آپ کے اس فرمان کو تمام تک پہنچا دیا۔ لیکن لوگوں نے سوال کیا کہ اے بلال رض تم کیسے حکم دیتے ہو کہ ہم افطار کر دیں۔ حالانکہ یہ اسلام کا نہایت عظیم الشان مہینہ ہے۔ بلال رض نے جواب دیا مجھے آں حضرت صلعم نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ اور آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر استفسار ہو سکتا ہے۔ کیونکہ حضور صلعم ہمارے ہمراہ موجود ہیں[1]۔ چنانچہ اہل عرب نے اپنی عادت کے مطابق آپ کو سلام علیک کہا اور حضور صلعم نے جواب دے کر مرحبا کہا اور فرمایا۔ آپ لوگوں کو علم ہونا چاہیے کہ مجھے اللہ تعالے نے ملت حنفیہ پسندیدہ دے کر ارسال کیا ہے اور تمہاری خاطر اپنے دین فطرت میں حرج پیدا نہیں کیا۔ پھر آپ نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی۔ فمن کان منکم مریضا او علی سفر الآیہ جس سے مسلمان بہت خوش ہوئے پھر آپ نے خود ایک برتن لے کر دہن مبارک سے لگایا۔ اور فرمایا۔ دیکھو میں ان شاء اللہ تعالیٰ روزہ سے ہول

---

[1] فتح مکہ۔ ابوالحسن بکری صـ ۲۸ - ۲۹ +

اور اب اللہ کے حکم سے افطار کرتا ہوں۔ اور یہ بھی تاکید فرمائی کہ میری امت کے بہترین مسلمان وہ ہیں جو سفر میں روزہ نہ رکھیں اور نماز میں قصر کریں۔ غرض تمام مسلمانوں نے افطار کیا اور اپنی پیاس بجھائی۔

مقصد سفر کا اظہار

آں حضرت صلعم نے تین روز تک مقام جحفہ میں قیام کیا۔ لیکن اسلام کے پروانوں پر جو اس شمع نور پر جانیں قربان کرنے کے سوا اور کچھ نہ جانتے تھے عزم سفر مکہ ابھی تک ایک معمہ ہی تھا اور کہتے تھے کہ اگر ہمیں علم ہو جائے تو ہمارے قلوب کچھ تو مطمئن ہو جائیں اور وہ تمام سامان حرب سے مسلح مع اپنے گھوڑوں کے پڑے تھے۔ جیوش اسلامیہ میں سے ایک شخص مالک بن کعب انصاری نے اُٹھ کر تمام قوم کو مخاطب کر کے کہا۔ مجھے زیادہ علم ہے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔ اور سلام عرض کر کے اجازت طلب کی پھر آپ نے حکم دے دیا اور اُس نے لوگوں پر مکہ کے عزم کا راز کنایۃً فاش کیا۔

آگ روشن کرنے کا حکم

پھر آں حضرت صلعم نے تمام قبائل عرب کو کوچ کا حکم دیا۔ سب نے بسر وچشم قبول کیا اور آپ کے ہمراہ سب نے وقت مغرب تک سفر کیا۔ مکہ کے قریب پہنچ کر مرّالظہران میں قیام کیا جہاں سب نے خیمے وغیرہ نصب کر دیے۔ یہ جگہ بہت آباد تھی۔ حضرت بلال رضؓ نے نماز مغرب کے لیے اذان دی اور سب نے حضور صلعم کے اقتدار میں نماز ادا کی جس کے بعد ہر سردار اپنے اپنے قبیلہ کی طرف چلا گیا اور طعام وغیرہ سے فارغ ہو کر اپنے گھوڑوں کو باندھ دیا اور نماز عشا تک آرام کیا۔ پھر حضرت بلال رضؓ نے نماز عشا کی اذان دی اور تمام نماز عشا ادا کر کے اپنے اپنے خیمہ کی طرف لوٹ گئے۔ ابھی وہ تحمید و تقدیس و تسبیح سے

فتح مکہ الیفا۔ ۔۔۔ (۱) ص ۸۱۰

فارغ ہی نہ ہوئے تھے کہ حضور صلعم نے تمام قبائل کو حکم دیا کہ اپنے اپنے خیمہ کے آگے آگ روشن کرو۔ جس پر فوراً عمل ہوا۔ اور آپ نے فرمایا کہ جبریئلؑ ابھی نازل ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے یہی حکم لائے تھے۔

آں حضرت کے ہمراہ اس غزوہ عظیمہ میں جس میں تمام مستقبل اسلام مضمر تھا۔ بہتر قبائل عرب تھے۔ جن میں دس ہزار نفوس شیر بلیشہ اللہ کے راستہ میں سر بکف تھے۔ جب رات چھا گئی تو حضرت عباس بن عبدالمطلب نے ان قبائل کی آگ کی روشنی کو جو تمام فضا کو منور کر رہی تھی دیکھا انہوں نے اپنے جی میں خیال کیا کہ بخدا اگر میرا چچیرا بھائی محمد صلعم ان جیوش و عساکر کو لے کر مکہ شریف میں گھس آئے تو کیا چھوٹا کیا بڑا کیا پیادہ کیا سوار ہلاک ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور نہ مال بچ سکتا ہے۔ حتےٰ کہ عورتیں جنہیں بآسانی قید کر لیا جا سکتا ہے۔ میں حتی الامکان قریش کی عزت کو تا دمِ مرگ بچاؤں گا۔ کیونکہ وہ ہمارے بھائی بند ہیں۔

حضرت عباس اور ابو سفیان کا قبول اسلام

حضرت عباس اور ابو سفیان کے مابین اسلام لانے پر بہت قیل و قال ہوئی۔ حضرت عباس نے بہت سمجھایا۔ مگر اسلام کا ابھی اتنا اثر نہ ہوا تھا کہ ادھر حضرت بلالؓ نے نماز کے لیے اذان دی اور تمام قبائل عرب نماز کے لیے نکل آئے۔ تاکہ نبی صلعم کے ہمراہ نماز ادا کریں۔ ابو سفیان نے کہا اے ابوالفضل عباس یہ غلام تو گدھے (نعوذ باللہ) کی طرح گلا پھاڑتا ہے۔ حضرت عباس اس کو پہلے بھی بار ہا دورانِ گفتگو میں حمار قریش سے خطاب کر چکے تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا تھا موش حمار قریش! یہ بلالؓ موذن رسول اللہ صلعم ہیں۔ ابو سفیان نے کہا نماز کیا شے ہے تو آپ نے کہا اٹھو میرے ہمراہ نماز ادا کرو۔ شاید نماز اور اس کے ارکان کو دیکھ کر تمہارا دل آنحضرت صلعم کی

فتح مکہ۔ دالیضاً۔

قرأت سن کر پگھل جائے۔ حضرت عباس اس کو کھینچ کر نماز تک لے آئے۔ نبی صلعم نے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ یٰسٓ پڑھی اور دوسری میں سورہ فاتحہ والرحمٰن ابوسفیان اسلام کی یہ حالت عظیمہ دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ اور اس نے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔

حضور صلعم کی رحمت وشفقت

سبحان اللہ اس قدر تکالیف برداشت کرنے کے باوجود بھی رحمۃ للعالمین نے ان پر رحم فرما کر حکم دے دیا۔ کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہو اُسے امان ہے۔ جو حرم محترم میں پناہ لے گا اُسے امان ہے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھے گا اُسے امان ہے غرض کہ آپ نے اس رحم سے بھی بڑھ کر روا رکھا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں پر فرمایا تھا۔ کہاں وہ وقت کہ آں حضرت صلعم مع اپنے اصحاب کے پوشیدہ طور پر نکلے تھے اور کہاں یہ وقت کہ سب اشرار اس وجود پاک کے آگے سر خم اور طالب پناہ ہیں۔ پھر کیا تھا ہر طرف اسلام کی فتح کے نعرے بلند ہوئے۔ حرم محترم جو خلیل اللہ کی بت شکنی کی یادگار تھا اس کی آغوش میں ۳۶۰ بت رکھے تھے۔ آں حضرت صلعم ہر ایک کی طرف عصائے مبارک سے اشارہ کرتے جاتے اور وہ گرتے جاتے تھے۔ اور آپ اس وقت یہ آیت کریمہ تلاوت فرما رہے تھے۔

قل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ (اسریٰ ۸۱)

کہہ دو حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹ جانے والا ہے۔

کعبۃ اللہ کی کنجیاں طلب کی گئیں

آں حضرت صلعم طواف بیت اللہ کے بعد مسجد الحرام میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے لوگ آپ کے گرد بے شمار تھے۔ آپ نے بلال رض کو عثمان بن طلحہ کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ جا کر

پیغام دو کہ آں حضرت صلعم نے حکم دیا ہے۔ کہ کلید کعبہ شریف لے کر حاضر ہو۔ یہ کنجیاں صدیوں سے اسی خاندان کی تحویل میں چلی آتی تھیں حضرت بلال رض نے حضور صلعم کے ارشاد کو عثمان بن طلحہ تک پہنچا دیا کہ آں حضرت صلعم کی خدمت اقدس میں چابیاں لے کر حاضر ہوں۔ عثمان نے کہا بہت اچھا۔ اس نے اپنی والدہ سلافہ بنت سعد بن شہید الانصاریہ کے پاس جاکر عرض کی کہ حضور صلعم نے کنجیاں طلب کی ہیں۔ ادھر حضرت بلال رض نے آکر عرض کی کنجیاں لے کر ابھی حاضر ہوتے ہیں۔ اور یہ کہہ کر وہ بھی لوگوں میں بیٹھ گئے۔ عثمان نے اپنی والدہ سے کہا کہ مجھے حکم ہوا ہے۔ کہ میں خود کنجیاں لے کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں۔ تو اس کی والدہ نے جواب دیا میں اللہ کی پناہ مانگتی ہوں کہ تو اپنے ہاتھوں سے آں حضرت صلعم کی خدمت اقدس میں اپنی قوم کی شاندار امانت کو لے جائے تو ہی مجھے زیادہ عزیز ہے۔ اور تو ہی لے جا"۔ چنانچہ عثمان بن طلحہ ان کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے یہ امانت پیش کر دی۔ پھر حضور صلعم نے کعبہ کا دروازہ کھولا تو اسامہ بن زید رض عثمان بن طلحہ رض اور بلال رض اندر داخل ہوئے۔ بعد میں دروازہ بند کر دیا گیا ابن عمر سے روایت ہے کہ مجھے کسی وجہ سے دیر ہو گئی۔ جب آپ آئے تو آپ نے خالد بن ولید کو دروازہ پر کھڑا کر دیا تاکہ لوگوں کو باہر آنے تک روکا جائے۔ جب آپ کے داخل ہونے سے لوگوں کا ہجوم ہو گیا تو ابن عمر آگے بڑھے اور لوگوں کی گردنوں پر سوار ہوتے تھے تاکہ داخل ہو اور ہادی دو جہاں کی اقتدا کی جائے۔ مگر حضور صلعم دیر تک اندر ٹھہرے[۱]

حضرت عبداللہ بن عمر رض کا شوق اتباع سنت

یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ تمام اصحاب رسول اللہ صلعم میں سے جس قدر عبداللہ

---

[۱] ارزقی کی روایت سے واضح ہے کہ آپ نے اندر داخل ہو کر وہاں جو تصاویر تھیں ان کو مٹوادیا اس بحث کو آخر میں درج کیا گیا ہے۔

فتح مکہ۔ ایضاً۔

بن عمرؓ آپ کے اتباع میں کوشاں رہے تھے۔ اس کی نظیر ملنی محال ہے۔ آپ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آپ نے اندر نماز کس طرح ادا کی تا کہ اتباع کروں۔ پس اسی اثنا میں آنحضرت صلعم واپس آتے ہوئے دروازہ پر ملے۔ تو عبداللہ بن عمرؓ نے فوراً حضرت بلالؓ سے جو دروازے کے پیچھے کھڑے تھے سوال کیا کہ آنحضرت صلعم نے کعبہ مشرفہ میں داخل ہو کر کیا کیا۔ تو حضرت بلالؓ نے جواب دیا۔ کعبہ میں چھ ستون دو قطاروں میں ہیں۔ قطار اول کے دو ستونوں کے درمیان آپ نے دو رکعت نماز ادا کی اور کعبہ کا دروازہ آپ کے پیچھے تھا۔ جب آپ اندر گئے تو دیوار آپ کے مقابل تھی۔ اور آپ کے اور دیوار قبلہ کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ جہاں آپ نے نماز پڑھی سرخ سنگ مرمر لگا ہوا تھا۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور خانہ کعبہ مشرفہ کی کنجیاں آپ کے دست مبارک میں تھیں۔ پھر آپ نے اُن کو عثمان بن طلحہ کے حوالے کر دیا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ :-

ان اللّٰہ یامرکم ان تؤدوا الاما نات الیٰ اھلھا۔ (نساء ۵۷)	بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کے سپرد کرو۔

اور فرمایا چونکہ یہ امانت آپ کے ہاں عرصہ دراز سے چلی آتی ہے، اِس لیے آپ ہی کے ہاں رہنی چاہیے۔

حضرت بلالؓ کی پہلی اذان مکّہ میں

آں حضرت صلعم نے مکہ معظمہ کو تمام شکستہ بتوں سے پاک کر دیا۔ اُدھر ظہر کا وقت بھی ہو چکا تھا۔ اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ اذان دو۔ اہل قریش پہاڑوں کی چوٹیوں پر کھڑے تھے بھاگ گئے۔ انھوں نے اپنے چہروں کو خوف کے مارے چھپا لیا کہ مبادا قتل کیے جائیں۔ بعض نے امان طلب کی، امان دی گئی۔ حضرت بلالؓ آں حضرت صلعم کے حکم مبارک

فتح مکہ ایضاً

سے جبل ابو قبیس پر اذان کے لیے چڑھے بعض نے کہا کہ اے عباد اللہ یہ سیاہ فام غلام کعبہ پر اذان دے گا؟ بعض نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالے کا غضب نازل ہوگا اور اُسے اس امر سے غیرت آجائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ الآیہ (حجرات ۱۳) لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا الخ

یہ اذان کیا تھی گویا بت پرستوں کے تمام بُت شکنوں کی طرف سے توحید کا پیغام تھا۔ جنھوں نے کعبہ کو صدیوں کی غلاظت سے پاک کر دیا تھا حضرت بلال رضؓ نے نہایت بلند رفیع آواز سے اذان دی۔ خاص کر جب آپ نے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو جُویریہ بنت ابی جہل پکار اُٹھی اپنی عمر کی قسم اسی نے تیرے ذکر کو بلند کر دیا ہے مگر ہم بھی ابھی نماز پڑھیں گے۔ بخدا ہم اس سے کبھی محبت نہیں کرتے جس نے ہمیشہ اپنے احبار کو قتل کیا ہے۔ میرے والد کے پاس بھی وہی آیا جو آں حضرت صلعم کے پاس نبوت سے آیا لیکن اُس نے رد کر دیا اور اپنی قوم کے خلاف نہیں کیا۔ خالد بن اسید نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے میرے باپ کی عزت رکھ لی کہ اُس نے اس اذان کو آج کے دن نہیں سُنا۔ وہ قبل فتح مکہ کے فوت ہو چکا تھا۔ حارث بن ہشام نے کہا کاش میں بلال کو کعبہ پر گدھے کی طرح (نعوذ باللہ) گلا پھاڑتے سننے سے پہلے مر جاتا۔ حکم بن ابی العاص نے کچھ ایسا ہی کہا۔ سہیل بن عمر نے کہا یہ اللہ کے غصہ کا مقام ہے بس اسے غیرت کرنی چاہیے۔ ابو سفیان نے کہا میں کچھ نہیں کہتا۔ اگر میں کچھ کہوں گا کبھی تو آں حضرت صلعم کو یہ کنکریاں بھی خبر دے دیں گی۔ آں حضرت کے پاس جبرئیل امین تشریف لائے اور آپ کو ان کے متعلق خبر دی۔ یہ تمام سامنے ہی بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اُن کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے فلاں فلاں تم نے ایسا ایسا کہا۔ پھر ابو سفیان نے کہا

یارسول اللہ میں نے کچھ بھی نہیں کہا، آپ ہنس دیے۔

ارزقی نے یہاں بیان کیا ہے کہ بلال بنی اسحاق بن عبدالدار کے یتیموں سے تھے جس نے ان کے متعلق امیہ بن خلف کے لیے وصیت کی تھی اور وہ ان کو اور آپ کے بھائی کحیل کو عذاب دیتا تھا۔

شہنشاہِ اسلام کا پہلا خطبہ

جانشینِ ابراہیم کا پہلا فرض توحید خالص کا احیا اور حرم محترم کعبہ کو اس الائش سے پاک کرتا تھا جو آخرالامر ہو کر رہا۔ چنانچہ آپ نے مقام ابراہیم میں کھڑے ہو کر خطبہ دیا شہنشاہِ اسلام کا یہ پہلا دربار عام تھا۔ خطبہ سنت یعنی بارگاہِ احدیت کی تقریر خلافت الٰہیہ کے منصب سے رسول اللہ صلعم نے ادا کی جس کا خطاب صرف اہل مکہ ہی سے نہ تھا بلکہ تمام عالم سے تھا۔

عورتوں اور مردوں کی بیعت

مقام صفا میں آپ بلند مقام پر بیٹھ گئے۔ جو لوگ اسلام قبول کرنے کی غرض سے حاضر ہوتے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کرتے مردوں کی باری ہو چکی تو مستورات پیش ہوئیں۔ عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے ان سے ارکان اسلام اور محاسن اخلاق محمدیہ کا اقرار لیا جاتا پھر پانی کے ایک لبریز پیالے میں آں حضرت صلعم دستِ مبارک ڈبو کر نکال لیتے تھے آپ کے بعد عورتیں اسی پیالے میں ہاتھ ڈالتی تھیں اور بیعت کا معاہدہ پختہ ہو جاتا۔ غرض کہ اسی ۸ ہجری میں فتح مکہ مکمل ہوئی اور عرب میں اسلام کا راستہ صاف ہو گیا۔

خانہ کعبہ میں تصاویر

فتح مکہ کے ضمن میں یہ متفق علیہ طور پر ابن ہشام سے نقل کیا گیا ہے کہ جب حضور صلعم

بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو آپ کے ہمراہ حضرت بلال[۲] آپ کے پیچھے تھے[۱]۔ اور اندر آپ نے انبیاء اور فرشتوں کی تصاویر دیکھیں تو آپ نے اُن کو مٹوا دیا۔ آپ کے اس فعل سے غیر مسلموں میں جو تاریخ مصوری سے تعلق رکھتے ہیں اشتباہ پیدا ہوا۔ بلکہ بعضوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ تصویر کو حضور صلعم نے برداشت کیا جو واقعات کے خلاف ہے اس لیے یہاں اس امر کو ذرا وضاحت سے بیان کیا جاتا ہے۔ مگر اس سے پیشتر ہمیں قرآن کریم کی وہ آیت پیش کرتے ہیں جس سے اس خانۂ خدا کی عظمت اور مسلمان کا صحیح عمل واضح ہے

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعلمین فیہ اٰیات بینٰت مقام ابراھیم و من دخلہ کان اٰمنا۔ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین۔ (آل عمران ۹۶ - ۹۷)

تحقیق اول گھر جو سب سے پہلے لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہ مکہ میں واقع ہے یہ جہان بھر کے لوگوں کے لیے برکت والا ہے اور ان کو ہدایت کرنے والا ہے اس میں واضح نشانیاں ہیں منجملہ ان کے مقام ابراہیم ہے جو شخص اس میں داخل ہوتا ہے وہ امن پاتا ہے۔ اللہ کے واسطے اس گھر کا حج کرنا ان لوگوں پر واجب ہے جو اس کی راہ پا سکیں جس نے انکار کیا اُس کو واضح رہے اللہ تعالےٰ جہان والوں سے بے پرواہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں تمام فلسفۂ حج اور اس کی اہمیت واضح ہے۔ یہی امور تھے جو آں حضرت صلعم کو کشاں کشاں فتح مکہ کی غرض سے رمضان کے مہینہ میں ۸ھ ہجری لے آئے۔ جیسا کہ اوپر مفصل بیان کر دیا گیا ہے۔ ارزقی نے اخبار مکہ میں کافی پھیلا کر یوں لکھا ہے[۲]:-

"خانہ کعبہ میں چھ ستون تھے۔ عیسیٰ بن مریم اور مریم علیہما السلام کی تصاویر اس ستون پر تھیں۔ جو دروازہ کے قریب تھا جو اس طرح معصود کی گئی تھیں کہ حضرت

۱و۲ (۲) صـ ۱۸۳ - ۱۸۶ / ۱ و (۷) صـ ۱۲۰ - ۱۲۱ / ۲ +

مریم اپنی گود میں اپنے بچہ عیسیٰ کو لیے کھڑی ہیں ۔ یہ تصاویر خانہ کعبہ میں ۶۲ھ ہجری تک بدستور موجود رہیں ۔ عبداللہ بن زبیر کے زمانہ میں آگ میں یہ تصاویر ضائع ہو گئیں"

ارزقی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ :-

"حضور صلعم نے شیبہ کو تمام تصاویر مٹا دینے (۱مسح) کو کہا سوائے تصاویر کے جو ہیر سے ہاتھ کے نیچے تھیں پھر آپ نے اپنا ہاتھ حضرت عیسیٰ اور آپ کی والدہ حضرت مریم کی تصویر سے اُٹھالیا ۔ ان تصاویر کے ضمن میں یہی درج کیا ہے کہ ذی روح کی تصاویر مکروہ ہیں اور غیر ذی روح کی مثال درخت ہے ۔ بلکہ یہاں ارزقی نے ایک اور روایت نقل کی ہے کہ حضور صلعم نے حضرت عمر بن الخطاب کو بہ زمانہ فتح مکہ حکم دیا کہ بیت اللہ میں داخل ہو کر تصاویر کو مٹا دیا جائے ۔ اور جب تک ان تصاویر کو صاف نہیں کر دیا گیا، آپ بیت اللہ میں داخل نہیں ہوئے "۔

ایک اور روایت کے مطابق حضور صلعم کعبہ میں داخل نہیں ہوئے اور آپ نے حضرت عمر بن الخطاب کو تمام تصاویر کے نشان تک مٹا دینے کا ارشاد فرمایا ۔ پھر متذکرہ بالا ابن ہشام کی بیان کردہ تصاویر ملائکہ و حضرت ابراہیم وغیرہ کو دیکھا ساتھ ہی آپ نے تصویر حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ بھی دیکھیں جس پر ہاتھ رکھ کر آپ نے فرمایا کہ اس کے سوا سب کو مٹا دو[۱] ...."

کتب سیر جن کے نام یہاں درج ہیں ان میں تصاویر اندرون خانہ کعبہ کی تفصیل بھی درج ہے مگر ان کے علاوہ ان تصاویر کا ذکر بغیر کسی تفصیل کے ذیل کی کتب میں بھی ملتا ہے اور ان سے متفق علیہ طور پر یہ ملتا ہے کہ آپ نے اندر داخل ہوتے ہی سب سے پہلا کام تصاویر کو مٹا دینے کا کیا ۔

۱۔ فتوح البلدان بلاذری متوفی ۲۵۵ھ ۔

ع۱ ایضاً ۔

۲۔ الکامل فی التاریخ ابن اثیر متوفی سنہ ۶۳۰ھ جس میں یہ ملتا ہے کہ آپ نے وہاں
انبیاء کی تصاویر کو دیکھا تو اُن کو مٹا دینے کو فرمایا۔ کعبہ پر تین سو ساٹھ بُت تھے۔ آپ کے
دستِ مبارک میں ایک چھڑی یا تیز دھار تلوار تھی۔ آپ اسی سے ان بتوں کی طرف اشارہ
کرتے جاتے اور قرآنِ کریم کی آیت

قل جاء الحق و زهق الباطل (سبا ۴۹) کہدو حق آیا اور باطل مٹ گیا۔

پڑھتے جاتے۔ مگر ایک صنم کی طرف بجائے اشارہ کرنے کے اُسے سر کے بل گرا دیا۔ یہ بھی ملتا
ہے کہ اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اس کے بعد حضور مقامِ صفا پر بیعت کے لیے بیٹھ گئے۔
حضرت عمرؓ بن الخطاب آپ کے ہمراہ تھے[1]۔

۳۔ شفاء الغرام (متذکرہ بالا) میں اسامہ بن زید اور ابن ہشام وارزقی کے بیانوں سے
استنباط کیا ہے کہ جب حضور صلعم نے تصاویر کو دیکھا تو آپ کے لیے ڈول میں پانی لایا گیا۔
تاکہ تصاویر کو طمس (مٹا) دیا جائے جو مٹا دی گئیں۔ بلکہ اس میں ارزقی والی روایت کو بیان نہیں
کیا گیا۔ کہ آپ نے حضرت مریم اور عیسیٰؑ کی تصاویر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ ان کے سوا سب
کو مٹا دو[2]۔

۴۔ لائف آف محمد از سر ولیم میور میں مذکور ہے کہ تمام بتوں کو تباہ کر کے اور تصاویر
ابراہیم و ملائکہ کو جو کعبہ کی اندرونی دیواروں پر مصور کی ہوئی تھیں محمد صلعم نے حضرت بلالؓ
سے خواہش کی کہ کعبہ کی چھت پر سے اذان دو اور تمام لوگوں سے جو جمع تھے نماز ادا کی جیسا
کہ ہمیشہ مدینہ کی مسجدِ نبوی میں نماز کے وقت ہوتا تھا[3]۔

۵۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں بھی تصاویر خانہ کعبہ کے مٹائے جانے کا ذکر
کیا گیا ہے سوا حضرت عیسیٰ کی تصویروں کے جو آپ کے ہاتھ کے نیچے تھیں۔
پروفیسر سر تھامس آرنلڈ نے جو علوم اسلامیہ کے بڑے محقق تسلیم کیے گئے ہیں

---

۱ (۴) ص ۱۱۱/۲ ، ۲ (۷) ص ۱۴۰-۱۰/۲ ، ۳ لائف آف محمد ص ۴۲۸ ۔

متذکرہ بالا روایات الازرقی کو تسلیم کیا ہے[1]

"محمد صلعم نے تصویر حضرت مریم و حضرت عیسیٰ کو جس میں حضرت مریم حضرت عیسیٰ کو اپنی گود میں اُٹھائے ہوئے دیکھا اس پر آپ نے ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا کہ اس کے سوا سب کو مٹا دو ......"

اُنھوں نے اپنی کتاب پینٹنگ ان اسلام میں یہ نقل کر کے اسلام میں تصویر سے تسامح یا جواز پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ افسوس اس امر کا ہے کہ کسی نے بھی نہایت منصفانہ طریق پر ارزقی یا دیگر ابتدائی کتب کی تحریروں کا عمدگی سے مطالعہ نہیں کیا ہے بلکہ ارنلڈ کے اس استنباط سے متاثر ہو کر پروفیسر کریسویل نے جن کو آج ہم فن تعمیر اسلامی کے ماہرین میں سے امام کا رتبہ دے سکتے ہیں ۔ متاثر ہو کر ایک مضمون "اسلام میں مصوری کا جواز" ارس اسلامیہ کا میچگن (امریکہ) ۱۹۴۶ء میں لکھا۔ مگر ارنلڈ نے اسلامی فنون کے متعلق بیان کیا ہے:

"مسلمانوں نے درحقیقت کوئی اپنا مذہبی فن پیدا نہیں کیا جو قدرتی طور پر ان کے اپنے ذاتی مذہبی جذبات کا نتیجہ ہو یا وہ اپنے مذہبی اطوار کے اظہار کا ذریعہ ہو ......"

اگرچہ آرنلڈ نے اس کے علاوہ قدیم مصوری کی کتابوں سے اکثر ایسی تصاویر پیش کی ہیں جن میں حضور صلعم کی خیالی تصاویر ہیں ۔ غرض کہ ہمیں ماننا ہو گا کہ اسلام نے تصاویر کو ہرگز روا نہیں رکھا اور ہمیشہ اس سے بیزاری ظاہر کی گئی ہے ساتھ ہی یہ بھی ہمیں ضرور تسلیم کرنا ہو گا کہ بعض حالات میں تصاویر کو ذریعہ تشریح اور علم تصور کر کے بعض کتب میں اشکال کو داخل کر لیا گیا ویسے حضور صلعم نے تمام تصاویر کو صاف کروا دیا تھا اور ہمیں حضرت عمر کی حدیث کو بھولنا نہیں چاہیے۔

الاعمال بالنیات ۔ بے شک اعمال کا مدار نیتوں پر ہے ۔

---

[1] پینٹنگ ان اسلام ص ۹ ۔

حجۃ الوداع

اگرچہ رسالت کا سکہ شرقاً و غرباً تھوڑے عرصہ ہی میں بیٹھ چکا تھا لیکن ابھی تک ہجرت کے زمانہ سے آج تک چوتھا رکن اسلام یعنی فریضہ حج ادا نہیں کیا تھا۔ کبھی تو قریش سے مٹھ بھیڑ رہی کبھی کفار سے غزوات کا تلاطم رہا اور اس دوران میں آپ کو مکہ معظمہ تشریف لے جانے کا اتفاق بھی ہوا مگر یہ فریضہ اساسی اور سیاسی حیثیت سے ہر طرح مقتضی تھا کہ آخر میں ادا ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ اس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔

حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ آپ نے ۲۶ ذی قعدہ کو حکم دے دیا کہ حج کے لیے تیاریاں کی جائیں۔ آپ کا یہ اعلان کرنا ہی تھا کہ تمام عرب سے آپ کے اس اعلان پر لبیک کرتے ہوئے مسلمان جوق در جوق قریب چالیس ہزار نفوس آپ کی ہمرکابی کا شرف حاصل کرنے کی غرض سے نکل آئے۔ آپ کا تمام گھرانہ آپ کے ہمراہ تھا۔ اور ادھر ہمارے سرو قد حبشی سردار بھی اپنے آقائے نامدار کے ہمراہ ایک مجسم منادی کی حیثیت سے دوش بدوش تھے۔

مدینہ سے پانچ میل کے فاصلہ پر آپ نے مقام ذوالحلیفہ میں آکر قیام کیا جہاں آپ نے احرام کے لیے تیاریاں کیں حضرت عائشہ رض نے آپ کے جسم مبارک کو عطر ملا اور آپ نے نماز دوگانہ ادا کر کے بلند آواز سے لبیک کہنا شروع کیا۔ آپ نو دن کی مسافت کے بعد یعنی

۴ ذوالحج کو مکہ معظمہ میں بڑے احتشام سے داخل ہوئے۔ بنی ہاشم نے آپ کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ جب کعبہ نظر آیا تو فرمایا اے خدا اس گھر کو اور زیادہ عزت و شرف دے۔ کعبہ کا طواف کیا۔ مقامِ ابراہیم پر کھڑے ہو کر پڑھا۔

واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى۔ (بقرہ)	اور مقامِ ابراہیمؑ کو نماز کی جگہ بناؤ۔

پھر آپ نے دوگانہ ادا کیا مقامِ صفا پر پہنچے تہلیل و تلبیہ کیا۔ وہاں سے مروہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں بھی آپ نے ایسا ہی کیا۔ وہیں رہے اور ۸ تاریخ کو پھر آپ نے منیٰ کی طرف توجہ کی۔ تمام قبائل عرب ہمراہ تھے۔ حضرت بلالؓ آپ کو سورج کی گرمی و روشنی سے بچانے کے لیے ایک کپڑے سے سایہ کیے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

وہاں آ کر آپ نے کیام کیا۔ حضرت بلالؓ کی اذان سے ظہر، عصر، مغرب، عشا اور فجر کی نمازیں ادا کیں حتے کہ آپ مقام عرفات میں تشریف لے آئے اور ناقہ قصواء پر سوار تھے وہاں آ کر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا۔ فرمایا کہ تمام جاہلیت کی رسومِ بیہودہ کو اسلام نے مٹا دیا ہے۔

الا كل شئ من الامر الجاهلية تحت قدمى موضوع ودماء الجاهلية موضوعة الخ	جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں اور جاہلیت کے تمام خون باطل کر دیے گئے ہیں۔

اور آپ نے تین مرتبہ اللهم اشهد فرمایا۔ اور یہ وہی وقت تھا جب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:-

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى و	آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے دین

رضیت لکم الاسلام دینا۔ (مائدہ) اسلام کو انتخاب کرلیا۔

آپ ناقہ قصویٰ پر سوار تھے اور حضرت اسامہ بن زید رض آپ کے ردیف تھے سورج غروب ہوچکا تھا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! نماز کا وقت ہوچکا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ نماز کا موقع آگے آتا ہے۔ آپ نے مزدلفہ پہنچ کر قیام کیا۔ حضرت بلال رض نے پھر آپ کے حکم مبارک سے اذان کہی اور پہلی اقامت سے نماز مغرب دوسری اقامت سے نماز عشا ادا کیں۔ پھر آپ نے آرام کیا۔ حتےٰ کہ فجر طلوع ہوئی۔ تو حضرت بلال رض نے اذان دی اور اقامت سے آپ نے نماز فجر پڑھائی۔ پھر آپ اپنی ناقہ پر سوار ہوگئے اور وہاں اُس وقت فضل بن عباس آپ کے ردیف تھے۔ آپ تہلیل اور تکبیر کہتے ہوئے وادی نجری کے راستہ سے منیٰ میں جمرہ کے پاس آئے اور فضل بن عباس نے آپ کے فرمانے پر کنکریاں چن کر دیں اور آپ نے تکبیر پڑھ کر پھینکیں۔ ان میں سے صرف سات پھینکیں۔

یہاں سے فارغ ہوکر اپنے خیمہ میں جو آپ کے آنے سے پہلے نصب کردیا گیا تھا تشریف لائے۔ وہاں سے پھر مدینہ منورہ کی واپسی کی تیاری کی راستہ میں مقام خم پر منزل کی اور پچھلے پہر آپ نے مختصر سا خطبہ دیا۔ اور وہاں حضرت علی رض کے فضائل بیان کیے۔

آپ کے دائیں بائیں بے شمار مسلمانوں کا مجمع تھا اور مسائل و مناسکِ حج لوگوں کو فرماتے جاتے تھے۔ حضرت بلال رض کے ہاتھ میں ناقہ کی مہار تھی۔ اور اسامہ بن زید آپ کو سایہ کیے ہوئے تھے۔ پھر آپ قربانی کی خاطر واپس ہوئے۔ کل سو اونٹ قربانی ہوئے اور ۶۳ حضور صلعم نے اپنے دست مبارک سے ذبح کیے۔ آپ نے اس گوشت سے پکا ہوا کھایا۔ پھر آپ بیت الحرام کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر حضرت بلال رض نے صلاۃ ظہر کے لیے اذان دی اور آپ نے نماز پڑھائی۔ آپ چاہِ زم زم کی

طرف تشریف لے گئے جہاں بنی عباس آب زم زم حجاج کو پلا رہے تھے۔ یہ خدمت قدیم زمانہ سے ہی اس خاندان میں چلی آ رہی تھی۔ جب آپ پینے کے لیے آگے بڑھے تو ابنِ عباس نے کہا آپ کے لیئے ہم نے خاص طور پر آب زم زم تیار کر کے رکھا ہوا ہے تو وہ گھر لینے کیلیئے گئے۔ لیکن آپ نے اسلامی مساوات کے لحاظ سے فرمایا کہ میں سب کے ساتھ ہوں۔ جب کہ زمین پر لوگوں کے ہجوم سے کیچڑ اور دلدل ہو رہی تھی آپ نے وہیں کاسہ آب زم زم کو لے کر کھڑے کھڑے قبلہ رُخ ہو کر آب زم زم کو پیا جس پر آج تک عمل ہوتا ہے۔ پھر آپ نے وہاں سے منیٰ کا ارادہ کیا اور وہاں ۲ روز قیام کر کے ۱۲ ار کو واپس آئے۔ ذوالحلیفہ میں رات بسر کی جب طلوعِ آفتاب ہوا تو مکہ نظر پڑا اور فرمایا :۔

اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر الخ ۔

وفودِ عرب

جزیرۃ العرب چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر ہمیشہ منقسم رہا ہے جس کے الگ الگ سردار یا ملک تھے۔ اور وہ ریاستیں ان قبیلوں کے نام پر مشہور تھیں جو وہاں آباد ہوتے تھے۔ جیسا کہ بنو تمیم، بنوسعد، بنو قریظہ، بنوبکر وغیرہ۔ سردار دو عالم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثتِ مبارک نے تمام عالم میں شور مچا دیا تھا مبلغین اسلام اور دعوت نامے دور دراز اطراف میں مختلف قبائل میں ادیانِ باطلہ کی طرف قبولِ اسلام کے لیے ارسال کیے گئے بعض نے ان میں سے قبول کیا اور بعض نے استہزاء بھی کیا جن کا جو برا حشر ہوا وہ تاریخ کے اوراق سے واضح ہے۔ اور بعض نے ان میں سے ویسے ہی ٹال دیا۔ جب حضور صلعم نے مکہ معظمہ کو فتح کر لیا تو تمام اطراف میں آپ کی شاندار کامیابی مشہور ہوئی اور وہ تمام قبائل جو اپنے ادیانِ باطلہ کے باوجود مکہ معظمہ کو اپنے بتوں کا گھر تصور کر کے مقدس خیال کرتے تھے۔ اُن میں سے بہت سے وفود کی صورت میں حضور کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور بعد بحث و تمحیص دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور بعض قبائل اس دعوت کے جواب میں بھی حاضر ہوئے جو حضور صلعم نے ان قبائل کو قبولِ اسلام کے لیے دی تھی۔ ابن سعد نے اپنی طبقات میں ساٹھ وفود کا ذکر کیا ہے[1] اگرچہ بعض کو اس سے اختلاف ہے۔ مگر ان سب کے ذکر میں حضرت بلال رضؓ کا وجود نظر آتا ہے جو مختلف حیثیت سے نمایاں ضرور ہے

---

[1] (۱۲) صہ ۵۲/۱ و (۲۲) صہ ۲۴۶/۲ ۔

اور خصوصیت سے ذیل کے وفود کے بیان میں اُن کا ذکر خیر بالوضاحت ملتا ہے اس لیے اختصار کے طور پر ان کو بیان کیا جاتا ہے۔ ایک امر قابلِ لحاظ ضرور ہے کہ یہی وفود بڑے بڑے شمار بھی ہوتے ہیں۔

وفد بنی عامر بن صعصع[1]

حضور صلعم کی خدمت اقدس میں وفد بنی عامر حاضر ہوا تو عامر الطفیل ان کا سردار وفد تھا اُس نے کہا کہ میرے سامنے سوائے قبول اسلام کے اور کچھ نہیں اور حضور صلعم کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کے لیے اور مسلمانوں کے لیے یہی بہتر ہے کہ آپ مجھے اپنے بعد امیر بنا دیں اور مجھے وبر (شہر) پر حکمران بنا دیں اور مدر (بادیہ) آپ کے قبضہ میں رہے۔ وہ بہت تکرار کے بعد اُٹھ کر اپنی میزبان ایک عورت بنی سلول کے ہاں آ گیا۔ اس کو اس کی قوم نے بہتیرا سمجھایا کہ تم مسلمان ہو جاؤ حالانکہ بہت سے لوگ مسلمان ہو چکے ہیں۔ حضور صلعم نے یہ دعا مانگی:۔

اللھم اکفنیھا اللھم اھد	اے اللہ تو اس کے لیے کافی ہو جا۔ اے اللہ بنی عامر کو
بنی عامر و اعز الاسلام من	ہدایت دے۔ اور ان کے ذریعے اسلام کو عزت بخش۔
عامر یعنی الطفیل۔	اور آپ کی مراد قبیلہ طفیل سے تھی۔

عامر ابھی اس عورت کے گھر میں تھا کہ اس کو گردن میں ایک بیماری (طاعون) لاحق ہوئی اور وہ کہتا تھا کہ طاعون اونٹ کی طاعون کی طرح ہے حتیٰ کہ اس کو اُسی گھر میں اللہ نے ختم کر دیا اور لوگ رو دیئے اور کہا:۔

یا رسول اللہ انت سیدنا	اے اللہ کے رسول آپ آقا ہیں اور صاحبِ
ذالطول علینا فقال السید اللہ	ثروت ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ آقا ہے آپ کو
لا یستھینو تکم الشیطان	شیطان کمزور نہ کرے۔

ابن سعد نے ہشام بن محمد کی سند سے جحیفۃ السوالی کے باپ سے نقل کیا ہے کہ

---

[1] ن) ص ۹۳۵ و (۱۴) ص ۵۲

بنی عامر کا وفد آیا تو حضور صلعم قبہ حمرا (سُرخ رنگ کے خیمے) میں تھے۔ ہم نے آپ پر سلام کہا۔ اور آپ نے دریافت فرمایا کہ آپ کون ہیں ہم نے کہا بنو عامر بن صعصعہ۔ آپ نے فرمایا آپ پر مبارک ہو۔ آپ مجھ سے ہیں اور میں آپ سے۔ پھر نماز کا وقت قریب ہوا تو حضرت بلال رض نے کھڑے ہو کر اذان دی اور وہ اذان میں گھومتے تھے۔ پھر وہ حضور صلعم کے پاس ایک برتن لے کر آئے جس میں وضو کے لیے پانی تھا۔ پھر حضور صلعم نے وضو کیا حضرت بلال رض نے آپ سے بچے ہوئے پانی سے وضو کیا اور پھر اس سے جو بچ رہا ہم نے وضو کیا۔ غرض کہ حضرت بلال رض نے اقامت کہی اور حضور سرور دوعالم نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی حتیٰ کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ پھر اسی طرح حضرت بلال رض نے اذان دی اور وہ اذان میں گھومتے تھے اور ہم نے دو رکعت نماز حضور صلعم کے ہمراہ ادا کی۔ غرض کہ آپ کے وضو کا بچا کھچا پانی صحابہ کے لیے آب حیات تھا جس پر وہ جان دیتے تھے۔ ایک بار حضرت بلال رض نے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی نکالا تو تمام صحابہ نے اُس کو جھپٹ لیا۔[1]

وفد ثقیف

جب حضور صلعم طائف کا محاصرہ چھوڑ کر روانہ ہوئے تو صحابہ نے اُن لوگوں کے حق میں بد دعا فرمانے کے لیے کہا۔ پھر حضور صلعم نے فرمایا:-

اللھم اھد ثقیفا وائت بھم — اے خدا ثقیف کو ہدایت دے اور میرے پاس بھیج۔

طائف دو امیروں کے قبضہ میں تھا جن میں سے ایک عروہ بن مسعود ثقفی تھے حدیبیہ کی صلح بھی انھیں کی سفارت سے انجام پائی تھی۔ جب حضور صلعم طائف سے مدینہ تشریف لائے تو عروہ بن مسعود وہاں آ کر مشرف باسلام ہو کر واپس ہوئے اور لوگوں کو ترغیب اسلام دینے لگے۔ جب صبح انھوں نے اپنے مکان پر طائف میں اذان دی تو لوگوں نے

---

[1] (۴۳۳) کتاب الطہارۃ +

تیروں کی بوچھاڑ کی جس سے آپ شہید ہو گئے اور دیگر شہدائے اسلام کے ہمراہ دفن کیے گئے۔ طائف کا مسلمانوں نے محاصرہ کیا آخر کار اُنھوں نے اطاعت قبول کی۔ پھر اہلِ طائف ایک وفد کی صورت میں عبدیالیل کی صدارت میں آئے اُن کو مسجد میں خیمے لگا کر اُتارا گیا۔ اور اُنھوں نے یہ شرطیں پیش کیں:۔

۱۔ زنا ہمارے لیے جائز ہونا چاہیے کیونکہ ہم میں اکثر مجرد ہیں۔

۲۔ ہماری قوم کو سود کی اجازت ہو۔

۳۔ شراب سے نہ روکا جائے کیونکہ ہمارے انگور کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔

لیکن یہ تینوں نامنظور ہوئیں۔ وفد کے ارکان میں سے ایک روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور صلعم کی خدمت میں ماہِ رمضان میں حاضر ہوئے اور مسلمان بہت مسرور ہوئے تھے۔ کیونکہ ہم پر بارہا تبلیغِ اسلام کی کوشش ہو چکی تھی۔ جب ہم مشرف باسلام ہو چکے تو حضور صلعم نے صحابہ کو مقرر کیا کہ ہم کو اسلام سکھا دیں۔ اور ہم نے اتنے روزے رکھے جتنے کہ باقی رہ گئے تھے۔ ہم افطار کرتے تھے اور سحری کھاتے تھے حضور صلعم کے ہاں سے بلال رض ہمارے پاس سحری کے وقت تشریف لاتے اور ہم کہتے کہ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ فجر طلوع ہو گئی ہے پھر کہتے کہ حضور صلعم سحری میں دیر کر دیتے ہیں۔ پھر افطار کے وقت بھی تشریف لاتے ہم کہتے کہ ہم نے دیکھ لیا سورج بالکل غروب ہو چکا ہے۔ بعد میں کہتے تھے کہ میں تمہارے پاس فوراً آیا ہوں جب حضور صلعم نے کھا لیا ہے یعنی روزہ افطار کر لیا ہے۔ پھر اپنا ہاتھ پیالہ میں ڈال دیتے اور اس سے نکال کر کھاتے۔ جب وہ وفد پورے طور پر واقف ہو گیا تو اپنے مقام کی طرف لوٹ گیا[1]۔

ان کی واپسی پر حضور صلعم نے ابوسفیان رض اور مغیرہ رض کو بھیجا کہ ان کے صنم اعظم لات کو توڑ آئیں۔ چنانچہ مغیرہ نے طائف پہنچکر بُت کو توڑ دیا تو بنو ثقیف کی عورتیں اس کے

---

[1] (۱) صفحہ ۹۱۶۔

گرد روتی تھیں اور کہتی تھیں کہ تم نے اپنے بتوں کو دشمنوں کے سپرد کر دیا۔ اور ان کو بچا نہ کر سکے[1]

وفد صداء

جب سردار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام جعرانہ سے آٹھ ہجری میں واپس تشریف لائے تو قیس بن سعد کو یمن کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ صداء قوم میں جاؤ تو ادھر چار سو مسلمانوں نے لشکر کشی کی۔ صداء قوم میں سے ایک شخص آیا اور اس لشکر کشی کے متعلق سوال کیا اور جب ان کو مسلمانوں کے ارادوں کا علم ہوا تو اس نے جلدی سے نکل کر حضور صلعم کے پاس آکر بیان کیا۔ حضور! میں ان لوگوں کی طرف سے ایک وفد کی حیثیت سے آیا ہوں جو میرے پیچھے ہیں آپ فوج کو واپس کر لیں۔ چنانچہ فوج کو واپسی کا حکم دیا گیا۔ پھر حضور صلعم کے پاس پندرہ آدمی آئے اور مسلمان ہوئے اور ان لوگوں کی طرف سے بیعت کی جو قوم میں سے پیچھے تھے۔ پھر وہ اپنے شہر کی طرف واپس چلے گئے اور ان میں اسلام پھیل گیا۔ اور اس قوم کے ایک سو نفوس حضور صلعم کو حجۃ الوداع میں ملے۔

ابن سعد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص جو قوم صداء کی طرف سے آیا تھا وہ زیاد بن الحارث صدائی تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم حضور صلعم کے ہمراہ سفر میں تھے آپ نے مجھے اذان کا حکم دیا اور میں نے اذان دی۔ پھر حضرت بلال رض تشریف لائے تاکہ اقامت کہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تحقیق ابن صداء نے اذان دی ہے اور وہی اقامت کہیں گے۔ جس سے استدلال ہوتا ہے کہ جو شخص اذان دے وہی اقامت کہے حتیٰ کہ مؤذن خود اجازت دے دے[2]

وفد بلی

رویفع بن ثابت البلوی بیان کرتے ہیں کہ میری قوم آں حضرت صلعم کے پاس ربیع الاوّل

ط (۱) ص ۹۱ + ط (۱۴) ص ۶۳/۱ + (۲۲) ص ۲۶ +

نویں ہجری میں وفد لائی۔ میں نے اُن کو اپنے مکان میں بطور مہمان اُتارا پھر وہ حضور صلعم کے پاس تشریف لے گئے جب کہ آپ صبح کے وقت اپنے گھر میں اپنے صحابہ میں تشریف فرما تھے۔ شیخ الوفد ابو الضباب تھے وہ آں حضرت صلعم کے سامنے بیٹھ گئے ہم کلام ہوئے میری قوم نے اسلام قبول کیا پھر اُنھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دینِ اسلام سے متعلق بہت سوال کیے۔ جن کا اُن کو خاطر خواہ جواب دیا گیا اس کے بعد اپنے مکان میں واپس آ گئے جب کہ حضور صلعم نے ایک بوجھ کھجوروں کا بھیجا اور غالباً یہ خدمت حضرت بلال رضؓ کی وساطت سے عمل میں آئی۔ جس میں سے اُنھوں نے کھایا اور تین روز قیام کے بعد حضور صلعم نے اُن کو بلا کر رخصت کیا اور وہ اپنی قوم کی طرف چلے گئے[1]۔

وفد کندہ

اشعث بن قیس حضور صلعم کے پاس دس سوار لے کر کندہ سے آئے مسجدِ نبوی میں داخل ہوئے ان پر حیرہ کی چادریں تھیں جن کے کنارے حریر کے تھے اور ان پر سنہری کام ہوا تھا۔ آں حضرت صلعم نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اسلام قبول نہیں کیا۔ اُنھوں نے جواب دیا ہاں! ہم نے اسلام قبول کیا پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ تم پر کیا ہے جسے اُنھوں نے پھینک دیا۔ پھر حضور صلعم نے حضرت بلال کے ذریعے اُن کے ساتھ دوسرے وفود سے زیادہ سلوک کیا اور ساتھ ہی دریافت کیا کہ تم میں سے کوئی رہ تو نہیں گیا جس پر اُنھوں نے کہا کہ ایک غلام ہم اپنی سواریوں کے پاس چھوڑ آئے ہیں وہ چھوٹی عمر کا ہے پھر اُس کو بلایا گیا اور اُس سے دریافت کیا تو اُس نے کہا یا رسول اللہ آپ نے لوگوں کی حاجتوں کو پورا کیا میری بھی حاجت روائی فرمائیے۔ آپ نے اِس سے متاثر ہو کر اس کی حاجت دریافت کی اور اُس نے کہا اللہ تعالیٰ سے میری بخشش اور رحمت کی دعا فرماویں تو حضور صلعم نے دعا فرمائی۔ اور اُن کو واپسی کی اجازت دی[2]۔

---

[1] (۱۲) صفحہ ۳۲۲ + [2] (۲۲) صفحہ ۳۲۹

وفد بنی سعد

نعمان رض بیان کرتے ہیں کہ میری قوم حضور صلعم کے پاس وفد لائی۔ جب یہ لوگ پہنچے تو آپ مسجد نبوی میں نماز جنازہ پڑھا رہے تھے اور ان لوگوں نے انتظار کی حتیٰ کہ آپ فارغ ہوئے اور دریافت کیا۔ انہوں نے کہا ہم بنی سعد میں سے ہیں جس پر حضور صلعم نے دریافت کیا کہ کیا تم مسلمان ہو تو ہم نے کہا ہم مسلمان ہیں تو پھر تم نے اپنے بھائی پر نماز جنازہ کیوں نہیں ادا کی! ہم نے کہا ہمارے لیے جائز نہیں جب تک ہم آپ کی بیعت نہ کر لیں۔ آپ نے فرمایا جو کوئی مسلمان ہو چکا ہے وہ مسلمان ہے۔ پھر انہوں نے کہا ہم نے اسلام قبول کیا اور بیعت کی۔ یارسول اللہ ہم کو قرآن کریم پڑھایا گیا۔ جب ہم نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضور صلعم نے ہم سب کو حضرت بلال رض کی معرفت چند دانگ چاندی تقسیم کرنے کا حکم دیا جسے لے کر ہم لوٹ آئے[1]۔

وفد بنی ثعلبہ

جعرانہ سے حضور صلعم کی خدمت اقدس میں چار آدمی آئے جو اسلام کا اقرار کرنے والے تھے۔ جب کہ حضور صلعم اپنے گھر سے نکل رہے تھے۔ اور آپ کے سر مبارک پر پانی کے قطرے بہ رہے تھے۔ ان میں سے کسی نے کہا آپ نے میری طرف دیکھا اور ہم سے مسرور ہوئے۔ حضرت بلال رض اقامت صلوٰۃ کہہ رہے تھے ہم نے السلام علیکم کہنے کے بعد کہا یارسول اللہ اپنی قوم کی طرف سے ہم آپ کی خدمت اقدس میں بھیجے گئے ہیں اور ہم اسلام کا اقرار کرنے والے ہیں۔ ہمیں کہا گیا ہے کہ اس شخص کے لیے اسلام نہیں جس نے ہجرت نہیں کی۔ پھر حضور صلعم نے فرمایا کہ جب تم اللہ سے ڈرتے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اور حضور صلعم نے ہمیں نماز ظہر پڑھائی جس کے بعد آپ اپنے گھر تشریف لے گئے اور وفد کے لوگ کچھ روز وہیں مقیم رہے۔

---

[1] (۲۲) صفحہ ۲۶/۳ +

حضور صلعم نے بلال رضؓ کو حکم دیا کہ وفد کے ان ارکان کو پانچ پانچ دانگ چاندی کی کس عطا کرو۔ یعنی وہ چالیس درہم چاندی تھی۔[۱]

وفد بنی مرّہ

یہ وفد تیرہ نفوس پر مشتمل تھا ان کا شیخ وفد حرث بن عوف تھا۔ اُنہوں نے کہا یارسول اللہ ہم آپ کی قوم ہیں اور آپ کے خویش ہیں۔ ہماری قوم بنی لوی بن غالب سے ہے حضور صلعم ہنس پڑے اور مسرت سے کہا کہ تم نے اپنے اہل کو کہاں چھوڑا ہے اور ملک کیسا ہے۔ اُنہوں نے قلت پانی کی شکایت کی حضور رحمۃ للعالمین نے فوراً دعا کی کہ اے اللہ تعالےٰ ان پر بارش نازل کر۔ جس کے بعد اُنہوں نے واپسی کا ارادہ کیا۔ جس پر حضور صلعم نے حضرت بلال رضؓ کو حکم دیا کہ ان کو اجازت دی جائے اور ہر ایک رکن وفد کو دس اواق چاندی عطا کیے گئے جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے تو اُنہوں نے اپنے ملک بارش سے سیراب پایا۔ اور اپنی قوم سے سوال کیا کہ بارش کب ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہی ایام تھے جب کہ حضور صلعم نے دعا مانگی تھی جس کے بعد ان کا ملک سرسبز ہو گیا۔[۲]

وفد سلامان

یہ وفد حضور سرور دو عالم صلعم کی خدمتِ اقدس میں مہینہ شوال دس ہجری میں آیا۔ یہ سات نفوس پر مشتمل تھا۔ جب یہ وفد مدینہ منورہ میں پہنچا تو حضور صلعم مسجد نبوی کے باہر ایک جنازہ کی طرف تشریف لے جارہے تھے حضور صلعم نے نماز جنازہ ادا کی پھر اس وفد نے آپ کو سلام علیک یارسول اللہ کہا اور حضور صلعم نے بھی علیکم السلام کہا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ اُنہوں نے کہا ہم سلامان سے ہیں۔ ہم آپ کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ اور ہم

---

[۱] (۲۲) ص ۱۹۱/۳ + [۲] ایضاً ص ۲۲۲/۳ +

اتنے اپنی قوم سے رہ گئے ہیں۔ پھر حضور صلعم نے اپنے غلام ثوبان کی طرف دیکھا۔ اور کہا اس وفد کو اُتار لو۔ جب وہ وفد اُترا تو آپ نے اپنے منبر اور گھر کے درمیان نماز ظہر ادا کی۔ وفد آپ کے قریب ہوا اور وفد نے نماز، شرائعِ اسلام اور غلام آزاد کرنے سے متعلق سوال کیے۔ اور ہم میں سے ہر ایک شخص کو حضرت بلال رض کی معرفت پانچ پانچ اواق چاندی عطا کی۔ ہم تین روز تک ٹھہرے۔ حضرت بلال رض نے ہم سے معذرت کی اور کہا۔ آج ہمارے پاس مال نہیں ہے۔ ہم نے بھی کہا اس سے اور زیادہ کیا عمدہ ہو سکتا ہے۔ پھر ہم اپنے شہر کی طرف لوٹ آئے۔[1]

وفد حمیر

خطۂ حمیر عرب میں مستقل سلطنت نہ رہنے کی وجہ سے چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہو گیا تھا۔ آں حضرت صلعم کی خدمتِ اقدس میں مالک بن مرارۃ الرہاوی حمیر کے بادشاہوں کی طرف سے اُن کے خطوط لے کر آئے اور اُن کے اسلام لانے کے متعلق ماہِ رمضان نویں ہجری میں آیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت بلال رض کو حکم دیا۔ آپ کو تکریم و عزت سے اُتارو۔ اور مہمان داری کرو۔ پھر حضور صلعم نے حارث بن عبد الکلال نعیم بن عبد الکلال اور نعمان کی طرف لکھا۔

اما بعد ذلکم فانی احمد اللہ الذی الخ — لیکن اس کے بعد، پس میں اُس خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس نے ....

غرض کہ وہ تمام مسلمان ہو گئے۔ اور یہ اسلام کی بہت شاندار کامیابی تھی۔

حضرت جابر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے یحنہ بن رڈبہ کو اس

[1] (۲۲) ص $\frac{۲۶۹}{۳}$ و (۱۴) ص $\frac{۶۷}{۲/۱}$ +

روز دیکھا جب وہ حضور سرورِ دوعالم صلعم کے پاس آیا۔ اس پر سونے کی صلیب تھی۔ پیشانی کے بالوں کو گرہ لگائے بیٹھا تھا۔ جب آں حضرت صلعم نے دیکھا تو حضور صلعم سے کفر کی باتیں اور اپنے سر سے اشارے کرنے لگا۔ پھر حضور صلعم نے بھی اُس کی طرف اشارہ کیا کہ اپنا سر اُٹھاؤ۔ اس روز اس نے مصالحت کی اور حضور صلعم نے یمنی چادر پہنائی اور بلال رض کے پاس اس کی مہمانی کے لیے کہا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اُسے بہت متنفر سا دیکھا۔ جب خالد اُس کے پاس آئے تو اس پر سونے کی صلیب اور ریشم کی چادر تھی[1]۔

بہت سے اور وفود میں بھی حضرت بلال رض کا ذکر خیر بر سبیلِ تذکرہ ملتا ہے۔ جن کا بیان کم و بیش غزوات یا دیگر عنوانات کے تحت آچکا ہے۔ یہ امر نہایت دل چسپ ہے کہ حضرت بلال رض ان وفود کے ضمن میں بہت بڑی اہم شخصیت رکھتے ہیں۔ کہیں تو اُن کے سپرد ہے کہ وہ حضور صلعم کی طرف سے مہمانداری کریں۔ کہیں معلم کی حیثیت ہے، کہیں امین کی حیثیت ہے۔ غرض کہ اسلام ان مساوات کی یہ تمام برکتیں ہیں جو کسی اور قوم کو ہرگز حاصل نہیں ہیں۔

ص $\frac{۲۳۵}{۲}$ از رحمۃ للعالمین

ذوالجوشن الضبابیؓ[1]

ذوالجوشن الضبابی شمر کے والد تھے جن کے ہاتھ سے حضرت امام حسینؓ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ ان کا اصل نام شرجیل بن الاعور تھا۔ خوش کلام شاعر تھے۔ عمدہ سوار تھے۔ جب آں حضرت صلعم جنگ بدر سے فارغ ہوئے تو ذوالجوشن اپنے ایک گھوڑے کا بچہ قرحا نامی لے کر حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ یا محمدؐ آپ اسے لے لو۔ مگر حضور صلعم نے جواب دیا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں جس پر آپ کے اور اس کے درمیان ذیل کا مکالمہ ہوا۔

حضور انور صلعم۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں بدر کی عمدہ عمدہ ذرعیں دے دوں۔

ذوالجوشن۔ میں آج گھوڑے کے بدلے ذرعیں نہیں لوں گا۔

حضور انور صلعم۔ تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔ تاکہ اول اول مسلمانوں میں شامل ہو جاؤ۔

ذوالجوشن۔ نہیں۔ اس سبب سے کہ آپ کی قوم (مکے کے لوگوں) نے آپ کو جھٹلا دیا ہے۔

حضور انور صلعم۔ تم کو جنگ میں اُن کی لڑائیوں کا کیسا علم ہوا۔

ذوالجوشن۔ ہاں مجھے ان کے بچھڑنے کا خوب علم ہے۔

حضور انور۔ آپ کب ہدایت پر آؤ گے یعنی اسلام لاؤ گے۔

---

[1] (۱۴) و (۱۵) تذکرہ ذوالجوشن۔

ذوالجوشن۔ جب آپ کعبہ پر غلبہ پاؤ گے اور اُسے وطن بنالو گے (وہاں اسلام پھیل جائے گا۔)

حضور انور صلعم۔ اگر تم زندہ رہے تو امید ہے کہ یہ بھی دیکھ لو گے۔

اس کے بعد سرور عالم حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حضرت بلال رض سے فرمایا کہ اس شخص کی تھیلی کو لے لو اور اس میں عَجوہ قسم کی کھجوریں بھر دو۔ ذوالجوشن کہتے ہیں کہ جب میں مُنہ پھیر کر چلنے لگا تو حضور صلعم نے فرمایا کہ یہ بنی عامر کے بہترین سواروں میں سے ہے اور وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں مقام عود میں اپنے اہل میں موجود تھا تو ایک سوار دوڑتا ہوا آیا۔ میں نے پوچھا کہ لوگوں نے کیا کیا۔ اُس نے کہا قسم اللہ کی محمدؐ کعبہ پر غالب آگیا اور اس کو وطن بنا لیا یعنے مسلمان وہاں آباد ہو گئے۔ ذوالجوشن نے کہا کہ میرے ماں روئے اگر میں اب بھی اسلام قبول کرنے میں تھوڑی سی تاخیر بھی کروں۔ یعنی وہ فوراً حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور کہتے ہیں کہ میں آں حضرت صلعم سے مقام حیرہ کی درخواست کی جسے حضور صلعم نے میرے نام پر معافی میں دے دیا۔[1]

---

[1] ایضاً۔

دوبارہ مدینہ منورہ میں آکر اذان دینا[۱]

قرآن کریم میں خواب کے متعلق دو بہت بڑے واقعات ملتے ہیں ایک تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہے اور دوسرا صلح حدیبیہ کے متعلق سورہ فتح میں یوں آیا ہے :-

صدق اللہ رسولہ الرؤیاء	البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب سچا
بالحق لتدخلن المسجد الحرام	کر دیا کہ ضرور مسجد حرام میں ان شاء اللہ امن سے
ان شاء اللہ امنین محلقین	سر منڈے ہوئے .... داخل
رؤسکم ...... الآیہ (فتح ۲۷)	ہوں گے ۔

آں حضرت صلعم کا یہ خواب مسجد حرام میں داخلہ کے متعلق تھا یعنی مسلمان مکہ معظمہ کو ضرور فتح کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے واقعی بالکل امن سے سچ کر دکھایا ۔ اگرچہ آپ اس خواب کے تحت میں فوراً مکہ کی طرف چل پڑے تھے ۔ مگر خواب کی تعبیر میں کچھ تاخیر ہوئی جس وجہ سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی ۔ اس سے استدلال کرتے ہیں انبیاء اور صلحاء کا خواب پورا ہوتا ہے اور اللہ کی طرف سے خواب کے ذریعے آنے والے واقعات کے متعلق پیشگوئی ہوتی ہے ۔

حضرت بلال رضؓ مدینہ منورہ کو خیرباد کہہ کر جہاد کی خاطر ملک شام تشریف

ذکر بلال رضؓ ۔ ص ۱ ۔ اس بحث کو دراصل ص ۱۸۴ کے بعد ترتیب میں سمجھنا چاہیئے ۔

لے گئے اور حالات کے اعتبار سے وہیں سکونت اختیار کر لی۔ مگر مدینہ میں آپ کے جانے کے بعد جہاں آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ گذارا تھا آپ کے رفقا آپ کی یاد میں آپ کی زیارت کے لیے۔ آپ کی دوبارہ اذان سننے کے اشتیاق میں بیتاب تھے اور اُن کی یہ آرزوئیں ہمیشہ روضۂ منورہ کے سامنے ٹکراتی تھیں۔ خاص کر جب اُن کی آنکھوں کے سامنے حضرت بلال رضؓ اور آں حضرت صلعم کا زمانہ آتا تو اُس کی یاد میں پریشان ہو جاتے تھے چنانچہ ایک شب سرورِ دو عالم حضور علیہ السلام حضرت بلال رضؓ کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا اے بلال! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کے لیے پھر آؤ۔ بس پھر کیا تھا۔ حضرت بلال رضؓ نہایت فکر کی حالت میں صبح کو بیدار ہوئے اور رختِ سفر مدینہ کی طرف باندھا۔ اور کشاں کشاں فرطِ محبت میں آستانۂ نبوت پر بوسہ دینے کی غرض سے چل پڑے اور تھوڑے سے عرصہ میں روضۂ مبارک پر حاضر ہو گئے اور مزارِ مبارک پر مُنہ رکھ کر رونے لگے۔ اتنے میں حضرت حسن رضؓ اور حسین رضؓ آ گئے۔ حضرت بلال رضؓ نے اُن کو اپنے سینے سے لگا کر پیار کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آج صبح کی اذان تم دو۔ چنانچہ اذان دینے کی غرض سے وہ صبح کی نماز کے وقت مسجدِ نبوی کی چھت پر چڑھے۔ جب اُنھوں نے "اللہ اکبر" کہا تو تمام مدینہ منورہ میں کہرام مچ گیا اور جب آپ نے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہا تو اور زیادہ جنبش ہوئی اور خصوصیت سے جب آپ نے اشہد ان محمد ا رسول اللہ کہا تو عورتیں تک اپنے پردوں سے باہر آ گئیں بیان کیا گیا ہے[1] کہ اہلِ مدینہ جس قدر اس روز روئے کبھی نہیں روئے۔ غرض کہ آپ فرمانِ مصطفوی کی تعمیل کرنے کے بعد فوراً وہیں ملک شام واپس تشریف لے آئے جہاں آپ اخیر عمر تک رہے۔

---

[1] (۱۵)

عیدین میں حضرت بلالؓ کے فرائض

جہاں تک غور سے دیکھا گیا ہے متفق طور پر تمام اسلامی روایات اور تاریخ کو مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں محض دو ہی عیدیں ہیں یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ ۔ باقی سب آجکل کی فروعات ہیں ۔ کیونکہ کتب اسلامی میں انہی کے متعلق احکام بھی متواتر ملتے ہیں [۱]

---

[۱] یہاں پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بلحاظ عید فروعات پر نظر ڈال لی جائے :۔

حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہود اور نصاریٰ کی عید سے اجتناب کرو اور ان کے مجمعوں میں اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے ۔ عربی کے علاوہ گفتگو نہ کرو اور اُن کے خلاق اپنے میں مت پیدا کرو والذین لا یشھدون الزور الخ ×

یہود و نصاریٰ کی اعیاد تعداد میں چودہ ہیں جو سال بھر میں منائی جاتی ہیں ۔ ان میں سات بڑی اعیاد ہیں اور سات چھوٹی ہیں :۔ عید البشارت ۔ عید الزیتونیہ ۔ عید الفصح ۔ عید الخمیس الاربعین ۔ عید الخمیس ۔ عید المیلاد عید الغطاس ۔ عید الختان ۔ عید الاربعین ۔ عید خمیس العہد ۔ عید لسبت النور ۔ عید واحد الحدود ۔ عید التجلی ۔ عید الصلیب (خطط ۲/۴۲)

خلفائے فاطمیین کے ہاں بھی سال بھر میں بہت اعیاد اور مواسم ہوتے تھے ، موسم راس السنۃ ۔ موسم اول العام ۔ یوم عاشوراء ۔ مولد نبی صلعم ۔ مولد حضرت علیؓ ۔ مولد الحسنؓ ۔ مولد الحسینؓ ۔ مولد فاطمۃ الزہراء ۔ مولد خلیفۃ الحاضر رجب کی شب اول نصف اور اول شعبان نصف شب رمضان ۔ غرہ رمضان ۔ سماط رمضان ۔ لیلۃ الختم عید الفطر ۔ عید الغدیر ۔ کسوۃ الشتاء ۔ کسوۃ الصیف ۔ موسم الفتح الخلیج ۔ یوم نوروز ۔ یوم الغطاس یوم المیلاد ۔ خمیس القدس ۔ ایام الرکوبات ۔ عید النصر ۔ (خطط والآثار مقریزی ص ۲/۳۸۴) (باقی برصفحہ ۱۵۲)

اگر تاریخی حیثیت سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلعم نے سب سے پہلے مدینہ منورہ میں آکر عید الفطر کو ۲ ہجری میں قائم کیا۔ کیونکہ ماہ رمضان کے تیس روزے بھی اسی سال فرض ہوئے تھے۔ چنانچہ عید الفطر کی نماز بھی ماہ رمضان کے بعد ہوئی[1]۔

یہ بھی متفق علیہ مسئلہ ہے کہ عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت۔ پھر حضرت بلال رض کی خاص خدمت سوائے اور صحابہ رسول اللہ صلعم کے ادائے فریضہ کے کیا ہو سکتی تھی۔ مگر ادھر حال تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کو بلال رض سے ایک لمحہ بھر کی جدائی منظور نہیں نہ حضرت بلال رض کو منظور ہے کہ آستانہ نبوت سے چشم زدن کے لیے بھی فرصت ہو۔ جس کے متعلق علامہ اقبال کہتے ہیں ؎

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

امام بخاری نے کتاب العیدین میں ایک باب بعنوان "حمل العنزۃ اذالحربۃ بین یدی الامام یوم العید" (یوم عید کو امام کے آگے آگے نیزہ کا اٹھانا) اپنی صحیح میں باندھا ہے۔ جس کے متعلق ابن عمر رض سے روایت ہے کہ آں حضرت صلعم یوم عید کو مصلیٰ کی طرف تشریف لے جاتے تو آپ کے آگے آگے نیزہ اٹھایا جاتا اور مصلے کے آگے نصب کر دیا جاتا پھر آپ اس کی طرف نماز ادا کرتے[2]۔

ابن سعد نے بھی حضرت بلال رض کے تذکرہ کے تحت میں اسے نقل کیا ہے کہ نجاشی حبشی نے آں حضرت صلعم کو تین عدد نیزے ہدیہ کے طور پر ارسال خدمت کیے تھے جن میں سے آپ نے ایک اپنے لیے رکھ لیا تھا، ایک حضرت عمر رض اور ایک حضرت علی رض

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۱) اب ناظرین ہی ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ کس قدر حضرت کے قول کے مطابق اعیاد یہود و نصاریٰ کی مسلمانوں میں رائج ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا روکنا واقعی کسی خاص اسرار پر مبنی تھا۔

[1] (۱۷) صہ ۱۲۸/۱ + [2] (۲۵) کتاب العیدین۔

کو عطا کیا تھا[1] جنہیں حضرت زبیر بن العوام لائے تھے جنہوں نے دو مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور مسلمانوں میں پانچویں یا چوتھے اسلام لانے والوں کی فہرست میں ہیں حضرت بلال اسی نیزہ کو لیکر یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ کو آں حضرت صلعم کے آگے آگے چلتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ مصلیٰ تک آجاتے پھر حضرت بلال اسے مصلیٰ کے آگے نصب کر دیتے اور آپ اُس کی طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے یہی عمل حضرت بلال رض کا آں حضرت صلعم کے زمانہ کے بعد حضرت ابو بکر کے زمانہ میں بھی رہا اور جب آپ جہاد کی خاطر حضرت ابو بکر رض کی اجازت سے شام تشریف لے گئے تو یہ خدمت احمد القرظی کے سپرد ہوئی جو حضرت عمر رض اور عثمان رض کے زمانہ تک ادا کرتے رہے۔ عبد الرحمٰن بن احمد بیان کرتے ہیں کہ یہی نیزہ آج تک بھی امام کے آگے لایا جاتا رہا ہے[2]۔

عیدین میں آپ کی اس خدمتِ عظمیٰ کے علاوہ ایک اور خدمت تھی چنانچہ ابن عمر رض سے روایت ہے کہ آں حضرت صلعم اور حضرت ابو بکر عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے ادا کرتے اور اس میں اذان و اقامت کا ذکر نہیں کیا۔ ابن عباس سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ نے آں حضرت صلعم کے ہمراہ نماز عید ادا کی تو آپ نے تسلیم کیا اور فرمایا کہ آں حضرت صلعم نماز کے لیے نکلے۔ نماز پڑھ کر خطبہ پڑھا کوئی اذان و اقامت نہیں ہوئی۔ پھر آپ نے عورتوں کی طرف توجہ کی۔ اُن کو وعظ و نصیحت کیا اور اُن کو صدقہ کا حکم دیا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ وہ اپنے کانوں اور گلوں سے زیور اُتار اُتار کر حضرت بلال رض کی طرف پھینکتی تھیں۔ پھر حضرت بلال رض اُن کو اُٹھا کر آپ کے گھر کی طرف لے گئے۔ جابر رض سے روایت ہے کہ حضرت بلال رض نے اپنی چادر کو پھیلا دیا تھا تاکہ عورتیں اپنے زیورات کو اس میں ڈال دیں[3]۔

سبحان اللہ ایک حبشی النسل غلام کو اس قدر عزت حاصل تھی کہ اس مجمع میں ایسے ایسے جلیل القدر صحابی بھی ہوں گے جو بڑی خوش اسلوبی سے اس خدمت کی ادائیگی تو کیا بلکہ رغبت میں کم نہ تھے لیکن حضرت بلال رض کی شان سب سے نرالی تھی۔ نسائی شریف میں حضرت جابر رض سے

ع[1] (۲۵) ایضاً + ع[2] (۱۴) صا و ۱۶۸ و ۱۶۹ + ع[3] (۳۵) ایضاً۔

روایت ہے کہ جب نماز عید کی ختم ہوگئی تو آپ حضرت بلال رض کے سہارے پر کھڑے ہو گئے حمد و ثنا کے بعد لوگوں کو وعظ کیا اور ان کو اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کا سبق دیا پھر آپ عورتوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ بلال رض آپ کے ہمراہ تھے۔ عورتوں کو بھی آپ نے تقویٰ و پرہیزگاری کا وعظ کیا[1]

مذکورہ بالا روایات کو مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے زمانہ اور مابعد خلفاء کے زمانہ میں یہی معمول رہا جو واقعی ایک اسلامی شان و شوکت کی تصویر ہے۔ افسوس آج کم از کم ہند و پاکستان میں تو یہ بات بالکل مفقود ہے اور دیگر ممالک اسلامی کے متعلق کہہ نہیں سکتے کہ کیا حال ہے۔ اگر اس عمل کی پھر تجدید کی جائے تو اسلام بھی اپنے اصلی رنگ میں نظر آنے لگے گا۔ اور حالات بھی اس کے خواہاں ہیں۔

اعزہ و اقارب پر صدقہ کرنا

ایک بار رسول اللہ صلعم نے صدقہ و خیرات کی ترغیب دی تو حضرت عبداللہ بن مسعود کی بی بی حضرت زینب نے ان سے کہا کہ تم نادار آدمی ہو آپ کے پاس جاؤ اگر آپ اجازت دیدیں تو میں جو صدقہ کرنا چاہتی ہوں تمہیں پر کر دوں۔ لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رض نے کہا تمہیں جاؤ۔ وہ آئیں تو آستانِ مبارک پر اسی غرض کے لیے ایک دوسری بی بی موجود تھیں۔ دونوں بیبیوں نے حضرت بلال رض کے ذریعہ سے پوچھوایا۔ کہ عورتیں اپنے شوہروں پر اور چند یتیموں پر جو ان کی کفالت میں ہیں صدقہ کرنا چاہتی ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا ان کو دُہرا ثواب ملے گا۔ ایک خیرات کا دوسرا صدقہ کا۔ ایک بار حضرت ام سلمہ رض نے پوچھا۔ کہ یا رسول اللہ اگر میں ابو سلمہ رض کے لڑکوں پر صدقہ کروں تو مجھکو ثواب ملے گا میں ان کو چھوڑ نہیں سکتی کیونکہ وہ میرے لڑکے ہیں۔ آپ نے فرمایا "ہاں تمہیں ثواب ملے گا۔"[2]

---

[1] (۴۳) باب العیدین - [2] (۲۷) کتاب الصلاۃ ابواب الاذان -

نمازِ استسقاء

عرب ایک مسلمہ خشک ملک واقع ہوا ہے۔ جہاں بارش بہت کم گرمی زیادہ اور ریگ عام ہے۔ اس لیے بہت دفعہ اتفاق ہوا کبھی برساتیں یونہی خالی گذر گئیں اور بارش بالکل نہیں ہوئی اور لوگ قحط کی وجہ سے بیتاب ہو کر رحمۃ اللعالمین کی خدمت اقدس میں آتے آپ سب کو لے کر میدان میں جاتے اور نمازِ استسقاء ادا کرنے کے لیے حضرت بلال رض ہی سب میں منادی کر دیتے۔ اور جب نماز کا وقت آتا تو حضرت بلال رض حبشی نیزہ (عنزہ) کو لے کر آگے آگے چلتے یہاں تک کہ مصلی کی جگہ نصب کر دیتے اور یہ نیزہ سترہ کا کام دیتا تھا[1]

استسقاء کے متعلق ابو داؤد میں عمیر مولی ابی اللحم سے روایت ہے کہ آپ نے آنحضرت صلعم کو موضع احجار الزیت میں زوراء کے قریب نمازِ استسقاء ادا کرتے دیکھا[2] حضرت عائشہ رض سے ایک اور روایت ہے کہ آپ کے پاس لوگوں نے قحط بارش سے شکایت کی اور آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ آپ منبر باہر مقام نماز میں رکھ دیں۔ اور لوگوں نے وعدہ کیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب آپ نکلے تو شمس حجاب میں آنا شروع ہو گیا۔ آپ منبر پر بیٹھ گئے حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ تم نے میرے پاس قحط اور بارش کے عرصہ سے رکنے کی شکایت کی ہے اور اللہ نے تم کو حکم دیا ہے کہ اس سے دعا کرو اور وہی مجیب

---

[1] (۱۴) ص ۱۶۹/۳۵۸ × [2] معجم ✦

الدعوات ہے۔

الحمد للہ رب العٰلمین	سب تعریف اللہ کے لیے جو سارے جہاں کا مالک
الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین	ہے بہت مہربان نہایت رحم والا۔ مالک انصاف
لا الٰہ الّا اللہ یفعل ما یرید	کے دن کا نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔ جو چاہتا ہے کرتا
اللّٰھم انت اللہ لا الٰہ الا انت	ہے۔ خدایا تو ہی اللہ ہے کوئی معبود نہیں مگر تو
الغنی و نحن الفقراء انزل علینا	غنی ہے اور ہم محتاج ہیں، ہم پر بارش نازل کر
الغیث واجعل ما انزلت لنا قوۃ	اور جو تو ہم پر نازل کرے اُسے ہمارے لیے قوت
و بلاغا الی حین ۔	اور زندگی کا سرمایہ بنا۔

پھر آپ نے ہاتھ اُٹھا لیے یہاں تک نعلوں مبارک سے روشنی نمودار ہوئی۔ آپ نے لوگوں کی طرف پیٹھ پھیر لی یا چادر اوڑھ لی لیکن ہاتھ بدستور اُٹھائے ہوئے تھے۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور منبر سے اُتر کر دو رکعت نماز ادا کی۔ اللہ کے حکم سے بادل اُسی وقت آئے بجلی چمکی ابھی آپ مسجد تک بھی نہیں پہنچے تھے کہ پانی کا سیلاب لگ گیا۔ جب آپ نے اُن کو سرائے کی طرف بھاگتے دیکھا تو ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کی باچھیں کھل گئیں۔ اور کہا :۔

اشھد ان اللہ علیٰ کل شیٔ	میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز
قدیر و انی عبد اللہ و رسولہ[1]	پر قادر ہے اور بے شک میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں

ناظرین اپنے جنتی سردار کی نماز عیدین اور استسقاء میں بالترتیب خدمات ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ امام بخاری نے اسے اپنی صحیح میں ایک باب الصلوٰۃ فی الثوب الاحمر (سُرخ کپڑے پہن کر نماز پڑھنا) میں درج کیا ہے۔ ابن ابی جحیفہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں نے آں حضرت صلعم کو سُرخ قبا میں دیکھا۔ حضرت بلال رضؓ آپ کو وضو کرا رہے تھے اور

[1] مشکوٰۃ مطبوعہ لاہور ص ۱۳۲

لوگ آپ کے ارد گرد تھے اور جو پانی بچ کر گرتا تھا اُس سے مسح کرتے تھے جسے نہ ملتا تھا وہ دوسرے کے ہاتھ کی تری کو مس کر لیتا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ بلال رضؓ نے سترہ لیا اور نصب کر دیا اور نبی صلعم سُرخ چنی ہوئی یمانی چادریں پہن کر نکلے لوگوں کو اس نیزہ کی طرف کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھائی۔ لوگ اور جانور وغیرہ نیزہ کے آگے سے گذرتے تھے۔ امام مسلم نے بھی اس روایت کو سترہ کے باب میں لیا ہے جس کے متعلق شارحین حدیث متفق ہیں کہ یہ واقعہ عین مکہ کے باہر بطحا میں ہوا۔ ایک صحیح روایت میں ہے کہ آپ لوگوں کو اونٹ پر خطبہ دیتے تھے اور آپ پر یمانی چادریں تھیں۔ شارح کہتے ہیں اغلب ہے کہ رنگ معصفر اس قدر زیادہ ہو گیا کہ راوی کو دیکھنے میں سُرخ دکھائی دیا ہو۔ پھر ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے بطحا میں اس حالت میں دو رکعت نماز ادا کی جن کی مطابقت میں ہم نتیجۃً کہہ سکتے ہیں کہ ایسے امور میں علاوہ مذکورہ بالا کے حضرت بلال رضؓ کے سپرد آپ کو ایسی حالتوں میں وضو بھی کرانا ہوتا تھا۔ جو اور بھی قرب کا باعث ہے۔ ان مسائل کے لحاظ سے یہ یاد رہنا چاہیئے کہ باہر جنگل وغیرہ میں سترہ نہایت لازمی ہے[1]

---

[1] (۲۰) صـ ۲۳۴ - ۲۳۰/۱ و قسطلانی صـ ۱۷۱/۲ و ۹۹/۳ ۔

وصال رسول مقبول صلعم

آں حضرت صلعم نے رفیق اعلیٰ کی طرف سدھارنے سے چند روز پیشتر ابو بکرؓ کو جماعت کرانے کا حکم دیدیا تھا جب کہ ایک روز عمرو بن عوف کے دو فرقوں میں کچھ تنازع ہوگیا جو قبا میں رہتے تھے۔ اور آپ نماز ظہر کے بعد قبا میں تشریف لے گئے۔ تا کہ ان میں صلح کرادیں۔ حضور صلعم نے حضرت بلالؓ کو فرمایا کہ جب نماز عصر کا وقت قریب ہو اور میں وقت پر نہ آؤں تو ابو بکرؓ سے لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے کہنا۔ چنانچہ جب عصر کا وقت ہوا تو بلالؓ نے اذان دی۔ پھر بجائے آں حضرت صلعم کے ابو بکرؓ کو آں حضرتؐ کے حکم کے مطابق نماز کے لیے کہا۔ اقامت کہی گئی۔ ابو بکرؓ لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے اور جماعت کھڑی ہوگئی۔ یوں ہی جناب آں حضرت صلعم تشریف لے آئے آپ لوگوں کو چیر کر ابو بکر کے پیچھے کھڑے ہوگئے۔ لوگوں نے تالیوں سے اشارہ کیا۔ جب زیادتی کی تو ابو بکرؓ نے التفات کیا تو حضور صلعم ابو بکرؓ کے پیچھے کھڑے تھے۔ نماز میں تاخیر کرنی چاہی تاکہ حضور کو ہی اسی حالت میں امام بنالیں۔ چنانچہ آپ نے آگے ہوکر نماز کی تکمیل کی۔ جب فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا اے ابو بکر آپ کو کس چیز نے منع کیا۔ جب میں نے خود تم کو امام مقرر کردیا ہے تو آپ کیوں نہ قائم رہے۔ ابو بکرؓ نے جواب دیا حضور! کیا میرے لیے واجب تھا کہ جناب کے لیے امام بنوں[1]۔ پھر آپ نے

---

[1] (۱۴) $\frac{۱۶۸}{۲}$ و (۲۲) $\frac{۳۸۸}{۳}$ و (۴۱) صفحہ ۲۵۷ + ۔

لوگوں کو ہدایت کی جب کچھ نماز میں واقع ہوجائے تو تسبیح کہا کرو۔ اور تالی عورتوں کے لیے ہے تسبیح سے مراد سبحان اللہ ہے۔[1]

اسی طرح ایک دن نماز عشا کے وقت حضرت بلال رضؓ نے اذان دی آپ نے وضو کے لیے پانی مانگا۔ آفتابہ میں جو مٹی یا تانبے کا تھا پانی لایا گیا۔ وضو کر کے جب چلنے کا ارادہ کیا تو آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں نماز پڑھاؤں گا عرض کی گئی کہ لوگ بھی حضور کے منتظر ہیں آپ نے وضو کے لیے پھر پانی طلب کیا وضو سے فارغ ہو کر چلنے لگے پھر غشی طاری ہوگئی۔ پھر افاقہ ہوا تو حضرت بلال رضؓ نے کہا لوگ بہت بے تاب ہیں اور آپ کے منتظر ہیں مختصر یہ کہ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا اور آپ پر غشی طاری ہوئی۔ آخر کار ابوبکر رضؓ کو بلا بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت بلال رضؓ نے ابوبکر رضؓ سے آکر پیغام دیا کہ حضور صلعم فرماتے ہیں کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت ابوبکر رضؓ نے حضرت عمر رضؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں جس پر حضرت عمر رضؓ نے جواب دیا کہ آپ مجھ سے زیادہ حق رکھتے ہیں پھر حضرت بلال رضؓ نے واپس آکر حجرہ مبارک پر کھڑے ہو کر حسب عادت الصلوٰۃ الصلوٰۃ یا رسول اللہ کہا تو جواب وصول ہوا کہ نماز کی طاقت نہیں رکھتے کہ نکل سکیں عمر بن الخطاب کے پاس جاؤ تاکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت بلال رضؓ لوٹے تو آب دیدہ ہو رہے تھے لوگوں نے متحیر ہو کر دریافت کیا اے بلال کیا معاملہ ہے جواب دیا کہ حضور باہر نکل کر لوگوں کو نماز پڑھانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ لوگ بہت ہی روئے۔ پھر انہوں نے حضرت عمر رضؓ سے کہا کہ آپ کو حضور نے حکم دیا ہے لوگوں کو نماز پڑھادیں۔ جس پر حضرت عمر رضؓ نے جواب دیا کہ حضرت ابوبکر رضؓ کی موجودگی میں میں کبھی جرات نہیں کر سکتا۔ پھر حضرت بلال رضؓ نے حضور صلعم کی خدمت میں جاکر عرض کی ابوبکر رضؓ دروازے پر کھڑے ہیں۔ آپ نے دریافت کیا کیا معاملہ ہے اور فرمایا کہ ابوبکر رضؓ سے کہہ دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر بلال رضؓ نے نکل کر ابوبکر رضؓ سے کہا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ عائشہ رضؓ روایت کرتی ہیں میں نے کہا ابوبکر رضؓ بہت ہی رقیق القلب ہیں جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو

---

[1] (۱۴) صفحہ ۵۰

آپ کی قرأت بکاکی وجہ سے لوگ سن نہ سکیں گے حضور صلعم نے کہا کہ کہدو نماز کرائیں۔ عائشہ رض کہتی ہیں کہ میں نے پھر بھی یہی جواب دیا۔ اور حفصہ رض سے یہی کہا کہ حضرت ابوبکر رض آں حضرت صلعم کی جگہ پر کھڑے ہوکر نماز کرائیں گے تو لوگ آپ کی قرأت کو بوجہ بکا نہ سُن سکیں گے۔ حضرت عمر رض سے کہیے کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت حفصہ رض نے جواب دیا کہ میں آپ سے آگے نہیں ہوں آپ ہی حضرت ابوبکر رض کہیے کہ نماز کراویں۔ حضرت عائشہ رض سے منقول ہے کہ مجھے خوف لاحق ہوا کہ لوگ کہیں ابوبکر رض سے آپ کی جگہ کھڑے ہونے سے بُرا شگون نہ لیں اور کراہت کریں۔ آپ فرماتی ہیں کہ مجھے آں حضرت صلعم سے زیادہ سوال و جواب کی جرأت نہ ہوئی سوا اس کے کہ میرے دل میں یہی بات آئی جو شخص آپ کی جگہ کھڑا ہوگا لوگ ہمیشہ آپ کے بعد اس سے محبت کریں گے اور میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ کوئی ایسا شخص آپ کی جگہ کھڑا ہو اور اس سے لوگ بُرا شگون لیں۔ آپ کے پاس اسی اثنا میں حضرت علی رض اور عباس رض داخل ہوئے اور آپ سے لوگوں کی کیفیت عرض کی۔ پھر آپ مجبوراً اُن کے سہارے سر کو باندھے ہوئے اور پاؤں گھسیٹتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے آگے نماز کھڑی تھی۔ ابوبکر رض آپ کی آہٹ پاکر پیچھے ہٹ گئے اور آپ نے ابوبکر رض کے بائیں پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہوکر لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر یہ چند آخری کلمات خطبہ کے طور پر بلند آواز سے کہے حتیٰ کہ آپ کی آواز مسجد کے دروازے سے باہر سُنائی دیتی تھی:-

ایہا الناس سعرت النار و اقبلت	اے لوگو دوزخ کی آگ بھڑک اُٹھی ہے اور نصف
الفتن کقطع اللیل المظلم و انی واللہ	شب کی تاریکی کے مانند فتنے بپا ہوچکے ہیں۔ خدا کی
لبشیئ انی لم احل الا ما احل القرآن	قسم میں کسی چیز پر قادر نہیں ہوں اور میں کسی چیز کو اپنی
ولم احرم الا ما حرم القرآن	طرف سے حلال نہیں کرتا مگر جسے قرآن نے حلال کیا

ہوا ہے۔ اور نہ کسی چیز کو حرام کرتا ہوں مگر جسے قرآن کریم نے حرام کیا ہوا۔

جب آں حضرت صلعم فارغ ہوئے تو ابو بکر رض نے خود عرض کی یا نبی اللہ نعمت خداوندی وفضل کے مبارک ایام پورے ہو چکے ہیں۔ پھر آپ گھر میں چلے گئے[1]

غرض کہ پیر کے روز آپ کا وصال ہوا اور صحابہ رضوان اللہ علیہم آپ کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے۔ ابھی حضور صلعم کے وصال کی اطلاع پھیلی نہیں تھی کہ بلال رض نے جذبہ الفت اور بے ساختگی کے عالم میں آکر اذان شروع کر دی۔ بلکہ ابو بکر رض نے بھی ایسا کہا کہ اذان دو جس وقت بلال رض نے زبان سے اللہ اکبر نکالا تو مدینہ کے دل سے ایک نالہ وفغاں کا ایسا شور بلند ہوا کہ آسمان سے پار نکل گیا اور جب آپ کی طرف کھڑے ہو کر اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو افق مدینہ پر غم واندوہ کا بادل چھا گیا۔ اور مسجد نبوی میں آہ و بکا کا ایک کہرام مچ گیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ جتنا غم والم نبی اکرم کے غلاموں کو اس دن ہوا اتنا کبھی نہیں ہوا۔

ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ آپ کو رات کے وقت دفن کیا گیا جب کہ تمام عالم آرام میں مست خواب تھا۔ آپ کی مفارقت کی وجہ سے رقت طاری تھی اور لوگ مسجد نبوی میں زور زور سے چیختے تھے حتی کہ صبح ہوئی۔ اور حضرت بلال رض نے حسب عادت صبح کی اذان دی جب اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو مسجد میں پھر ایک کہرام مچا اور لوگوں میں گریہ وزاری و نالہ وفغاں برپا ہوا[2]

بہت سی روایات میں آتا ہے کہ حضرت بلال رض نے بعد میں بوجہ آقائے نامدار کے اذان نہیں دی اور یہی وجہ تھی کہ آپ حضرت ابو بکر رض سے اجازت لے کر بغرض جہاد ملک شام تشریف لے گئے[3]

ما (۱) ص۱۰۱ + ۲ (۲۲) ص۳۹۳/۳ + ۳ (۱۴) ص۱۶۷-۱۹۸/۲ و (۲۲) ص۳۰۳/۳ +

حضرت بلال رضؓ کا شوقِ جہاد

ان اللہ اشترٰی من المؤمنین	اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے اُن کی جان اور
انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ	مال اس قیمت پر کہ اُن کے لیے بہشت ہے۔ لڑتے
یقاتلون فی سبیل اللہ الآیہ	ہیں اللہ کی راہ میں۔

صحابہ رسول اللہ صلعم اتباعِ سنت کی تو یہ حالت تھی کہ جب کبھی آپ کسی امر کی فضیلت اور ان کا نیک اجر بیان کرتے تو صحابہ اس کی تکمیل میں جان تک خرچ کر دیتے ویسے اسلام نے جہاد کی کئی قسمیں بھی اسی لیے کر دی ہیں تاکہ ہر مسلمان استطاعت کے مطابق متمتع ہو سکے۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے نماز کا وقت پر ادا کرنا۔ خدمت والدین اور اللہ کے رستہ میں لڑنا سب جہاد ہیں۔ اگرچہ سب کے مراتب الگ الگ ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کی بھی وہی حالت ہے جو بعینہٖ نماز کی جیسا کہ ابو داؤد میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جہاد میں دستور تھا کہ جہاں کہیں بلندی وغیرہ پر چڑھنا پڑتا تھا تو تکبیر کہتے تھے اور اُترنے کا موقع آتا تو تسبیح پڑھتے۔ نماز بھی اسی اصول پر قائم ہے۔ یعنی سر اُٹھانے میں تو اللہ اکبر اور سجدہ میں جاتے ہوئے سبحان اللہ کہتے ہیں یعنی جہاد میں نماز کے مطابق ہی نہیں بلکہ نماز عین جہاد کے اصول پر قائم کی گئی ہے۔ دونوں آپس میں مشابہ ہیں۔ غرض وہی جنگ جو ہر طرح کے ظلم و ستم اور جہالت و وحشت کا مجموعہ تھی یعنی

عہ (۲۷) و (۲۵) کتاب الجہاد۔

وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ الخ — اور اُن سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے۔

اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر عبادت میں منتقل کر دیا۔ جو خاص وجہ تھی کہ صحابہ کرام میں شوق جہاد کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا جب کہ حضرت طلحہ کو سفر جہاد کی وجہ سے عہد نبوت میں کبھی روزہ رکھنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا حضرت زبیر نے کبھی کوئی عہدہ قبول ہی نہیں کیا۔ عہد عثمان رض تک برابر ہمہ تن جہاد میں مشغول رہے۔ جب کبھی کوئی صحابی جہاد کے لیے باوجود شدت شوق کے معذور ہو جاتا تو وہ اپنا نائب بنا کر بھیج دیتا۔ جیسا کہ ابو داؤد میں ہے۔ کہ ایک کبیرالسن صحابی نے بوجہ شوق جہاد کے باوجود عدم خادم کے ایک اور شخص کو اُجرت دے کر جہاد کی خاطر اپنی طرف سے ارسال کیا[1]

حضرت بلال رض جن کی نوعیت جہاد اس وقت مقصود بالذکر ہے انہوں نے آں حضرت صلعم کے ساتھ تمام غزوات و سرایا میں جی بھر کر حصہ لیا اور کیا حنین کیا احد غرض کہ کوئی بھی غزوہ آپ کی خاص نمایاں شرکت سے خالی نہ رہا تھا لیکن پھر کیا ضرورت تھی۔ مگر نہیں شوق جہاد آپ میں سرایت کر چکا تھا اور آپ کے بعد بھی چین سے زندگی بسر کرنا نہیں چاہتے تھے اور چاہتے تھے کہ فی سبیل اللہ جہاد کیا جائے۔ ویسے تو آں حضرت صلعم کا زمانہ ہی ایسا دور تھا کہ غور سے دیکھا جائے تو ایسے مصروف نظر آتے ہیں کہ ایک لمحہ بھر خدمت سے فارغ نہیں۔ کبھی فرائض اذان ادا کر رہے ہیں۔ کبھی مہمانوں کو اُتار رہے ہیں کبھی سفر و حضر کی تیاریاں کر رہے ہیں اور کبھی معاملات خانگی رسول اللہ میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اور باوجود اس قدر مصروفیت کے ایسے بشاش اور مسرور نظر آتے ہیں گویا کبھی تھکتے ہی نہیں اور انہیں امور کے لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کو پیدا کیا ہے۔ اور ہر وقت حکم کے منتظر نظر آتے ہیں۔ حارث بن حسان نے بیان کیا ہے کہ ہم آں حضرت صلعم کے ارادہ سے نکلے تو ہم مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو وہ لوگوں سے پُر تھی جب کہ ایک سیاہ جھنڈا لہرا رہا تھا میں آں حضرت کو تصور کیے ہوئے تھا

---

[1] (۲۵) کتب الجہاد و ع ۲ (۱۴) ص ۲۴

جب کہ بلال رض تلوار لے کر کھڑے تھے۔ میں نے کہا آج کیا معاملہ ہے۔ جواب ملا یہ رسول اللہ صلعم عمرو بن العاص کو جہاد کے لیے روانہ کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ غرض کہ حضرت بلال رض آپ کے ہمراہ ہمہ تن مصروف تھے۔

آں حضرت صلعم کا دنیا سے روپوش ہونا ہی تھا کہ سب سے پہلے آپ فریضہ اذان سے سبکدوش ہو گئے اور جہاد کے لیے کمر کس لی۔ چنانچہ ایک روز مجمع عام میں جمعہ کے روز جب کہ ابو بکر رض خطبہ دے رہے تھے اور آپ نے حضرت بلال رض سے ایک طویل مکالمہ کیا۔

بلال رض۔ اے ابو بکر رض!

ابو بکر رض۔ ہاں۔

بلال رض۔ آپ نے مجھے اللہ کے لیے آزاد کیا ہے یا اپنے نفس کے لیے۔

ابو بکر رض۔ اللہ کے لیے۔

بلال رض۔ میں نے رسول اللہ صلعم کو کہتے سنا ہے کہ مومن کا اصل عمل اللہ کی راہ میں جہاد ہے افضل الناس مومن یجاھد بنفسہ ومالہ۔ لوگوں میں افضل وہ ہے جو اپنے مال اور نفس سے جہاد کرے۔

ابو بکر رض۔ اے بلال تو کیا چاہتا ہے۔

بلال رض۔ میں اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ جہاں تک کہ مر جاؤں۔

ابو بکر رض۔ اے بلال میں اللہ سے تیرے لیے دعا مانگتا ہوں تو آپ میری خاطر یہاں ٹھیریں میں بہت کمزور ہو گیا ہوں اور میری اجل قریب ہے۔

غرض کہ حضرت بلال رض جہاد کی غرض سے شام تشریف لے گئے جہاں آپ نے تا آخر ایام وہیں پورے کیے اور سنہ ۲۰ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا۔[1]

---

[1] بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابو بکر رض کے زمانہ میں تشریف لے گئے اور بعض میں آتا ہے کہ حضرت عمر رض کے زمانہ میں اور حضرت ابو بکر رض کی وفات تک ٹھیرے۔ غرض کہ آپ جہاد کی خاطر تشریف لے ہی گئے۔ باقی تمام واقعہ مذکورہ بالا بھی یہیں درج ہے۔ ۱۶۹ صہ (۱۴) ۳/۱

گو آپ نے ابو عبیدہ بن جراح اور خالد بن الولید و عمرو بن العاص جیسوں کی طرح انفرادی حیثیت سے امیر کی طرح جہاد نہیں کیا مگر ملک شام میں بہت نمایاں فتوحات میں حصہ لیا۔ بیت المقدس کی فتح میں آپ شامل ہوئے۔ قیساریہ میں آپ نمائندہ اسلام بن کر قسطنطین کے ہاں گئے۔ جس کی فتح کے بعد ملک شام مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔

آپ کسی اور مقام کی طرف بھی بغرض جہاد جا سکتے تھے لیکن اس زمانہ کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جب آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے اجازت جہاد طلب کی تو اس وقت جنگ ملک شام میں حضرت عمرؓ کی قیادت میں بہت زور پر تھی اور آپ نے بھی وہاں ہی کا رخ کیا۔ کیونکہ آپ کے زمانہ میں ہی ملک شام بالکل مفتوح ہوا۔ تھا اس لیے ویسے بھی یہ ضروری تھا کہ وہاں مسلم آبادی ہو اس لیے ضروری ہو گیا کہ آپ وہیں باشندوں کی طرح سکونت اختیار کریں۔

بیت المال سے آپ کو ۵ ہزار درہم سالانہ ملتے تھے اور اسی رقم میں آپ مع اہل و عیال بسر کرتے تھے[۱]۔

غرض کہ ہم حضرت بلالؓ کی زندگی کو تین حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ اول وہ زمانہ جب کہ آپ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اور غلام تھے۔ دوسرا حصہ وہ ہے جب آپ مسلمان ہو گئے اور مساویانہ حقوق و فرائض کے مالک ہو گئے۔ اور یہ زمانہ آپ کا حضور صلعم کی زندگی کے دوران کا ہے۔ جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ نے اپنے آپ کو کسی قدر اکیلا اور اداس پایا۔ تو آپ نے حضرت ابوبکرؓ کی اجازت سے بغرض جہاد دمشق آ گئے جہاں آخر آپ کا انتقال ہوا۔ تو آپ ہمیں ایک ایسے مکمل اور تجربہ کار زندگی کی نشیب و فراز سے واقف انسان نظر آتے ہیں جس سے صاحب بصیرت بہت سبق حاصل کر سکتا ہے۔

---

[۱] (۲۴) صفحہ ۴۶

فتح بیت المقدس

مسلمانوں نے یرموک کی فتح کے بعد چند ماہ دمشق میں قیام کیا اور پھر اُن کے قائد اعظم ابو عبیدہ بن جراح نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ اب ہمیں کدھر کا رُخ کرنا چاہیے اور لوگوں کے مشورہ کے مطابق حضرت عمر بن الخطاب خلیفہ وقت کو عرفجہ بن نافع الخفی کے ہاتھ ایک خط مدینہ منورہ ارسال کیا کہ ہمیں قیساریہ یا بیت المقدس کا رُخ کرنا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے مشورہ کر کے عرفجہ بن نافع کے ہاتھ بھیجا کہ بیت المقدس کا رُخ کرنا چاہیے اور بعد میں قیساریہ کا۔ اس وقت ابو عبیدہ بن جراح مقام جابیہ ملک شام میں مقیم تھے۔ آپ کا خط پڑھ کر خوش ہوئے اور فوراً وہیں کا ارادہ کیا۔ تمام جلیل القدر صحابہ رسول اللہ ہاتھوں میں سُرخ، سیاہ، سفید جھنڈے لیے ہوئے تھے اور کل فوج تین ہزار تھی۔ بہت سے جاں نثاران اسلام جرنیلوں نے اپنے زیر اثر حلقوں سے جمع کی تھی۔ سب اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے ہوئے بیت المقدس پہنچے فصیل پر چڑھ گئے مسلمانوں نے بیت المقدس میں داخل ہو کر نماز ادا کی اور فتح و نصرت کے لیے دعا مانگی۔ وہاں تین دن تک قیام کیا اور اہل بیت المقدس کی طرف سے گفت و شنید کے لیے نامہ بر کا انتظار کیا۔ چوتھے روز ایک شخص نے بادیہ میں سے شرجیل بن حسنہ سے کہا کہ اس قوم کا کون امیر ہے یہ نہ سنتے ہیں نہ بولتے ہیں نہ دیکھتے ہیں گویا "صمٌ بکمٌ" الخ کا مصداق ہیں جب مسلمانوں نے نماز صبح ادا کی سب سے پہلے

۱؎ (۱۷) ص ۲۵ ۲۵/۱ ۔

یزید بن ابی سفیان سوار ہو کر آگے بڑھے اور اپنی تلوار کو بے نیام کر لیا اپنے ہمراہ ایک ترجمان کو لیکر ان کے ہاں گئے۔ ترجمان نے کہا ان کے امیر سے کہیے کہ آپ دعوت الحق اور کلمۃ الصدق یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے جواب میں کیا کہتے ہیں۔ تو اُن کی طرف سے ایک پادری متوجہ ہوا اور ترجمان نے اُس کو کہا کہ دین الاسلام کی دعوت کو قبول کرو۔ اگر صلح کرو تو جزیہ ادا کرو ورنہ ہمارے اور آپ کے درمیان جنگ ہے۔ اس پادری نے اہل بیت المقدس تک ترجمان کے الفاظ کو پہنچا دیا۔ اُنھوں نے کہا ہم اپنے دین کو چھوڑ نہیں سکتے اور اگر لڑتے ہیں تو ہم کمزور ہیں پس مسلمانوں نے اپنے جرنیل ابو عبیدہ کے حکم سے حملہ کا ارادہ کر لیا۔

مسلمان راتوں رات بیت المقدس کی لڑائی کی خوشی میں آئے اور ہر ایک دستہ کا امیر چاہتا تھا کہ میرے ہاتھ پر فتح ہو جب صبح صادق ہوئی تو مؤذن نے نماز فجر کے لیے اذان دی مسلمان نماز فجر سے فارغ ہوئے یزید بن ابی سفیان نے اپنے لوگوں کے لیے یہ آیت پڑھی :-

یا قوم ادخلوا الارض المقدسۃ — اے قوم مقدس سرزمین میں داخل ہو جو تمہارے

التی کتب اللہ لکم۔ — لیے لکھی جا چکی ہے۔

غرض کہ چھ امیروں نے مل کر اس آیت کو پڑھا سب سے پہلے بنو حمیر یمنی لڑنے کے لیے آگے بڑھے۔ لڑائی دس روز تک جمی رہی مسلمان سخت پریشان تھے۔ گیارھویں روز ابو عبیدہ بن جراح رض خود نکلے اور ان کے جھنڈے کو غالبۃ بن سالم لیے ہوئے تھے۔ تمام مسلمانوں نے تکبیر و تہلیل کے نعرے بلند کیے اور اہل بیت المقدس کے قلوب پر رعب طاری ہو گیا حتی کہ اُن کے بطریق اعظم کو اطلاع ہوئی اور کہا گیا کہ نبی صلعم کا رفیق چڑھ آیا ہے اور ہمارے لیے کوئی راستہ نہیں ہے سوا اس کے کہ صلح کر لی جائے یا اسلام قبول کر لیں۔ اُنھوں نے مشورہ کیا۔ ادھر اُن کی کتب میں مذکور تھا کہ اس ملک کو آں حضرت صلعم کا ایک صحابی فتح کرے گا اور اس صحابی کا حلیہ تک اُن کے ہاں ثبت تھا۔ اگر واقعی وہی ہیں تو ہماری ضرور تباہی اور ہلاکت ہے اور ہم ان کا مقابلہ نہیں

ملا (۲۳) ص ۲۱۳ ر الفاروق شبلی ص ۱۲۹ ۔

کر سکتے صلح ہو سکتی ہے۔ تمام راہب اور پادری وغیرہ سروں پر صلیبیں اٹھائے ہوئے اور انجیلیں کھولے شہر سے باہر آگئے مسلمان اُن کو دیکھ کر حملہ آور ہوئے مگر انہوں نے رُکنے کی درخواست کی اور وہ رُک گئے تاکہ ہم اپنے علم کے مطابق آپ میں سے اپنے شہر کے اصلی فاتح کو تلاش کر لیں اگر وہی ہے تو ہم نہیں لڑیں گے بلکہ اسلام قبول کر لیں گے۔ اگر وہ نہیں تو ہم ہمیشہ تمہارے خلاف رہیں گے اور مسلمان نہیں ہوں گے جب اُنہوں نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو دیکھا تو وہ ان کے ثبت شدہ حلیہ کے مطابق نہ تھے بلکہ لڑائی پہ آمادہ ہو گئے۔

مسلمان وہاں ایسے زمانہ میں آئے تھے جب کہ سخت جاڑہ وبارش۔ برف پڑ رہی تھی اور مسلمان اس آفت کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ مگر باوجود اس کے بھی مسلمان خوب دل کھول کر لڑے اور خوب بہادری دکھائی حتیٰ کہ اہل بیت المقدس تنگ آگئے۔ مخالفین نے اپنے بطریق اعظم سے بھی جا کر کیفیتِ جنگ بیان کی اور اس نے دوبارہ آکر دورانِ جنگ ابو عبیدہ سے مطالبات طلب کیے۔ آپ نے وہ مطالبات پیش کیے جو ہر مبلغ اسلام کو کرنے چاہییے تھے۔ یعنے :-

۱۔ تم لوگ خدا کی وحدانیت اور محمد صلعم کی رسالت کا اقرار کرو۔
۲۔ یا جزیہ دے کر ہم سے صلح کر لو۔
۳۔ ورنہ ہم سے جنگ کر۔

بہت ہی مناظرانہ گفتگو ہوئی اور بطریق نے کہا اگر آپ بیس سال تک بھی ہمارے ملک میں ٹھیرو گے تو فتح نہیں کر سکتے اور آپ میں وہ اوصاف جو ہمارے فاتح کے ہمارے ہاں ثبت شدہ ہیں نہیں ہیں۔ ابو عبیدہ نے ان کا استفسار کیا۔ یعنی اس شہر کو عمر بن الخطاب المعروف بہ الفاروق فتح کریں گے اور وہ بہت پکے مسلمان ہیں حضرت

ع۱ (۲۳) ایضاً۔

ابو عبیدہ نے اس پر تبسم کیا اور کہا بخدا وہ ہمارے خلیفہ ہیں اور آنحضرت صلعم کے جانشین ہیں۔ اب ہم نے آپ کے شہر کو فتح کر لیا ہے۔ تو بطریق نے کہا کہ تم اُن کو ہمارے تک آنے دو وہ ہمارے ملک کو فتح کریں گے ہم اُن کو جزیہ دیں گے۔ پھر ابو عبیدہ نے حضرت عمر رض کو بلانے کی کوشش کی اور ایک خط لکھا :-

"امابعد۔ ہم اس شہر میں پڑے ہیں۔ ہر روز لڑائی ہوتی ہے مسلمانوں پر بارش جاڑہ کی سخت مصیبت آپڑی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید میں صابر ہیں۔ اس شہر کو سوا آپ کے کوئی فتح نہیں کرے گا جیسا کہ اُن کے ہاں یہ تمام صفات فاتح شت ہیں۔ اور وہ آپ پر پوری صادق آتی ہیں اور آپ کا نام لیتے ہیں"

نامہ بر بہت سرعت سے روانہ ہوا۔ مدینہ میں پہنچ کر اس نے حضرت عمر رض کو سلام علیکم کہا تو آپ نے بعد سلام فوراً قاصد سے دریافت کیا۔ اے مسروق کیا خیر ہے۔ قاصد نے کہا اللہ کا فضل ہے۔ اے امیر المومنین۔ پھر ابو عبیدہ کا خط حوالہ کیا۔ پڑھ کر حضرت عمر رض نے صحابہ رض سے مشورہ کیا۔ حضرت عثمان رض نے مشورہ دیا کہ جانے کی ضرورت نہیں وہ تنگ آکر ہتھیار ڈال دیں گے۔ حضرت علی رض اس کے خلاف تھے چنانچہ حضرت عمر رض نے حضرت علی رض کی رائے کو پسند فرمایا۔ اور اُن کو اپنا نائب مقرر کر کے سفر کے لیے تیار ہو گئے۔

حضرت عمر رض مدینہ منورہ سے ایسے اونٹ پر نکلے جس پر دو عرارتاں (بوریاں) تھیں یعنی ایک میں ستو اور دوسری میں تازہ کھجوریں اور آپ کے آگے پانی کا مشکیزہ تھا اور پیچھے برتن تھا۔ آپ کو الوداع کہنے کے لیے مدینہ سے ایک جماعت صحابہ کی دور تک آئی پھر مدینہ واپس چلی گئی۔ آپ منزل بمنزل چلتے چلتے ملک شام پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے آپ کا خیر مقدم کیا۔ آپ نے بڑے بڑے جنرل مسلمانوں کو اعلیٰ زرّیں لباس پہنے ہوئے دیکھا۔ تو بہت تیش میں آگئے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم نے نیچے تمام سامان سپاہ گری پہنا

ص (۲۳) ایضاً

ہوا ہے۔ تب آپ نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ۔ آپ نے ایک اونچے مقام پر کھڑے
ہو کر غوطہ شام کا دل فریب سبزہ زار منظر اور دمشق کے بلند مقام کو دیکھا جس سے آپ کے
دل پر بہت گہرا اثر ہوا۔ جابیہ میں دیر تک آپ نے قیام کیا۔ عیسائیوں کو آپ کی آمد
کی خبر ہو چکی تھی۔ اور آپ سے ملنے کے لیے ایک وفد کی صورت میں آئے۔ اور آپ
حلقۂ اصحاب میں بیٹھے تھے۔ دفعتہً اُن کے آنے کا علم ہوا مسلمان لڑنے کے لیے تیار
ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کو خطاب کر کے کہا کہ عیسائی لوگ امان طلب کرتے
آئے ہیں۔ چنانچہ ایک معاہدہ لکھا گیا اور طرفین کے دستخط ثبت ہو گئے۔ اس کے بعد
آپ نے بیت المقدس کا رُخ کیا۔ آپ کے گھوڑے کے طول طویل سفر کی وجہ سے سُم
گھس گئے تھے اس وجہ سے آپ اُتر پڑے۔ لوگوں نے ایک اَور گھوڑا پیش کیا اور وہ
شوخ اور چالاک تھا۔ آپ کے سوار ہونے پر اڑنے لگا۔ آپ نے فرمایا اے کمبخت یہ
غرور کی چال تو نے کہاں سے سیکھی۔ آپ اُتر کر پیادہ ہو گئے، بیت المقدس قریب آیا تو
حضرت ابو عبیدہ اور سرداران نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ کے لباس اور سامان کی معمولی
سی حیثیت دیکھ کر مسلمان شرم کرنے لگے کہ عیسائی اپنے دل میں کیا کہیں گے۔ چنانچہ
انہوں نے ایک اصیل گھوڑا اور اعلیٰ لباس پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا نے ہم کو
جس عزت سے سرفراز کیا ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لیے بس یہی کافی
ہے۔ حضرت عمرؓ اور ابو عبیدہؓ سب سے آگے آگے تھے۔ اور اسی حالت میں بیت
المقدس میں داخل ہوئے۔ سب سے پہلے آپ نے مسجد اقصیٰ کی محراب داؤد میں
تشریف لے گئے۔ وہاں سورۂ صٓ کی سجدۂ داؤد والی آیت تلاوت کی اور سجدہ کیا
پھر گرجا کا ملاحظہ کیا۔ نماز کے بعد آپ نے مقامِ محمود میں کھڑے ہو کر مسلمانوں کو نہایت
پُر اثر اور نصیحت آمیز خطبہ دیا جس سے تمام کے دل دُھل گئے اور چاروں طرف اسلام کی

لہٗ (۲۳) الفاً۔

شان نظر آتی تھی حتےٰ کہ نماز کا وقت قریب آگیا۔

اذانِ بلالؓ

حضرت بلالؓ جو پہلے ہی ملک میں شوقِ جہاد میں حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ سے مقیم تھے۔ جب آپ کو فتح بیت المقدس کا علم ہوا تو وہاں فرطِ مسرت سے حاضر ہو گئے اور شریکِ جنگ بھی تھے۔ اور خصوصیت سے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب نماز ظہر کا وقت آیا تو مسلمانوں نے خوشی میں آکر حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ حضرت بلالؓ کو اذان کے لیے کہا جائے۔ تو آپ نے بلا کر فرمایا۔ اے بلال! اصحاب رسول اللہ آپ سے اذان کہنے کے لیے درخواست کرتے ہیں تاکہ زمانہ رسول اللہ کا نقشہ پھر ایک دفعہ دیکھیں۔ حضرت بلالؓ نے کہا میں عزم کر چکا تھا کہ نبی صلعم کے بعد کسی کے لیے اذان نہیں دوں گا۔ لیکن آج محض آپ کا ارشاد بجا لاؤں گا۔ اور اذان دینی شروع کی۔

واقعی صحابہ رسول اللہ کو پھر عہد مبارک آں حضرت صلعم آنکھوں کے سامنے آگیا۔ اور رقت طاری ہوئی۔ ابھی آپ نے اللہ اکبر اللہ اکبر ہی کہا تھا کہ لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور جب اشهد ان محمدا رسول اللہ کہا تو لوگوں میں رونے سے کہرام مچ گیا۔ قریب تھا کہ اللہ کے ذکر سے اُن کے قلوب پھٹ جاتے حضرت بلالؓ کی اپنی داڑھی مبارک اشکوں سے تر ہو گئی۔ ابو عبیدہؓ، معاذ بن جبلؓ روتے روتے بے تاب ہو گئے۔ اور حضرت عمرؓ سب سے زیادہ روتے تھے۔ یہاں تک کہ اُن کی ہچکی لگ گئی۔ اور دیر تک یہی نقشہ جما رہا۔ حضرت بلالؓ یہ دیکھ کر چاہتے تھے کہ اذان کو یہاں ہی ختم کر دیا جائے حتیٰ کہ اُنھوں نے اذان کو پورا کیا جس کے بعد حضرت عمرؓ نے

عل (۲۳) ایضاً، الفاروق شبلی۔

فوراً نماز پڑھائی۔

شکایتِ بلالؓ

چونکہ یہاں اکثر افسر افواج و عمال جمع ہو گئے تھے کئی دن تک قیام کیا اور ضروری احکام جاری کیے۔ ایک دن بلالؓ نے آ کر شکایت کی کہ اے امیر المومنین ہمارے بعض افسر پرندوں کا گوشت اور میدہ کی روٹی کھاتے ہیں لیکن عام مسلمانوں کو معمولی کھانا تک بھی میسر نہیں آتا۔ حضرت عمرؓ نے افسروں کی طرف دیکھا۔ انہوں نے عرض کی کہ اس ملک میں تمام چیزیں ارزاں ہیں جتنی قیمت پر حجاز میں روٹی اور کھجور ملتی ہے یہاں اس قیمت پر پرندوں کا گوشت اور میدہ ملتا ہے۔ حضرت عمرؓ افسروں کو مجبور نہ کر سکے لیکن حکم دیا کہ مالِ غنیمت اور تنخواہ کے علاوہ ہر سپاہی کا کھانا مقرر کر دیا جائے۔

حضرت عمرؓ ملک شام میں تمام امور کا تصفیہ کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ وہاں آپ کا صحابہؓ نے پُر جوش خیر مقدم کیا اور بیت المقدس کی فتح کی خوشیاں منائی گئیں۔

اسی سال ذوقعدہ ۱۷ھ ہجری میں حضرت عمرؓ نے حضرت ام کلثوم بنت حضرت علیؓ سے نکاح کیا[1]۔

---

[1] الفاروق د (۴) ص ۳۷۶/۳

فتح قیساریہ

جب ابوعبیدہ بن جراح رض نے فتح انطاکیہ کی تکمیل کردی اور صلح مکمل ہوگئی تو آپ نے حلب میں قیام کیا۔ اور منتظر رہے کہ عمرو بن العاص کے ساتھ قیساریہ میں کیا پیش آتا ہے کیونکہ انھوں نے قیساریہ کا ۵ ہزار مسلمانوں کو لے کر اپنے زیر قیادت رُخ کیا تھا جن میں عبادہ بن صامت، عمرو بن ربعیہ، بلال بن حمامہ۔ ربعیہ بن عامر وغیرہ تھے قیساریہ بحر شام کے ساحل پہ واقع ہے فلسطین کے اضلاع میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور آج ویران پڑا ہے مسلمان معرات، کفرطاب، قاصبہ وجبل، ابوقبیس قلعوں کو جو شام میں تھے اور گرد و نواح کے قلعوں اور شہروں کو از روے صلح و جنگ فتح کر چکے تھے۔ اس بڑی جماعت میں سبیع بن حمزہ بھی تھے جنہوں نے ایک گاؤں میں پہنچ کر شراب پی لی تھی جس کے علم پہ ابوعبیدہ بن جراح رض نے اپنے خط بنام عمرو بن العاص حد کی وعید کی ہے

اما بعد. من شرب فحدہ	حمد و ثنا کے بعد واضح ہو کہ جو شراب پیئے اسے اس پر حد
علیھا واقم حدود اللہ تعالٰی کما	(سزائے شرعی) قائم کرو اور حدود الٰہی کو اسی طرح قائم کرو
امر ولا تخش فی اللہ لومۃ لائم الخ	جیسے اللہ نے حکم دیا ہے اور اللہ کے معاملے میں کسی کی ملامت ہرگز نہ ڈرو

جس پر عمرو بن عاص نے اُن تمام آدمیوں پر جنہوں نے شراب پی تھی حد قائم کی۔ پھر وہاں سے تمام فوج نے مکہ کے مقام نخل میں قیام کیا۔ فوراً قسطنطنیہ میں ہرقل کو اُن کی اطلاع

ملے (۲۳) ص ۲۹۹ و ۳۲۶ مطبوعہ لکھنؤ۔

ہوئی جس کے پیشتر ہی سے اسی ہزار کی تعداد میں فوج جمع ہو چکی تھی۔ اس نے فوراً ایک عیسائی کو جاسوس کی حیثیت میں مسلمانوں کے گروہ میں ارسال کیا تاکہ ان کے حالات دریافت کرے۔ وہ اتفاق سے ایک یمنی گروہ مسلمانوں کے پاس آکر مکہ سے شامل ہو گیا۔ اور یہ لوگ آگ کے گرد بیٹھے تھے اور ان کی باتیں سننی شروع کیں اور جب وہ اُٹھ کر واپس چلا تاکہ جاسوسی کا حق ادا کرے تو حالت اضطراری میں اس کے منہ سے چند عیسائیہ کلمات صلیب وغیرہ کے متعلق نکلے۔ جب مسلمانوں نے یہ سنا تو ان کے کان کھڑے ہو گئے۔ کہ یہ عیسائی جاسوس رومی ہے۔ اسے پکڑ کر مار ڈالا اور فوج میں شور و غل ہوا جس کی عمرو بن العاص کو بھی اطلاع ہوئی تو آپ نے دریافت کیا۔ لوگوں نے واقعہ نقل کیا تو آپ اس کی وجہ سے غضبناک ہو گئے۔ اہل یمن کو بلایا اور سوال کیا کہ تم لوگوں نے کیوں جرأت کی اور تم نے مجھے جاسوس کی کیوں نہیں اطلاع کی۔ میں اس سے دریافت کرتا کہ ہمارے ہاں کس قدر اور جاسوس ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ لوگوں کے دلوں کا مالک ہے جس طرح چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ شاید وہ مسلمان ہو جائیں۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ جس شخص کو تم اس طرح پاؤ اس کی مجھے اطلاع دو۔

ادھر جب قسطنطین کے ہاں جاسوس کو پہنچنے سے دیر ہوئی اور اسے اس کے قتل کا شبہ ہوا تب ایک اور بھیجا گیا۔ اس نے آکر مسلمانوں کے لشکر کو خوب پھر کر دیکھا تب وہ اپنے بادشاہ کے ہاں واپس چلا گیا۔ اور بیان کیا کہ مسلمان ۵ ہزار کی تعداد میں ہیں وہ شیر بیشہ ہیں وہ موت کو مال غنیمت کا عوض اور زندگی کو تاوان سمجھتے ہیں۔ جب قسطنطین نے یہ سنا تو کہا قسم ہے مسیح، صلبان۔ انجیل اور قربان کی میں ان کے مقابلہ میں اپنی کوشش کی انتہا کر دوں گا۔ اور سخت لڑائی لڑوں گا۔ یا تو فتح حاصل کروں گا یا مر جاؤں گا۔ پھر اس نے اپنے تمام بطارقہ۔ راہبہ اور مذبحیہ کو جمع کیا اور ان میں سے دس ہزار سواروں کا انتخاب کیا اور

؎۱ (۲۳) ایضاً۔

ہتھیاروں سے مسلح تھے اور ایک علم سونے کی صلیب کا ایک چاندی کے نیزے پر لگا دیا اور ایک بطریق مسمے سکاں وکرز کو دیدیا اُسے امیر جیش بنا کر روانہ کیا۔ اسی طرح اُس نے ایک اور بطریق مسمے حرسہ کو ایک نشان بنا کر دیا۔ اور اُس کے ہمراہ بھی دس ہزار فوج ارسال کی تو دوسرے دن آپ خود باقی فوج لے کر نکلا اور قیساریہ کی حفاظت کے لیے اپنے چچا زاد مسمے نطاویل کو مقرر کیا۔ اور اُس کے قبضہ میں بیس ہزار فوج کو چھوڑ دیا۔

یسار بن عون بیان کرتے ہیں کہ ہم ابھی مقام نخل ہی میں تھے کہ ہم پر اُن کا پہلا بطریق دس ہزار فوج کی قیادت میں وفعۃً موجود ہوگیا جب ہم نے دیکھا تو وہ دس ہزار کی تعداد میں تھے ہم خوش ہوئے کہ ہم پانچ ہزار ہیں اور دشمن ہمارے دس ہزار ہیں اور اس طرح ہم ایک ایک آدمی اُن کے دو دو آدمیوں کو کافی ہوں گے۔ وفعۃً دوسرا بطریق بھی مع دس ہزار فوج کے آن موجود ہوا۔ عمرو بن العاص نے مسلمانوں کو یوں مخاطب کیا:

اعلموا انہ من اراد اللہ تعالیٰ	تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو شخص اللہ اور آخرت کی
والیوم الاخرۃ فلا یرتاع من کثرۃ العدد	آرزو رکھتا ہے، پس اسے دشمن کی کثرت، اور کمک
ولا من تواتر المدد۔ (الآیۃ)	پر کمک آنے سے خائف نہیں ہونا چاہیے۔

پھر آپ نے تمام مسلمانوں کو یکجا کیا اور مشورہ کیا کہ میری رائے ہے کہ امین الامۃ ابو عبیدہ بن جراح سے مدد مانگی جائے تاکہ وہ ہمیں کمک بھیجدیں اور کوئی یہاں سے سوار ہو کر آپ کے پاس پیغام لے کر جائے تاکہ آپ کو اطلاع دیں اور وہ ہماری مدد کریں جیسا کہ انھوں نے ہماری قنسرین کے موقعہ پر یزید بن ابی سفیان کے ساتھ کی تھی اللہ تعالیٰ اُن کو اس کا اجر دے گا۔

ربیعہ بن عامر نے کہا اے عمرو اللہ پر بھروسہ کرو وہی مددگار ہے اور اسی نے ہماری بہت موقعوں پر مدد کی ہے حالانکہ ہم تھوڑے تھے وہی قادر ہے کہ ہماری مدد کرے اور ہم کو کافروں پر غالب کر دے۔ عمرو نے ربیعہ کی بات کو مان لیا اور کہا بخدا آپ نے سچ کہا ہے۔ پھر آپ نے

ایضاً۔

مسلمانوں کو حملہ کا حکم دیا اور مسلمانوں نے اللہ اکبر و تہلیل کے نعرے بلند کیے اور رسول اللہ کی ذات
بشیر و نذیر پر صلوات بھیجے تو اُن کی تہلیل و تکبیر کا پہاڑوں، ریتوں، ٹیلوں اور درختوں نے جواب
دیا۔ غرض کہ مشرکین تمام مسلمانوں کے نعروں سے خوف زدہ ہو گئے گویا زمین ہلنے لگی جب قسطنطین
نے مسلمانوں کے لشکر پر نظر دوڑائی تو زیادہ معلوم ہوا غرض کہ یہ کرامات صحابہ رسول اللہ کی تھی قسطنطین
نے کہا قسم ہے نصرانیت کی کہ پہلے تو پانچ ہزار تھی لیکن اب زیادہ معلوم ہوتی ہے یہ شک کا مقام ہے
اللہ تعالیٰ نے اُن کی فرشتوں سے مدد کی ہے میرا ارادہ اُن کے حالات کو جاننا تھا میرے لشکر میں
زیادہ تر لوگ ارمنی ہیں جب وہ ان سے یرموک میں ملا تو دس لاکھ تعداد تھی اور البتہ مجھے اُن کے
مقابلہ میں نکلنے پر ندامت ہوئی ہے اور کوئی نہ کوئی تدبیر تلاش کروں گا۔ پھر اُس نے ایک کلیسا کے
عالم کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ تو اس عرب قوم کے پاس جا کر اُن سے کہو کہ بادشاہ کے پاس
ایک اپنا بہت فصیح و بلیغ و بہادر صلح کے متعلق بات چیت کرنے کے لیے عرب ارسال کریں
وہ ایک سیاہ لباس اور ایک بالوں کی ٹوپی پہن کر سبز سے استر پر سوار ہو گیا۔ اُس کے ہاتھ میں
ایک صلیب جواہرات سے مرصع تھی۔ وہ مسلمانوں کے لشکر میں آیا اس نے آکر مسلمانوں سے
درخواست کی اے گروہ عرب مجھے بادشاہ قسطنطین نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ اپنا
ایک نمائندہ صلح کی گفت و شنید کے لیے آپ کے پاس ارسال کریں کیونکہ بادشاہ لڑائی نہیں
چاہتا۔ اور وہ اپنے دین کی تعلیم کی وجہ سے خونریزی ظلم اور غارت گری کو روا نہیں سمجھتا۔ اس
لیے آپ کو چاہیے کہ آپ ہم پر بھی ظلم اور زیادتی نہ کریں اور بادشاہ آپ سے یہ چاہتا ہے کہ
آپ اُن کے پاس ایک بہت فصیح اور بہادر آدمی کو گفت و شنید کے لیے بھیجیں حضرت عمرو
بن العاص نے اس کو تمام خاموشی سے سنا۔ آپ نے تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم
نے اس غیر مختون کے کلام کو سن لیا ہے پس کون تم سے اس امر کے لیے بطیب خاطر جلدی کرے گا
تاکہ اس بادشاہ سگ رومی سے سوال و جواب کرے۔ بلال بن حمامہ مؤذن رسول اللہ جوان سیاہ رو
دراز قامت مثل درخت جھکا ہوا چہرہ۔ آنکھیں سرخ مثل خون بستہ اور بلند آواز نے کہا اے عمرو بن

العاص میں اس بادشاہ کے پاس جاؤں گا عمرو نے جواب دیا اے بلال تم کو مفارقت رسول اللہ نے واقعی شکستہ حال کر دیا ہے علاوہ اس کے تم حبشی النسل ہو عرب سے نہیں۔ عرب کا کلام فصیح مسجع اور مقفیٰ ہے۔ بلال رض نے جواب دیا مجھے رسول اللہ کی خاطر اس کی طرف جانے دو۔ عمرو نے کہا آپ نے مجھے بہت بڑا حلف دیا ہے۔ غرض کہ آپ نے حضرت بلال کو اجازت دیدی اور کہا اللہ سے مدد مانگو تاکہ تم اس سے کلام میں نہ ڈرو اور فصاحت سے کلام کرو اور اسلام کی عظمت بیان کرو۔ بلال رض نے جواب دیا ان شاء اللہ تعالیٰ تم مجھے ایسا ہی پاؤ گے جیسا کہ تم مجھے دوست رکھتے ہو۔

حضرت بلال نکلے وہ سرو قد ڈیل ڈول اور فراخ سینہ گویا اہل سطوۃ میں سے تھے ان کی ڈیل ڈول کی بڑائی کو دیکھنے والے خوف کھاتے تھے خاص اُس دن قمیص کرابیس شام کا پہنے ہوئے تھے۔ اُن کے سر پر عمامہ صوف کا تھا تلوار لٹک رہی تھی توشہ دان شانہ پر تھا۔ اور عصا آپ کے دستِ مبارک میں تھا۔ اللہ اکبر کیا شان ہو گی ہمارے حبشی سردار کی جب وہ اس احتشام سے نکلے ہوں گے۔ ان کا مسلمانوں کے لشکر سے نکلنا ہی تھا کہ اہل قیساریہ نے فوراً اپنی ہتک اور حقارت مسلمانوں کی طرف سے سمجھ لی کیونکہ باوجود اُن کے کہنے پر بھی ایک غلام بھیجا ہے اور وہ ہمیں حقیر جانتے ہیں اور ہم اُن کی آنکھوں میں حقیر ہو گئے ہیں۔

اُنھوں نے بلال رض سے کہا کہ آپ واپس جائیں کیونکہ بادشاہ ہمارا کسی سردار سے گفتگو کرنا چاہتا ہے آپ سردار کو کلام کی خاطر بھیجدیں۔ تب بلال رض نے کہا بلال بن حمامہ موذن رسول اللہ ہوں میں تمہارے سردار کو خوب خوش اسلوبی سے جواب دے سکتا ہوں۔ پھر اُنھوں نے حضرت بلال رض سے کہا آپ ٹھیریے ہم بادشاہ سے اطلاع کرتے ہیں۔ بادشاہ کو حضرت بلال رض کے آنے کی اطلاع کی گئی کہ ایک غلام کو آپ سے گفت وشنید کے لیے ارسال کیا ہے۔ انھوں نے اس وجہ سے کہا ہے کہ ہم ان کو ضعیف وکمزور معلوم ہوتے ہیں۔ ایک وہ غلام دراز قامت بھاری ڈیل ڈول اور اپنا نام بلال بن حمامہ بتاتا ہے قسطنطین کو سنتے

ہی خوف لاحق ہوا اور کہا آپ واپس جائیے اور اُن سے کہیے کہ بادشاہ نصرانی نے سردار کو طلب کیا ہے نہ کہ غلام کو پھر آپ کو مترجم نے آکر بادشاہ کا پیغام سُنا دیا۔ پھر بلالؓ شکستہ دل ہو کر واپس آ گئے اور عمرو بن العاص کو پورا واقعہ سُنا دیا۔

اس موقع پر بے نیل مرام آپ کا واپس آنا بظاہر تنقیص معلوم ہوتی ہے لیکن اگر گہری نگاہ سے دیکھا جائے تو بقول واقدی یہ قسطنطین کی تنقیص ہے اور آپ کی عزت کو چار چاند لگ گئے کہ رومیوں کے بادشاہ پر ایک حبشی النسل صحابیِ رسول اللہ زیادہ عزت رکھتا ہے اور اُن کو بھی یہی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے دلوں سے ہماری عزت و توقیر اُٹھ گئی۔ مگر اسلام میں تو غلام و بادشاہ برابر ہیں اور کوئی تمیز نہیں جس کا نصاریٰ پر بہت اثر ہوا اور اُنہوں نے آپ کو واپس کر دیا۔

پھر حضرت عمرو بن العاص نے کہا کہ میں خود جاؤں گا تب لوگوں نے کہا کہ آپ باقی مسلمانوں کو کس پر چھوڑ دیں گے تو آپ نے کہا خدا پر بھروسہ کرنا چاہیے اور آپ نے خوب تیاری کی جب آپ وہاں پہنچے تو بادشاہ نے آپ کو بہت کوشش کی کہ مسند پر بیٹھ جائیں لیکن یہ کہتے ہوئے کہ زمین اللہ کی ہے چار زانو ہو کر بیٹھ گئے نیزے کو آگے اور تلوار کو زانو پر رکھ لیا۔

پھر سوال و جواب شروع ہوئے آپ نے سوال پر اپنا نام و نسب بتایا۔

قسطنطین نے کہا اگر آپ عرب سے ہیں تو ہم روم سے ہیں گویا ہم میں قرابت ہے۔ اس لیے خاص کر اُن کو جو قرابت میں ایک ہیں خونریزی نہیں کرنی چاہیے تب عمرو نے جواب دیا کہ اسلام ان سے قرابت روا رکھتا ہے جو مسلمان ہیں خواہ باپ ہی کیوں نہ ہو اگر وہ مسلمان نہیں تو نسب منقطع ہو جاتا ہے اور اُن کے ساتھ مقاتلہ جائز ہے۔ اس لیے ہمارا اور آپ کا نسب ایک نہیں ہو سکتا بادشاہ نے بہت سے دلائل پیش کیے لیکن انہوں نے ایک نہ مانی۔

عمرو بن العاص نے کہا تب میں نے اُن کو نصیحت کرنی شروع کی اور کہا تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ غالب ہے اور اُس نے تمہارے مطلوب کو نزدیک کر دیا ہے۔ اگر تم کو اپنے شہروں کی خیر منظور ہے تو تم کو چاہیے کہ مسلمان ہو جاؤ اور ہمارے قول کے مطابق ہمارے نبی صلعم

کی تصدیق کرو اور کہو لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ وان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔
قسطنطین نے کہا ہم نصرانیت کو نہ چھوڑیں گے اور اپنے آبا و اجداد کے دین پر رہیں گے
پھر عمرو بن العاص نے جواب دیا کہ اگر تم اسلام کو زبوں یا نیچا جانتے ہو تو ہم کو جزیہ ادا کرو۔ اس نے اس
سے بھی انکار کیا ساتھ یہ بھی کہا رومی لوگ میری اطاعت نہیں کریں گے۔ کیونکہ میرے والد نے
پہلے بھی ان سے جزیہ کے لیے کہا تھا تو وہ اس کو مارنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ پھر آپ نے بادشاہ
کو کہا کہ اس کے بعد تلوار فیصلہ کرے گی اور اللہ ہی غالب ہے اور حسب ونسب کے متعلق
قرابت پر بہت ہی گفتگو ہوئی۔ مگر انھوں نے ایک نہ مانی اور فوراً اپنے لشکر میں سوار ہو کر واپس
آ گئے اور لڑائی کا میدان گرم ہوا۔ دونوں طرف سے لڑائی نے خوب زور پکڑا اور رومی تنگ
آ گئے اور مغلوب ہونے لگے تو قلعے سے بھاگنا چاہا۔ چنانچہ رات بھر میں قبل طلوعِ آفتاب
رومیوں کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ بہت سے واقعات کے ظہور کے بعد جو اس لڑائی میں
پیش آئے رومی دل برداشتہ ہو کر مع اپنے بادشاہ قسطنطین کے فرار ہو گئے جب
اہل قیساریہ نے مسلمانوں کو بڑھتے دیکھا تو انھوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی اور مسلمان
بڑے احتشام سے قیساریہ میں داخل ہوئے اور عمرو بن العاص نے حسب ہدایت حضرت
عمر بن الخطاب ہر متنفس پر چار دینار جزیہ لگا دیا۔ اور وہاں باسیل بن عون بن سلمہ کو حاکم
بنا دیا۔ وہ آں حضرت صلعم کے ہمراہ حنین میں شامل ہو چکے تھے۔
یہ فتح قیساریہ بروز بدھ ماہ رجب ۱۹ھ کو ہوئی۔ اور حضرت عمر و بن الخطابؓ کو ابھی چار
سال چھ ماہ خلافت کے گذرے تھے تو مکمل ہوئی۔ غرض کہ فتح قیساریہ کے بعد تمام شام کامل
طور پر مسلمانوں کے ماتحت ہو گیا تھا۔
حضرت بلالؓ کی خواہش جہاد کیا تھی بلکہ مسلمانوں کے لیے اس شاندار فتح کو پورا کرنا تھا جس میں آپ
بہت ثابت قدم رہے اور ویسے ہی جہاد میں بھی شہرت حاصل کی جیسی کہ آپ نے اذان میں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کی معزولی

خالد بن ولید بن مغیرہ قریش کے بہت بڑے بہادر لوگوں میں سے تھے اور بہت ہی سرگرم مسلمان تھے اسلام کی خاطر ہر وقت سر بکف پھرتے تھے اسلام کی وجہ سے کفار سے سختی سے پیش آتے تھے جسے بعض بُرا بھی خیال کرتے تھے۔ آں حضرت صلعم کے ہمراہ بہت سے غزوات میں شریک ہوئے سینکڑوں کو مسلمان کیا اور سینکڑوں کو تہ تیغ کیا چنانچہ آں حضرت صلعم نے آپ کو سیف اللہ کا لقب دیا جب آں حضرت صلعم کے وصال کے بعد لوگ مرتد ہونے لگے تو حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو اسلام پر برقرار رکھنے کے لیے ارسال کیا۔ انہیں کے زمانے میں فتوحات کی خاطر شام تشریف لے گئے اور بہت فتوحات کیں۔ انہوں نے اہل حیرہ سے سب سے پہلے جزیہ وصول کیا جو اسلام میں پہلا جزیہ ہے[1]

جب سنہ ۱۳ھ میں حضرت عمر بن خطاب خلیفہ ہوئے تو آپ ابھی تک شام ہی میں جنگوں میں مصروف تھے اور پے در پے فتوحات کیں حتیٰ کہ سنہ ۱۶ ہجری ہو گئی۔ مورخین میں سے طبری اور ابن اثیر جیسوں نے غلطی سے آپ کی معزولی کو ۱۳ و ۱۷ھ میں بیان کیا ہے۔ جو صریحاً غلطی پر مبنی ہے اور دونوں جگہ حضرت بلال کی شرکت ظاہر کی ہے[2]

واقعہ سے تو انکار نہیں لیکن دو جگہ بیان کرنے میں مغالطہ ہوا ہے جیسا کہ حالات سے ظاہر ہے کیونکہ سنہ ۱۳ھ میں تو حضرت عمرؓ سریر آرائے حکومت ہوئے اور اس وقت سے ۱۷ھ تک آپ جنگ قادسیہ فتح دمشق و یرموک حمص وغیرہ میں شاندار خدمات اسلام کر چکے تھے جس کو تاریخ

---

[1] (۱۴) صہ ۱۸/۲ و عہ ۲ (۱۸) صہ ۲۱۲۹/۱ و صہ ۲۵، ۳۰

بھی نہیں مٹا سکتی اور وہ ۱۳ھ کے بعد ہوئے ہیں۔ اگر آپ ۱۳ھ میں معزول ہو چکے ہوتے تو اغلب تھا کہ یہ فتوحات کسی اور طرح اسلام میں ظاہر ہوتیں۔ پھر اس میں آپ واحد سپہ سالار کی حیثیت سے تھے۔ ویسے حضرت عمرؓ کا آپ کو خلافت سنبھالتے ہی معزول کرنا محض تعصب پر مبنی ہوتا جیسا کہ بعض نے بیان کرنے میں جرأت کی ہے۔

اسباب معزولی وغیرہ

حمداللہ مستوفی نے اپنی تاریخ جہاں گزیدہ میں مفصلہ ذیل واقعہ کو باعث معزولی قرار دیا ہے[1]۔ چونکہ اس میں حضرت بلالؓ کا ذکر بھی ہے اس لیے برسبیل تذکرہ اسے درج کیا جاتا ہے حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو مالک بن نویرہ کے خلاف جنگ کی خاطر ارسال کیا تو مالک آپ کی آمد سے خوف زدہ ہو کر مسلمان ہو گیا۔ زکوٰۃ بھیجدی جب خالدؓ سے ملنے کے لیے آیا تو دوران گفتگو میں آنحضرت صلعم کے متعلق کہا: "مرد شما چنیں گفت"، یعنی تمہارے آدمی نے ایسا کہا۔ خالد کو اس پر طیش آ گیا۔ کہ جب تو آں حضرت صلعم کو اپنا آدمی ہی نہیں جانتا تو تو کافر ہے۔ تب خالدؓ کے آدمیوں نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا۔ اور مالک کی بیوی سے خود نکاح کر لیا۔ چونکہ مالک بن نویرہ حضرت عمر کا دوست تھا جس کی وجہ سے آپ ناراض ہوئے۔ اور ابوبکرؓ سے شکایت کی کہ خالد پر قصاص واجب ہے۔ جب اس کا حضرت خالد کو علم ہوا تو خالدؓ نے عمرؓ سے پوشیدہ حضرت بلالؓ کو ابابکرؓ کی سفارش کی خاطر رشوت دی۔ جو اسلام میں پہلی رشوت کہی جاتی ہے۔ حضرت بلالؓ خالدؓ کو لے کر ابابکرؓ کے ہاں تشریف لائے اور خالدؓ سے کہا کہ آپ نے رسول خدا کو کہتے سنا ہے کہ مجھے سیف اللہ کا لقب دیا گیا ہے۔ آپ نے جواب دیا ہاں۔ پھر خالدؓ نے جواب دیا کہ خدا کی شمشیر کیسے باطل ہو سکتی ہے۔ ابوبکر نے جواب دیا کہ نہیں ہو سکتی۔ خالدؓ نے کہا کہ اس میں میرا کیا قصور ہے۔ ان کی دلجوئی کی اور واپس لشکر میں بھیجدیا۔ مگر خالد اور عمر میں دشمنی قائم ہو گئی۔

ہمیں حمداللہ مستوفی کی یہ منطق سمجھ میں نہیں آئی کہ اس بیان سے کن کن بزرگان دین کی تنقیص

---

[1] تاریخ گزیدہ (طبع یورپ) صفحہ ۱۶۸ + لندن ۱۹۱۰ء

مدنظر ہے اور کس کی تکشیر جس کا کہیں بھی ثبوت نہیں ملتا۔ اس میں تو کلام نہیں کہ خالد بن ولید نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا نہ کسی رشوت بلال کا پتہ ملتا ہے نہ کہیں مالک بن نویرہ کی عمر بن الخطاب سے دوستی۔ بلکہ یوں تو جنگلوں میں ہوا ہے کہ خالد بن ولید نے کفار کو قتل کرنا چاہا ہے۔ تو کفار نے آگے سے بجائے مسلمان کہنے کے صابی کا لفظ استعمال کیا جس سے تشکیک بھی ہوتی ہے مزاح بھی سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ کیونکہ کفار عموماً مسلمانوں کو صابی کہتے تھے۔ اس نے کسی کا کوئی کلمہ امتیاز کسی کے لئے اختیار کرنا ہے۔ کوئی بعید نہیں وہ اسے صحیح سمجھ کر اس کے لیے اختیار کرے اور مخاطب کے لئے باعث استہزار ہو۔ اور ایسے واقعات کے بعد خالد کو فہمائش کی گئی ہے۔ اور یہ سب حضرت خالد کی حق پرستی اور لاعلمی پر مبنی ہے۔

اصل میں وجہ یہ تھی کہ خالد حساب کتاب باقاعدہ رکھنے کے عادی نہیں تھے جس کے لیے ان کو بارہا فہمائش بھی کی گئی لیکن انہوں نے کچھ توجہ بھی نہیں کی۔ وہ بھی راستی پر تھے کہ فتوحات میں ہمہ تن معروف ہوں یا حساب کتاب کریں۔ غرض کہ دونوں راستی پر تھے۔ بلکہ ایک دفعہ انہوں نے جواب دیا کہ جس طرح حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں کرتا آیا ہوں۔ ویسے ہی کروں گا۔ اس پر حضرت عمرؓ ناراض ہوئے۔ تحقیق کی تو بیت المال کا حساب رکھنا ضروری ہے اس لیے منظور ہے تو بہتر ورنہ آپ سپہ سالار نہیں رہ سکتے۔ آپ نے اسے منظور نہ کیا۔ اور آپ کو بجائے سپہ سالار کے ابو عبیدہؓ کے ماتحت کر دیا۔

اس کے علاوہ حضرت عمرؓ کو علم ہوا کہ انہوں نے کسی شاعر کو دس ہزار کی رقم انعام دیدی ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے ایک خط بنام ابو عبیدہؓ معزولی کے لیے اس بنا پر لکھا کہ رقم مذکور کو اگر اپنی گرہ سے دیا ہے تو اسراف ہے۔ اگر بیت المال سے دیا ہے تو خیانت ہے۔

قاصد نے وہ خط حضرت ابو عبیدہ کو دیا۔ وہ متحیر تھے کہ اس کے متعلق کس طرح عمل کیا جائے۔ ابو عبیدہ نے لوگوں کو جمع کیا اور آپ ایک منبر پر بیٹھ گئے۔ قاصد آپ کے پاس کھڑا

---

(۱) ... (۲)

تھا۔ کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ اے خالد! آپ اپنے مال کا جائزہ دیں۔ آپ نے جو دس ہزار کا عطیہ دیا ہے۔ کیا ٹھیک ہے؟

خالد بن ولید نے باوجود بار بار پوچھنے کے کچھ جواب نہ دیا۔ ابو عبیدہ بھی خاموش تھے۔ بلالؓ کھڑے ہوئے اور اُن کی طرف بڑھے۔ اور کہا کہ امیرالمومنین نے آپ کے متعلق ایسا ایسا حکم دیا ہے۔ پھر آپ کی ٹوپی کو اُتار لیا اور آپ کو آپ کا عمامہ اُتار کر باندھ دیا اور کہا کہ آپ مال کے متعلق ٹھیک ٹھیک جواب دیں؟

جرنیلِ اسلام جس نے اسلام کی خاطر اس قدر فتوحات کیں۔ اب مجمع کے سامنے خاموش مجرم کی حیثیت سے کھڑے ہیں۔ یہ ہے مساوات اسلام جس پر جتنا بھی ناز کیا سکے بجا ہے۔ تب خالدؓ نے جواب دیا کہ میں نے اپنی گرہ سے عطیہ دیا ہے۔ بلالؓ نے آپ کی ٹوپی کو سر پر رکھ دیا۔ جو کہ علامت سپہ سالاری تھی اور آپ کو کھول دیا۔ اور کہا کہ ہم پر خلیفہ کی اطاعت اور تابعداری واجب ہے۔ خالد متحیر کھڑے تھے کہ آیا وہ معزول ہیں؟ یا غیر معزول؟

اِس سلسلہ میں ایک اور روایت بھی ہے کہ آپ نے اپنی ہمشیرہ فاطمہؓ سے بھی مشورہ کیا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے جو اس وقت حارث بن ہشام کے ہاں تھیں۔ جب خالد نے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ تو اُس نے جواب دیا۔ بخدا عمرؓ تم سے کبھی بھی محبت نہیں کریں گے۔ تیرے نفس کو جھٹلانے سے بچانے کی خاطر تم کو الگ کر دیا ہے۔ اور خالدؓ نے کہا کہ تم سچ کہتی ہو اور جبین کو بوسہ دیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے اپنے امر کو پورا کر دیا ہے اور آپکے نفس کو جھٹلانے سے بچایا ہے۔

ابو عبیدہ خاموش تھے اور جرأت نہ تھی کہ آپ کی معزولی کی خبر کیسے سنائیں۔ تاہم اُن کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے نہایت نرمی سے سنایا کہ امیرالمومنین نے آپ کو مدینہ میں طلب فرمایا ہے۔ تو خالد وہاں سے مدینہ میں آئے اور اپنے عملہ کو تحمل

---

(۴) ابدا

وبردباری کا خطبہ دیا۔ اور حمص میں آکر بھی ایسا ہی کیا۔ حتّٰی کہ مدینہ میں حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لائے۔

جب آپ وہاں تشریف لائے۔ تو حضرت عمرؓ نے سوال کیا کہ آپ نے اتنی رقم کہاں سے لی ہے۔ خالدؓ نے جواب دیا کہ میرے قبضہ میں کچھ نہیں سوائے اس کے کہ جو آپ نے مجھے حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں عطا کیا ہے۔ اور جو کچھ آپ نے اپنے عہد میں دیا ہے۔ کل ساٹھ ہزار ہے۔ اگر اس سے زائد ہے تو آپ کی۔ جب شمار کیا گیا تو اسی ہزار نکلا۔ تو فرق بیت المال میں شامل کر دیا گیا۔ لیکن اب آپ یہ بھی چاہتے ہیں کہ سپہ سالار اسلام کی ویسی ہی عزت اور احترام باقی رہے۔ چنانچہ آپ نے تمام اطراف واکناف میں خطوط ارسال کر دیے۔ کہ خالدؓ کو میں نے معزول کر دیا ہے ظلم اور خیانت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیے ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ لوگوں کے راستہ سے شک کو دور کر دیا جائے۔ اور ترغیب ویقین دلایا جائے کہ تمام فتح ونصرت اسی خدائے واحد ذوالجلال کے ہاتھ میں ہے۔ جب خالدؓ مدینہ میں حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے تمثیلاً یہ شعر پڑھا ؎

صنعت فلم یصنع کصنعک صانع
وما یصنع الاقوام فاللہ یصنع

(تو نے وہ کارہائے نمایاں کیے جو دوسرے نہیں کر سکتے۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ لوگوں نے کیا کرنا ہے؟ در اصل جو کرتا ہے خدا کرتا ہے۔)

مختلف مسائل

کتب سیر سے ثابت ہے کہ حضرت بلال رض سے کم و بیش چالیس احادیث مروی ہیں اور ان سے بعض اہم مختلف مسائل مستنبط ہیں اور وہ محض حضرت بلال رض کی وجہ سے ظہور میں آئے۔ اگرچہ ان اوراق میں سب بیانات آپ کی ذات ستودہ سے وابستہ ہیں۔ مگر یہ ذیل کے چند امور بھی خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

مسح

آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خفین اور خمار پر مسح کرتے تھے[1]۔ ابی عبداللہ سے مروی ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف حضرت بلال رض سے سوال کرتے تھے کہ رسول کریم صلعم خفین پر کیسے مسح کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے قضائے حاجت سے فارغ ہوتے تھے پھر وضو کے برتن کے لیے کہتے تھے۔ منہ اور ہاتھ دھوتے اور آپ خفین اور عمامہ کی اوڑھنی پر مسح کرتے تھے۔

مسائل اوقاتِ نماز

ابن بریدہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں حضور صلعم کے پاس ایک شخص آیا اور اوقاتِ نماز کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے ہمراہ نماز ادا کرو ان شاء اللہ معلوم ہو جائے گا۔ پھر حضور صلعم نے بلال رض کو حکم دیا۔ انہوں نے اقامت کہی جب کہ فجر طلوع ہو چکی تھی۔ ظہر

---

[1] (۲۸) ص ۱۵۰ -

کی نماز کے لیے حضرت بلالؓ نے اقامت اُس وقت کہی جب سورج زوال میں آچکا تھا تو آپ نے ظہر کی نماز ادا کی پھر اقامت کہی تو عصر کی نماز ادا کی اور ابھی سورج سفیدی پر ہی تھا حضور صلعم نے مغرب کا حکم دیا جب کہ سورج غروب ہو گیا۔ پھر جب شفق غائب ہو گیا تو حضور صلعم نے عشا کا حکم دیا۔ اسی طرح دوبارہ ظہر کا حکم دیا جب کہ ٹھنڈک ہو چکی تھی۔ عصر کا حکم دیا پھر مغرب کے لیے آخر وقت تک شفق کے غائب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے تک تاخیر کی۔ اس کے بعد عشا کی جبکہ ایک تہائی رات جا چکی تھی۔ حضور صلعم نے اس کے بعد فرمایا وہ سائل کہاں ہے۔ وہ شخص حضور کے سامنے ہوا تو حضور صلعم نے فرمایا کہ اوقات نماز ان کے درمیان درمیان ہیں[1]۔

حضرت بلالؓ سے مروی ہے کہ طلوع سورج پر نماز جائز نہیں کیونکہ یہ شیطان کے دو قرنوں کے درمیان طلوع کرتا ہے۔

سخت گرمی میں ظہر کی نماز کی تاخیر کے متعلق ابی ذر کی حدیث ہے کہ حضور صلعم سفر میں ہوتے اور حضرت بلالؓ آپ کے ہمراہ ہوتے جب وہ نماز کا ارادہ کرتے تو حضور پھر فرماتے کہ ظہر میں ٹھنڈک کرو حتیٰ کہ سایہ زمین پر آپڑتا پھر کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ شدت حرارت جہنم کی کثرت میں سے ہے اس لیے نماز میں ٹھنڈک کرو[2]۔

مسائل روزہ

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور صلعم کے پاس ایک اعرابی آیا اور بیان کیا کہ میں نے ہلال دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے لاالہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ اُس نے کہا ہاں یا رسول اللہ حضورؐ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ لوگوں میں منادی کر دو تاکہ روزہ رکھیں یعنی اس کے لیے گواہ کا عاقل بالغ ہونے کے علاوہ مسلمان ہونا لازمی ہے[3]۔

سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلعم نے فرمایا ہے کہ علاوہ بلال کی اذان اور فجر منتشر

ے[1] (۲۸) ص۲۵ و ے[2] (۲۸) ص۲۳ و ے[3] ایضاً ص۴۲

کے اس فجر تک جو افق سے ملی ہو کھاؤ۔[۱]

حضرت عائشہ رضؓ اور دیگر جماعت صحابہ مع بلال رضؓ بیان کرتی ہیں حضور صلعم ماہ رمضان کے دس روزوں میں معتکف ہوتے اور فرماتے کہ لیلۃ القدر آخر رمضان کے دس ایام میں تلاش کرو۔[۲]

ایک اور جگہ بلال رضؓ سے مروی ہے کہ لیلۃ القدر حضور صلعم نے فرمایا چوبیسویں شب ہے۔[۳]

حضرت بلال اور ابو ہریرہ وغیرہ سے مروی ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ ماہ رمضان کے بعد افضل روزہ محرم اور فرض شدہ نماز سے بعد نماز رات بہتر ہے۔[۴]

بلال رضؓ سے مروی ہے حجامت کرنے والا اور کروانے والا روزہ نہ رکھیں۔ کیونکہ سنگی لگانے میں منہ کے ذریعہ خون کو کسی آلہ سے ایک مرکز پر لاکر نکالا جاتا ہے جس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اس لیے حکم دے دیا کہ دونوں روزہ ہی نہ رکھیں۔[۵]

سلام کہنا۔

عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ میں حضور صلعم کے ہمراہ مسجد قبا میں گیا آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ انصار آئے اور آپ کو سلام کہا۔ میں نے بلال رضؓ سے دریافت کیا کہ تم نے حضور صلعم کو کیسے سلام کا جواب دیتے دیکھا تو حضرت بلال رضؓ نے کہا اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے حالانکہ آپ نماز پڑھ رہے ہوتے۔[۶] مگر یہ معمول اخیر زمانہ تک نہیں رہا اور منسوخ ہو گیا تھا۔

سود

جب حضرت بلال رضؓ حضور صلعم کے پاس عمدہ کھجوریں لائے آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کہاں سے لائے حضرت بلال رضؓ نے کہا کہ ہمارے پاس خراب کھجوریں تھیں ان سے دو صاع وزن ایک صاع وزن کے بدلے فروخت کر دیں۔ آپ نے فرمایا افسوس یہ عین سود ہے یہ عین سود ہے مت کرو۔ لیکن جب تم خریدنے کا ارادہ کرو کھجوروں کو اخیر دام پر فروخت کرکے پھر اس سے خرید کرو۔[۷]

---

[۱] (۲۸) صفحہ ۸۸ ۔ [۲] ایضاً صفحہ ۹۸ [۳] (۳۵) ذکر بلال ۔ [۴] (۲۸) صفحہ ۵ ۔ [۵] (۳۵) [۶] (۱۲) صفحہ ۹ و (۲۸)۔ [۷] مشکوٰۃ مطبوعہ لاہور صفحہ ۲۸۱ صفحہ ۲۴۵

ایک اور حدیث حضرت بلالؓ سے بھی مروی ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ سونا سے سونا اسی مقدار میں، چاندی سے چاندی اسی مقدار میں، کھجوروں سے کھجوریں اسی تعداد میں، گندم سے گندم اسی قدر، جو سے جو اسی قدر جس نے زیادہ لیا یا زیادہ دیا تو اُس نے زیادہ فائدہ اُٹھایا۔ غرض کہ بیع وشرا ٹھیک ہونی چاہیئے[1]

آگ کا پکا ہوا کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

عبداللہ بن الحارث نے بہت سے امور بیان کیے اور کہا میں چھ سات روز ہوئے حضور صلعم کے ہمراہ ایک شخص کے گھر میں تھا۔ میں نے دیکھا بلالؓ آئے اور اُنہوں نے نماز کے لیے اذان دی حضورؐ نکلے ہم اس شخص کے ہمراہ گذرے اُس نے آگ پر ایک گوشت کا جوڑ رکھا تھا رسول خدا صلعم نے اُس کو کہا یہ جوڑ پک گیا ہے اُس نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں پک گیا ہے۔ پھر آپ نے اُس سے کچھ لیا اور آپ چباتے تھے یہاں تک کہ حضورؐ نماز میں مشغول ہو گئے اور ہم آپ کی طرف دیکھ رہے تھے[2]

تکمیل نماز

معاذ بن حدیج التجیبی روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول صلعم نے نماز پڑھی اور سلام پھیر لیا پھر لوٹے کیونکہ نماز سے ایک رکعت باقی رہ گئی تھی حضور کو ایک شخص ملا اُس نے کہا آپ نماز میں ایک رکعت چھوڑ گئے ہیں آپ واپس ہوتے اور مسجد میں داخل ہوئے حضرت بلالؓ کو اقامت کا حکم دیا پھر حضور صلعم نے لوگوں کو ایک رکعت پڑھائی۔ راوی کہتے ہیں کہ جب میں نے لوگوں کو یہ واقعہ بتایا تو اُنھوں نے سوال کیا کہ کیا تم اس کو جانتے ہو میں نے کہا نہیں میں نے دیکھا ضرور ہے میرا ہمراہ گذرا ہے لوگوں نے کہا وہ طلحہ بن عبداللہ ہیں[3]

سفر

صبح سفر کے متعلق آنحضرت صلعم فرماتے کہ فجر میں سفر کرو کیونکہ بہت بڑا اجر ہے۔

(صفحہ ۴۸ پر بھی دیکھیے)

---

[1] (۲۸) ص۱۴۲ ۔ [2] فتوح مصر مطبوعہ یورپ ص۳۰۳ ۔ [3] ایضاً ص۳۰۲ ۔

فضائلِ بلالؓ از آیاتِ قرآن

ویسے تو آیاتِ قرآنی کے متعلق اجماع ہو چکا ہے کہ ان کا استدلال عام ہے مگر ان کا نزول ضرور کسی خاص مواقع و اوقات پر ہوا ہے۔ چنانچہ جیسی ضرورت پیش آتی رہی ویسے ویسے ہی اللہ تعالیٰ آں حضرت صلعم پر آیات نازل کرتا رہا ہے۔ اس کو مفسرین نے آیاتِ قرآنی کا شانِ نزول کہا ہے۔ اور وہی بعد میں عام ہو گئیں۔ لیکن الیوم تک ان کا شانِ نزول وہی سمجھا جاتا ہے۔ جس سے فضیلتِ صحابہ یا اس واقعہ کی اہمیت مقصود ہے اور پھر عام امور میں ان کا استنباط ہونے لگا۔ جیسے قرآن میں غار کا واقعہ ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کو آں حضرت صلعم کے ہمراہ پیش آیا۔ اور ادھر اللہ تعالیٰ کا یہ آیت نازل کرنا جو عین واقع کے مطابق ہے:-

لا تحزن ان اللہ معنا۔ (توبہ ۴۰) غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے

دیکھ کر فوراً ابو بکر صدیق رضؓ کی شان یاد آتی ہے جس سے ان کی فضیلت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ ویسے آج اس کا مفہوم ہر امر میں لیا جاتا ہے۔ اصل میں ایک اور بھی بات ہے۔ کہ آں حضرت صلعم واقعات کے لحاظ سے منتظرِ وحی بھی رہتے تھے کہ بارگاہِ الٰہی سے فلاں امر کے متعلق کیا حکم نازل ہوتا ہے۔ چنانچہ بہت سی آیات نازل ہوئیں جن کو مفسرین ان کی تفسیر میں ان آیات کے متعلقہ اصحاب یا واقعات کے مطابق آسانی تفسیر کے لیے ان کا شانِ نزول تاریخی حیثیت سے بیان کرتے ہیں۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت بلالؓ بن رباح کو حضرت ابوبکرؓ نے امیہ بن خلف کے عذاب سے آزاد کیا اور اسلام کے نام پر آزاد کر دیا اور ادھر حضرت بلالؓ کا اپنے آپ کو بطیب خاطر اسلام کی صداقت کے بدلے خدا کی رضا کے سپرد کر دینا قرآن کریم کی اس آیت کے مطابق ہے۔

ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ (بقرہ ۲۰۷)

اور کوئی آدمی ہے کہ بیچتا ہے اپنی جان تلاش کرتا خوشی اللہ کی۔

حضرت ابن عباسؓ راس المفسرین فرماتے ہیں کہ یہ بلالؓ، صہیب وغیرہ کی شان میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے واقعی اسلام قبول کرنے سے پیشتر عذاب جھیلے۔

اسی طرح اور تمام مہتم بالشان واقعات و غزوات جن میں آں حضرت صلعم اور صحابہ رضہ شامل ہوئے وقتاً فوقتاً آیاتِ قرآنی نازل ہوئیں جن سے بطریقِ اولیٰ آپ کی فضیلت کا استدلال ہوسکتا ہے۔ چنانچہ بیہقی نے سعد بن الوقاص سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلعم کے ساتھ چھ آدمی تھے۔ مشرکین کہتے تھے کہ ہم آپ سے کسی طرح الگ ہو جائیں مگر الگ کرنے کی جرأت نہ رکھتے تھے۔ اور بیان کیا ہے میں عبداللہ بن مسعود، بلال ایک شخص بنی ہذیل میں سے دو شخص کے ہیں نام بھول گیا ہوں جن کی شان میں اللہ نے نازل کیا۔

ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ۔ (انعام ۱۵۲)

اور نہ ہانک اُن کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام چاہتے ہیں اُس کی رضا۔

ولقد فتنا بعضہم ببعض یقولون اھٰؤلاء من اللہ علیہم۔

اور بے شک آزمایا ہے ہم نے ایک کو ایک سے کہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا۔

خباب بن الارت سے روایت ہے کہ ابن حابس التیمی و عیینہ بن حصین نبی صلعم

---

۱ (۳۵) ص ۳۰۵

کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ کے ارد گرد بلال رض، صہیب رض و خباب رض ضعفا بیٹھے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا تو انہوں نے انہیں حقیر جانا۔ انہوں نے آپ کے پاس آکر تخلیہ کر لیا اور کہا ہم خواہش کرتے ہیں کہ آپ کے قرب میں آ جائیں کیونکہ عرب آپ کی فضیلت جانتے ہیں۔ اگر ان کے وفود آپ کے پاس آئیں تو ہم کو شرم آتی ہے کہ ان غلاموں کی صحبت میں آپ کو بیٹھا دیکھیں۔ اس لیے جب کبھی ہم آپ کے پاس آئیں تو ان کو ہم سے الگ کر دیا کریں۔ جب ہم چلے جایا کریں تو ان کو بٹھا لیا کریں۔ اگر آپ پسند فرمائیں۔ آپ نے جواب دیا منظور ہے۔ تو انہوں نے کہا آپ ہمیں اس کے لیے تحریر لکھ دیں۔ تب آپ نے حضرت علی رض کو لکھنے کے لیے بلایا۔ ہم اس وقت الگ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں جبریل ع اللہ تعالی کا یہ فرمان لے کر نازل ہوئے۔

ولا تطرد الذین ...... الآیہ — اور نہ ہانک اُن کو ....

واذا جاءك الذین یومنون تا — اور جب آئیں تیرے پاس ایمان والے ....

فقل سلام علیك کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ — سو کہو سلامتی ہو تم پر تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت لازم کر رکھی ہے

تو رسول اللہ صلعم نے فوراً اپنے ہاتھ سے صحیفہ کو پھینک دیا پھر ہم کو اپنے پاس بلایا اور ہم آئے تو فرمایا

سلام علیك کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ — سلامتی ہو تم پر تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت لازم کر رکھی ہے۔

اس روز ہم نے آپ کے قریب اور اپنے زانوؤں کو آپ کے زانوؤں پہ رکھا اور ہمارے ہمراہ بیٹھے تھے جب اُٹھنے کا ارادہ کیا تو ہم کو چھوڑ دیا۔ تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی:۔

واصبر نفسك مع الذین ..... — اور تھام رکھ آپ کو اُن کے ساتھ جو ....

تا امرہ فرطا۔ (سورہ کہف رکوع ۴) — اور اُس کا کام حد پر نہ رہنا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ نبی صلعم ہمارے ہمراہ مل کر بیٹھتے جب اُٹھنے کا وقت آتا تو ہم سے الگ ہو جاتے ورنہ ہم تمام وقت بیٹھے رہتے حتی کہ ہم خود ہی اُٹھتے۔

ا؎ (۳۵) ص ۳۶۔

فضائلِ بلال رضؓ

سرورِ کائنات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ کے رستہ میں اس قدر اذیتیں پہنچائی گئی ہیں کہ کسی کو بھی نہیں پہنچیں۔ اور میں اللہ کے رستہ میں اس قدر خائف رہا کہ کسی نے بھی اتنا خوف نہیں کیا۔ مجھ پر تین دن اور تین رات ایسے گذرے کہ میرے اور بلال رضؓ کے پاس کچھ بھی کھانے کو نہیں تھا کہ اسے کوئی جاندار کھا سکے۔ سوا اس کے کہ جو کچھ حضرت بلال رضؓ کی بغل میں پوشیدہ تھا۔ ترمذی میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے کہ جب آں حضرت صلعم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے نکلے تو بلال رضؓ آپ کے ہمراہ تھے اور بلال رضؓ کے ہمراہ محض جو کچھ کھانے کے لیے تھا وہ اسے اپنی بغل میں دبائے ہوئے تھے[۱]

ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلعم نے صبح کی نماز میں حضرت بلال رضؓ سے فرمایا اے بلال مجھے وہ عمل بتاؤ جو تم نے اسلام لانے کے بعد کیا ہو اور بہت نفع والا ہو کیونکہ میں نے آج رات (معراج) میں تیرے جوتے کی آواز کو اپنے آگے آگے سنا ہے۔ بلال رضؓ نے جواب دیا یا رسول اللہ میں نے اسلام لانے کے بعد زیادہ نفع دینے والا عمل یہی کیا ہے کہ جب میں دن یا رات کے وقت طہارت کرتا تو بالکل کامل کرتا اور جو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے نماز مقدر کی ہے اس طہارت سے پڑھتا۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ آپ آمین میں مجھ سے آگے نہیں رہتے یعنی آپ کی آمین کے ساتھ آمین کہتا ہوں۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ

۱؎ (۳۵) ص ۳۰۵/۲۰

اس کی وجہ یہ بیان کی کہ میں ہر وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہوں[1]۔

ابن سعدؒ نے اپنے طبقات میں خباب بن الارت کے تذکرہ میں شعبی سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس حضرت خباب آئے۔ آپ نے اُن کو اپنی مسند پر بٹھالیا اور فرمایا کہ کرۂ ارضی پر اس مسند کا کوئی زیادہ اہل نہیں ہے سوا اس کے کہ ایک شخص۔ حضرت خباب نے آپ سے دریافت کیا کہ وہ کون ہے یا امیر المومنین۔ آپ نے جواب دیا وہ بلالؓ ہیں پھر حضرت خباب نے کہا اے امیر المومنین وہ مجھ سے زیادہ حق نہیں رکھتے کیونکہ مشرکین میں بلال کے لیے تو وہ ذات بھی کم نہ تھی کہ اُن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اُن کی حفاظت کرتا تھا اور میرے لیے کوئی بھی نہیں تھا جو میری حفاظت کرتا۔ بے شک میں نے ایک روز دیکھا کہ لوگوں نے مجھے پکڑا میرے لیے آگ جلائی اور مجھے اُس میں پھینک دیا پھر ایک شخص نے میرے سینے پر اپنا پاؤں رکھا اور میں زمین کی ٹھنڈک تک کو بھی نہیں پا سکا کہ جس سے میں اپنی پیٹھ کو سہارا دیتا۔ پھر حضرت خباب نے اپنی پشت کو کھول کر دکھایا تو واقعی جلنے کی وجہ سے برص کی طرح تھی[2]۔

خباب بن الارت سے روایت ہے کہ ہم نے رسولِ خدا صلعم سے اپنی تکلیف کی شکایت کی۔ آپ کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے ہم نے کہا جن میں حضرت بلالؓ بھی غالباً شامل تھے کہ حضور آپ ہماری مدد کیوں نہیں کرتے۔ حضور صلعم اُٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ کا چہرہ مبارک سُرخ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے جو دیندار لوگ تھے اُن کی یہ حالت تھی کہ اُن میں سے ایک شخص کو پکڑ کر زمین کھود کر گاڑ دیتے تھے۔ پھر آرہ لا کر اُس کے سر پر رکھ دیا جاتا تھا اور یہ تکلیف بھی اُس کو اُس کے صحیح دین سے پھیر نہیں سکتی تھی۔ اور کسی شخص کا گوشت لوہے کی کنگھیوں سے چھیل ڈالا جاتا تھا اور وہ کنگھیاں اُس کی ہڈیوں اور پٹھوں تک پہنچ جاتی تھیں۔ پھر بھی وہ اپنے دین سے نہیں

ع[1] (۲۰) ط[2] (۱۴) ص ۱۱۷/۳ د

پھرتا تھا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس دین کو کامل کرے گا یہاں تک کہ ایک سوار حضرموت تک جائے گا اور سوا خدا کے کسی کا خوف نہ رکھے گا۔ بھیڑ بکریوں کی چرواہی کرے گا۔ مگر تم عجلت کرتے ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور حضور صلعم کے فرمانے کے مطابق ایسا ہی قلیل مدت میں ہوا[1]۔

ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ میں حضور صلعم کے ہمراہ تھا جب کہ حضور جعرانہ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان ٹھیرے ہوئے تھے۔ حضور صلعم کے ہمراہ بلال بھی تھے۔ ایک اعرابی حضور صلعم کے پاس آیا اُس نے کہا جو آپ نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا اُس کو پورا کیجیے۔ حضور صلعم نے فرمایا خوشخبری ہو۔ اعرابی نے کہا البشر (خوشخبری) سے بھی کچھ زیادہ ہے۔ پھر حضور صلعم ابو موسیٰؓ اور بلالؓ کی طرف غضب کی نگاہ سے متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اس شخص نے بشارت کو رد کر دیا ہے۔ دونوں نے متوجہ ہو کر کہا یا رسول اللہ ہم نے قبول کیا۔ پھر حضور صلعم نے ایک پیالہ منگوایا جس میں پانی تھا۔ اس میں ہاتھ اور چہرہ مبارک دھوئے اس میں کلی کی پھر حضور صلعم نے ان دونوں سے کہا اس میں سے پی لو اور اپنے سینوں پر پانی ڈالو تمہارے لیے بشارت ہے۔ پھر اُنھوں نے اس قدح کو لیا اور ایسا ہی کیا جیسا کہ حضور صلعم نے اُن سے کہا تھا۔ ام سلمہؓ نے پردے کے پیچھے سے آواز دی اپنی ماں (اپنی طرف اشارہ ہے) کے لیے بھی بچاؤ۔ جو کچھ تمہارے برتنوں میں ہے پھر اُنھوں نے کچھ حصہ پانی کا بچا لیا[2]۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے حضور صلعم نے ابوبکر سے فرمایا کہ آپ کے پاس ان چیزوں سے زیادہ عمدہ کوئی چیز نہ تھی جس کو آپ نے مجھے دے دیا۔ میرا مؤذن حضرت بلالؓ اور میری ناقہ جس پر میں نے اور آپ کی لڑکی عائشہ نے ہجرت کی گویا آپ کو میں جنت کے دروازہ پر دیکھتا ہوں کہ آپ میری اُمت کی شفاعت فرما رہے ہیں[3]۔

یہ مسلم امر ہے کہ حضرت بلالؓ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مؤذن تو

ملہ (۱۵) تذکرہ حضرت خباب۔ ۲ ۔ (۲۶) صـ ۲۵۹/۲ ۔ د ۳ ۔ (۲۲) صـ ۳۴/۲ +

عرفِ عام میں تھے مگر دراصل حضور صلعم کے خرچ اخراجات کے امین سے بھی زیادہ بلکہ رازدان تھے۔ عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور صلعم تشریف لائے اور میرے ہمراہ میرے لحاف میں داخل ہو گئے۔ پھر کہا مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اپنے رب کی عبادت کروں چنانچہ آپ کھڑے ہو گئے اور وضو کر کے نماز قائم کی۔ آپ روئے یہاں تک کہ آپ کے اشک مبارک آپ کے سینے مبارک پر بہتے تھے۔ پھر رکوع کیا سجدہ کیا سر اٹھایا پھر روئے اور برابر اسی حالت میں تھے کہ اتنے میں حضرت بلال رض نمازِ صبح کی اذان کے لیے تشریف لے آئے۔ حضرت عائشہ رض کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کو کون سی شئے اشک بار کرتی ہے جب کہ بلاشبہ آپ کے گذشتہ اور مابعد کے تمام گناہ بخشے جا چکے ہیں۔ پھر حضور صلعم نے فرمایا کہ میں بندہ شکر گذار کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:۔

ان فی خلق السمٰوٰت والارض	بے شک زمین و آسمان کے پیدا کرنے اور
واختلاف الیل والنہار لاٰیات	رات دن کے اختلاف میں البتہ عقلمندوں کے
الاولی لالباب.........فقنا	لیے نشانیاں ہیں .... پس ہم کو
عذاب النار۔ (آل عمران ۱۹۰-۱۹۱)	دوزخ کے عذاب سے بچا۔

حضرت بلال رض فرماتے ہیں کہ حضور صلعم نے فرمایا ہے کہ تم پر رات کا قیام واجب ہے کیونکہ صالحین کی حضور صلعم سے پہلے یہ عادت تھی۔ اور قیام لیل اللہ کے لیے قربت کا باعث ہے گناہوں سے روکتا ہے، برائیوں کو کاٹنے والا ہے اور بدن کو بیماری سے پاک کرنے والا ہے یہ دراصل سب نماز تہجد کی فضیلت میں ہے [۱]

فضل السودان!

ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ سودان کو پکڑ لو اتخذوا کیونکہ تین ان میں سے سردار اہلِ جنت ہیں۔ نعمان الحکیم، النجاشی، بلال مؤذن [۲]

---

۱ (۲۲) ص ۲۶۵-۲۶۶/۳ و (۲۸) ص ۱۹۴/۱ ، ۲ مجمع الزوائد منبع الفوائد ص ۲۳۵/۴ +

شیر اور بلال رضؓ

انس بن مالک رضؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلعم نے ایک شخص کو اپنے صحابہ میں سے جسے سفینہؓ[1] کہتے تھے معاذ بن جبل رضؓ یمن کے حاکم کے پاس ایک خط دے کر ارسال کیا جب وہ رستہ میں آئے تو درمیان سڑک کے ایک شیر بیٹھا تھا۔ خوف زدہ ہو گئے کہ یہ شیر حملہ آور ہو گا اس کی طرف کھڑے ہو کر کہا کہ میں رسول اللہ صلعم کی طرف سے معاذ بن جبل کی طرف جا رہا ہوں اور یہ حضور صلعم کا خط ان کے نام ہے شیر کھڑا ہو گیا غراتا ہوا دبے پاؤں چلا پھر ہمہم کیا پھر چیخا اور رستہ سے ایک طرف ہو گیا۔ وہ قاصد معاذ رضؓ کی طرف خط لے کر چلا گیا۔ جب وہ جواب لے کر واپس لوٹا اور وہ شیر اسی طرح رستہ میں بیٹھا تھا پھر خوف زدہ ہوئے کہ کہیں حملہ آور ہو اور پھر کہا کہ اے شیر! میں رسول اللہ کی خدمت میں حضرت معاذ رضؓ سے واپس آ کر جا رہا ہوں اور یہ حضور رسول اللہ علیہ وسلم کے خط کا جواب ہے جو حضرت معاذ کی جانب سے حضور صلعم کے نام ہے۔ چنانچہ شیر کھڑا ہو گیا چیخا اور ہمہم کیا پھر رستہ سے ایک طرف ہو گیا جب وہ صحابی حضور صلعم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور صلعم کو تمام ماجرا بیان کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اس شیر نے اول مرتبہ کیا کہا یعنی وہ شیر کہتا تھا کہ ابوبکر رضؓ، عمر رضؓ، عثمان رضؓ اور علی رضؓ کیسے ہیں اور واپسی میں کہتا تھا کہ میری طرف سے ابوبکر رضؓ، عمر رضؓ، عثمان رضؓ، علی رضؓ، سلمان رضؓ، صہیب رضؓ اور بلال رضؓ کو سلام عرض کرنا[2]

[1] اسد الغابہ میں سفینہ کو حضور کا غلام بیان کیا ہے اور اُن کے اصلی نام میں اختلاف ہے۔ آپ کی شیر سے ملاقات کا بھی ذکر ہے اور حضرت بلال کا ذکر ہے۔۔۔

[2] (۳۵) صفحہ ۳۱۴ ۔۔

وفاتِ بلالؓ

"کل نفس ذائقۃ الموت" (عمران ۱۸۵)

تمام صحابہ رسول اللہ صلعم ذیل کی آیت پر ایمان رکھتے ہوئے اسلام کی خاطر سر بکف پھرتے تھے۔

نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ (ق ۱۶)

ہم انسان سے اس شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اس کے مطابق اللہ تعالےٰ کو حاضر و ناظر یقین کرتے تھے۔ اور تمام جبار و قہار زمانہ کے سامنے بے باکانہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے حق کا اعلان کرتے تھے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن زمین کو مٹھی میں لے گا اور آسمان کو داہنے ہاتھ میں لپیٹے گا:۔

انا الملک این ملوک الارض

یا انا الملک این جبارون این المتکبرون یا انا اللہ انا الملک لمن الملک الیوم۔

میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں زمین کے فرمانروا (یا) میں ہوں بادشاہ کہاں ہیں جبار۔ کہاں ہیں متکبر (یا) میں اللہ ہوں اور میں ہی بادشاہ ہوں آج کس کی حکومت ہے؟

اور خود ہی جواب دے گا:۔

لله الواحد القهار (ابراہیم ۴۸) اللہ اکیلے قہار کے لیے ہے۔

صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنہوں نے اس شمع ہدایت سے تعلیم پائی جس کے قبضہ میں قادر مطلق نے دونوں جہان کو دے دیا تھا پھر بھی اس ظاہری جاہ و جلال و حشمت کو ہیچ و فانی خیال کرتے۔ غرض کہ اپنے آپ کو مصداق آیہ کریمہ رکھتے۔

محیای و مماتی لله رب العالمین (انعام ۱۶۲) میری زندگی اور موت اللہ کے لیے ہے

ہمارے سردار بلال حبشی رض جنہوں نے عجیب عجیب بوالعجبیاں اپنی زندگی میں دکھائیں کبھی تو قریش کی بکریوں کے راعی کبھی کاشانہ نبوت کے مدار المہام، کبھی شاہ کونین کے رفیق سفر و حضر، کبھی شاہ قسطنطین کے دربار میں نیابت اسلام ہو رہی ہے، قصہ مختصر! یہ سب اسلام کی امتیازی اور خصوصی برکتوں کا نتیجہ تھا جن کے متعلق علامہ اقبال کہتے ہیں :-

چمک اٹھا جو ستارہ تیرے مقدر کا
حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی ہے اس سے تیرے غمکدے کی آبادی
تری غلامی پہ صدقے ہزار آزادی

آں حضرت صلعم کا دنیا سے روپوش ہونا آپ کے صحابہ کے لیے قیامت کبریٰ تھی۔ حضرت بلال رض نے تو شعار اسلام جہاد فی سبیل اللہ کی ادائیگی پر کمر باندھ لی اور دمشق کا راستہ لیا ؎

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا تیرا
خوشا وہ روز کہ دیدار عام تھا تیرا

غرض کہ آپ نے اپنے مقاصد حقہ میں کامیاب ہو کر سنہ ۲۰ ہجری کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا لله وانا الیه راجعون۔ مگر تاریخ میں کچھ اختلاف ہے۔ روایات

سے ۱۷ ہجری سے لے کر ۲۱ ہجری تک پتہ ملتا ہے۔ مگر ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ واقعات کے لحاظ سے کون سی صحیح ہے۔ ابن حجر نے ابن بکیر سے نقل کیا ہے کہ آپ کا انتقال طاعون عمواس میں ہوا۔ یہ طاعون ایک قہرالٰہی تھا اور اسلام کی بڑی بڑی ہستیاں اس میں پیوند خاک ہوگئیں۔ اس کا آغاز ۱۷ھ ہجری اخیر سے ہوا۔ اور ۱۸ھ ہجری میں طاعون بہت زور پر تھی۔ اور کثرت اموات کے غلبہ کی وجہ سے بعض راویوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ آپ کا طاعون میں انتقال ہوا۔ حالانکہ آپ جنگ قیساریہ میں جو ۱۹ھ ہجری کو ہوئی موجود تھے آپ کو شاہ قسطنطین کے پاس قاصد اسلام بناکر ارسال کیا گیا تھا۔ بادشاہ نے آپ کو ایک حبشی دیکھ کر واپس کردینا چاہا اور آپ نے کہا کہ میں مؤذن رسول اللہ ہوں۔ یہ بہت بڑا تاریخی واقعہ ہے۔ آپ نے سفارت اسلام کی خدمات انجام دی تھیں۔ اور یقیناً اس جنگ کے بعد ہی آپ کا انتقال ہوا ہے۔ اور کثرت اسی پر ہے کہ آپ کا انتقال ۲۰ھ ہجری کو ہوا[1]۔ اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ یہی اول مؤذن اسلام بلال رضؓ کی وفات کا سال ہے جس نے اپنے نغمۂ توحید سے حجاز کی چوٹیوں سے کل عالم میں اسلام کی روح پھونک دی ہے

ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز
صدیوں سے سن رہا ہے جسے گوش چرخ پیر

علامہ شبلی نے آپ کی وفات کو اس طرح اشعار میں ظاہر کیا ہے کیونکہ حضرت عمر رضؓ آپ کو اپنے آقا کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ہے

عہد فاروق رضؓ میں جس دن کہ ہوئی اُن کی وفات
یہ کہا حضرتِ فاروق رضؓ نے با دیدۂ تر
اُٹھ گیا آج زمانہ سے ہمارا آقا
اُٹھ گیا آج نقیبِ حشمِ پیغمبر[2]

---

[1] (۱۴) و (۳۵)

جب آپ کی موت قریب تھی تو آپ کی بیوی آپ سے کہتی تھی :-

تقول واحسرتاہ ویقول	کہتی تھی افسوس افسوس۔ آپ کہتے تھے کیا
واطرباہ غدًا نلقی احبہ محمدؐ	خوشی کا مقام ہے کل ہم اپنے دوستوں محمدؐ اور
ومن حبب بہ	آپ کی جماعت سے ملاقات کریں گے۔

اسی سال ۱۸ھ ہجری اور بہت سے جلیل القدر صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ مثلاً :-

ابی عبیدہ بن جراح۔ سعد بن عبادہ۔ عتبہ بن غزوان۔ معاذ بن جبل الانصاری۔ شرجیل بن حسنہ۔ ابی ابن کعب انصاری۔ ام المومنین زینب حجش۔ خالد بن ولید اور علا بن الحضرمی رضی اللہ عنہم۔

عمر

عام اقوال ملتے ہیں کہ آپ بوقت انتقال حضرت ابو بکرؓ کے ہم عمر تھے بعض نے کہا ۶۳ یا ۶۷ یا ۷۰ سال کی عمر تھی۔ یہاں پر ہمیں خیر الامور اوسا طہا والا مسلک اختیار کرنا چاہیے یعنی آپ کی عمر ۶۳ قرار دینی چاہیے جس پر زیادہ اتفاق ہے۔ اس میں ایک فضیلت بھی مدنظر ہے۔ کہ آں حضرت صلعم۔ ابو بکرؓ اور عمرؓ کا انتقال ۶۳ سال کی عمر میں ہوا۔ اس لیے ہم اُن کو بھی اسی ضمن میں بطریق اولیٰ شامل کرتے ہیں۔ بلکہ اس کی تائید علامہ حافظ ابن عبد اللہ نے استیعاب میں کی ہے[1]

مدفن

احادیث میں آتا ہے کہ مردہ اسی زمین میں دفن کیا جاتا ہے۔ جہاں کی مٹی سے پیدا ہوتا ہے۔ ترمذی میں روایت ہے۔

اذا قضی اللہ لعبد ان یموت	جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے لیے فیصلہ

---

[1] (۱۴) و (۳۵)

بارض جعل لهٗ الیها حاجۃ — کر دیتا ہے کہ فلاں زمین میں مرے تو اُسے وہاں کوئی امر پیش آجاتا ہے۔

جیسا کہ شاعر بھی کہتا ہے:[۱]

اذا ما حمام المرء کان ببلدۃ

دعتہ الیها حاجۃ فیطیرُ

یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ حضرت بلال رضؓ کو شوق جہاد فی سبیل اللہ دامن گیر تھا۔ جو دمشق کی جانب ہجرت کا باعث ہوا۔ اور وہیں کی مٹی آپ کی قسمت میں تھی۔ خدا کی شان ہے مولد حبشہ۔ منشاء حجاز۔ اور مدفن دمشق۔ یہ سب توفیقیں اُس ذات پاک کی ہیں۔

دیلمی نے[۲] مرفوعاً نقل کیا ہے کہ ہر ہر بچے کی ناف پر قدرۃً اُس کی قبر کی مٹی ڈالی جاتی ہے جب وہ مرتا ہے تو اُس کو قضاً اُسی طرف لے جاتی ہے۔ اسی وجہ سے ابو عاصم نے بیان کیا ہے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے لیے کوئی اور فضیلت نہیں جانتے سوا اس کے کہ اُن کی خاک طینت رسول صلعم سے تھی۔ غرض کہ آپ تینوں کو ایک ہی مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو بھی اسی طینت سے پیدا کیا گیا ہے۔ کیونکہ اخیر زمانہ میں مدینہ میں نازل ہوں گے اور وہیں دفن ہونگے۔

و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ — یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے جسے چاہتا دیتا ہے۔

چنانچہ قیامت کے دن زمین بھی کہے گی:-

هٰذا ما استودعتنی بها۔ — اے اللہ یہ وہ امانتیں ہیں جو تو نے میرے سپرد کی تھیں۔

ان امور کو مدنظر رکھ کر چاہیے کہ جب آدمی سفر کرے تو نفع نقصان کی وصیت کر جائے کیونکہ انسان کو معلوم نہیں کہ واپس بھی آنا ہے کہ نہیں۔

ترجمہ: ۱؎ "جب کسی شخص کی موت کسی دوسرے شہر میں مقدر ہوتی ہے۔ تو اُسے وہاں جانے کیلئے کوئی حاجت پیش آجاتی ہے۔ چنانچہ وُہ اُڑ کر وہاں پہنچتا ہے۔" ۲؎ مسند امام دیلمی

اِس وقت ہمارے پیشِ نظر مدفن بلال رضؓ ہے اور روایات مختلف ہیں مثلاً دمشق ۔ حلب ۔ داریا وغیرہ ۔ مگر مذکورہ بالا روایات سے تو یہی ہونا چاہیے کہ جہاں کا اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے فیصلہ کر دیا ہے ۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ کا انتقال حلب میں ہوا اور باب الاربعین میں دفن ہوئے ۔ بعض نے کہا آپ کی قبر داریا قریہ دمشق کے مقبرہ خولان میں ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ حلب میں وفات پائی اور دمشق میں لاکر دفن کیے گئے ۔ لیکن باوجود ان سب کے ابن جبیر ۔ یاقوت حموی ۔ ابن بطوطہ سب متفق ہیں کہ آپ کا مدفن دمشق میں باب الجابیہ اور باب الصغیر کے مابین قبرستان میں ہے جہاں اَور صحابہ رسول اللہ صلعم اور تابعین رضوان اللہ کے مزارات ہیں ۔ مثلاً ام حبیبہ بنت ابی سفیان ام المؤمنین زوجۂ رسول اللہ صلعم ۔ اُن کے بھائی معاویہ رضؓ واویسؒ قرنی اور کعب الاحبار رضؓ ابولھب بن جراح کی قبریں ہیں[1] ۔ بلکہ اس مقدس جگہ کے لیے یوں نقل ہے کہ یہ جگہ مستجاب الدعوات ہے ۔

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا تیرا
خوشا وہ روز کہ دیدارِ عام تھا تیرا

مزار

ابن خلکان نے ابن عُنین کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ میں نے دمشق میں اول قبر بلال رضؓ مؤذن رسول اللہ صلعم کی باب الصغیر کے پاس زیارت کی ۔ جب اس تربت سے نکلا تو دروازہ پر قبر کبیر کو پایا ۔ مجھے کہا گیا کہ یہ قبر ابن عینی کی ہے" ۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے مزار نے ضرور کوئی چار دیواری کی صورت اختیار کی ہوئی ہوگی[2] ۔

مصنف جوامع التواریخ لکھتا ہے کہ جب صاحب قران امیر تیمور گرگانی نے ۸۰۳ھ مطابق ۱۴۰۰ء ہجری میں دمشق کو فتح کیا وہاں تشریف لائے تو ہزارہا بزرگان[3]

ع[1] (۱۴) صـ ۱۷/۲/۳ (۱۱) و (۱۲) و (۵۲ ۱) و (۱۵۳) (۴۹) والروضۃ البہیہ فی فضائل دمشق المحیہ صـ ۷۶
ع[2] (۳۳) صـ ۲۷/۲ ع[3] (۳۴) صـ ۵۴۷

دین کی قبریں ویران اور بُری حالت میں پیوندِ خاک ہو رہی تھیں۔ ان کو دیکھ کر بہت متعجب ہوئے۔ تو آپ نے چیدہ چیدہ مثلاً ام سلمہؓ، ام حبیبہؓ اور حضرت بلال رضؓ کی قبروں پر قبہ بنوانے کا حکم دیا۔ اور وہی قبہ آج تک چلا آ رہا ہے۔ جس کی بعد میں مرمت وغیرہ بھی ہوئی ہو تو تعجب نہیں۔ اور زائرین کے لیے ایک نشان عبرت رہ گیا ہے۔

راقم کی عرصہ سے بہت بڑی خواہش تھی کہ کسی طرح زیارت قبر بلالؓ سے مشرف ہوں چنانچہ اول مرتبہ ماہ مارچ ۱۹۵۷ء کی اخیر تاریخوں میں یہ سعادت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد فوراً اسی سال فریضۂ حج سے بھی سبک دوش ہوا۔ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوا۔ بعض دیگر ممالک اسلامیہ کا بھی سفر کیا۔

میں نے نومبر ۱۹۵۹ء میں پھر ایک بار اسی طرح زیارتِ قبر اور عمرۂ بیت اللہ شریف وزیارت مدینہ منورہ کی سعادت حاصل کی۔ غرض کہ جہاں حضرت بلال رضؓ کی ملک دمشق میں قبر ہے بہت ہی طویل وعریض قبرستان باب الصغیر میں ہے۔ جہاں جانے کے لیے زائر کو ستاغیہ مسجد سے گذر کر چھتہ بازار سے نکل کر پولیس سٹیشن پہنچنا ہوگا جسے کرکول شیخ حسن بھی کہتے ہیں۔ جن کے دائیں جانب باب الصغیر کا قبرستان ہے جہاں حضرت بلال رضؓ کی قبر ہے۔

یہ ایک گنبد دار عمارت ہے جو دور سے نظر آتی ہے اور آج بہت زیادہ دیگر قبور سے اوجھل ہوگئی ہے۔ بہرحال اس میں قبر کے تعویذ کا ایک فوٹو یہاں شائع کیا جاتا ہے جسے میرے دوست جناب عمر بہار الامیری نے عطا کیا تھا۔ جو آج سے چند سال قبل یہاں پاکستان میں سفیر ملک شام تھے۔

ویسے ابن شداد متوفی ۶۸۰ھ نے اپنی تاریخ دمشق میں مسجد سکینہ یعنی صاحبزادی حضرت امام حسین کی مسجد کے قریب حضرت بلال رضؓ کی قبر کا ذکر کیا ہے۔[1]

---

[1] (۹/۴) حصہ ۳ د (۵۰) ص ۱۳۵/۲

مساواتِ اسلامی

از

(شبلی نعمانی)

بارگاہِ نبوی کے جو مؤذن تھے بلال رضؓ ‏— کرچکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر

جب یہ چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں — جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر

ہوں غلام ابنِ غلام اور ہوں حبشی زادہ — یہ بھی سن لو کہ مرے پاس نہیں دولت و زر

ان فضائل پہ مجھے خواہشِ تزویج بھی ہے — ہے کوئی جس کو نہ ہو میری قرابت سے حذر؟

گردنیں جھک کے یہ کہتی تھیں کہ دل سے منظور! — جس طرف اس حبشی زادہ کی اٹھتی تھی نظر!

عہدِ فاروق میں جس دن کہ ہوئی ان کی وفات — یہ کہا حضرتِ فاروقؓ نے با دیدۂ تر

اٹھ گیا آج زمانے سے ہمارا آقا! — اٹھ گیا آج نقیبِ حشمِ پیغمبر!

اس مساوات پہ ہے معشرِ اسلام کو ناز
نہ کہ یورپ کی مساوات کہ ظلم اکبر

حضرت بلالؓ

اور

ڈاکٹر اقبالؒ

چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا — حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا

ہوئی ہے اس سے ترے غمکدے کی آبادی — تری غلامی پہ صدقے ہزار آزادی

وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لیے — کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لیے

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں — ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

ستم ہے شوق کی آتش کو مثل موج ہوا
خدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا

نظر تھی مثل سلیمانؓ ادا شناس تیری — شراب دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تیری

تجھے نظارے کا مثل کلیم سودا تھا — اویس طاقت دیدار کو ترستا تھا

مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا — تیرے لیے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا

تیری نظر کو رہی دید میں بھی حسرت دید
خنک دلے کہ تپید و دمے نیاسائید

تیرے نصیب کا آخر چمک گیا اختر — علیؓ کے سینے میں جو راز تھا کھلا تجھ پر

گری وہ برق تری جان ناشکیبا پر — کہ خندہ زن تیری ظلمت تھی دست موسیٰ پر

تپش ز شعلہ گرفتند و بر دل تو زدند
چہ برق جلوہ بخاشاک حاصل تو زدند

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری — کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

نماز عشق حسین حجاز ہے گویا — یہی نماز خدا کی نماز ہے گویا

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی — نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا تیرا
خوشا وہ روز کہ دیدار عام تھا تیرا

۱؎ حضرت سلیمان فارسی رضؓ۔

۲؎ حضرت اویس قرنی رضؓ۔

حضرت بلالِ حبشیؓ

(ڈاکٹر محمد اقبالؒ)

لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے
اہلِ قلم میں جس کا بہت احترام تھا
جولانگہ سکندرِ رومی تھا ایشیا
گردوں سے بھی بلند تر اس کا مقام تھا
تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے
دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے، خام تھا
دنیا کے اس شہنشہ انجم سپاہ کو
حیرت سے دیکھتا فلکِ نیل فام تھا

آج ایشیا میں اُس کو کوئی جانتا نہیں
تاریخ داں بھی اسے پہچانتا نہیں

لیکن بلالؓ وہ حبشی زادۂ حقیر
فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر
جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلالؓ
محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر
ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط
کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر
ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز
صدیوں سے سُن رہا ہے جسے گوشِ چرخِ پیر

اقبال! کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے
رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

استدراک

بعض محدثین، مؤرخین اور اصحاب سیر نے آنحضرت صلعم کے ابتدائی حالات قبل شادی جبکہ آپ کی عمر ۹۔ ۱۲ سال کے درمیان تھی اور آپ کے چچا ابو طالب نگران تھے، لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ابو طالب قریش کے قافلہ کے ہمراہ تجارت کے لئے ملک شام جانے لگے تو حضور صلعم آپ سے لپٹ گئے جس پر ابو طالب کو ترس آ گیا آپ کو ہمراہ لے گئے۔ وہاں مقام بُصریٰ پر فروکش ہوئے۔ ایک نصرانی راہب بحیرا وہاں اپنی خانقاہ (صومعہ) میں رہتا تھا اس نے دیکھ لیا تھا کہ ایک بدلی آپ پر سایہ افگن چلی آ رہی ہے آخر یہ قافلہ وہاں درخت کے سایہ میں اترا۔ اس بحیرا نے ابو طالب سے حالات دریافت کئے اور آپ کی مہر نبوت کا بھی دو شانوں کے درمیان مشاہدہ کیا جب اس نے یہ تمام نشانیاں اپنی کتاب کے مطابق پائیں تو اسے یقین ہو گیا کہ یہی نبی موعود ہے۔ تو اس نے ابو طالب کو ہدایت کی کہ اس بچہ کو فوراً واپس لے جاؤ۔ یہودیوں سے محفوظ رکھنا۔ آپ کے چچا نے یہیں سے آپ کو مکہ واپس کر دیا اور واپسی کے لئے ابو بکر نے بلال کو آپ کے ہمراہ خدمت کے لئے کر دیا[۱] اور اسی راہب نے بطور زاد راہ کچھ بسکٹ اور زیتون عطا کیا۔ ابن ہشام نے بحیرا کے اس واقعہ کو ذرا تفصیل سے لکھا ہے مگر اس کے آخیر حصہ جسے یہاں تاریخ طبری سے نقل کیا گیا ہے کہ ابو بکر نے بلال کو ہمراہ کر دیا، بیان نہیں کیا[۲]۔ امام سہیلی نے روض الانف میں امام ترمذی کی اس حدیث کو جس میں حضرت ابو بکر اور بلال کا ذکر ہے حسن غریب کہا ہے[۳] بلکہ ابن قیم نے زاد المعاد میں اسے صریح غلطی تصور کیا ہے[۴] کیونکہ اس سفر میں ان لوگوں کا تصور بھی بظاہر ناممکن نظر آتا ہے جو اس وقت حضور سے بھی کم عمر تھے اگرچہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابتدا میں تجارت کے ضمن میں ملک شام و یمن بلال کو تجارت لے جاتے[۵] بہرحال حضرت بلال رض کا اس طرح ذکر بھی آپ کی فضیلت پر ضرور دلالت کرتا ہے کہ آپ ہمیشہ ابتداء ہی آخیر تک حضور صلعم کے رفیق حیات اہل صفہ سے تھے[۶] اسی لئے حضرت عمر رض آپ کی شان میں کہتے تھے

"ابو بکر ہمارے سردار ہیں انہوں نے ہمارے سردار یعنی بلال کو آزاد کیا"

بروایت انس بن مالک رض، بلال رض اذان سے پیشتر یہ شعر پڑھا کرتے تھے

مالِ بلالاً ثکلتہ اُمُّہٗ	وابتل من نضح دمٍ جبینہ
بلال کو اس کی ماں روئے	خون بہنے سے اس کی پیشانی تر ہو جائے

---

۱ (۱۷) ص ۱۱۲۶/۱ و (۵۸) ص ۲۵۲-۲۶۸ ۲ (۱) ص ۱۱۵-۱۱۸ و (۲) ص ۱۹۱-۲۰۰ ۳ (۳) ص ۱۱۸-۱۲۰ و ۴ (۲۶) ص ۱/۱۷ و ۵ (۵۸) ایضاً ۶ (۵۷) ص ۳۴۹/۱ و ص ۷-۸ (۱۴) ص ۱۶۵-۱۷۰ ۲/۳

دیگر مطبوعات مصنفہ و مؤلفہ ڈاکٹر محمد عبد اللہ چغتائی

کتاب خانہ نورس کبیر سٹریٹ لاہور

کتاب	قیمت
۱ تاج محل آگرہ۔ فن تعمیر اسلامی ہند کا مکمل محققانہ مطالعہ جس میں سب پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے قریب ۲۵۰ صفحات و قریب ۷۵ تصاویر با اعلےٰ طباعت و جلد	۱۷-۵۰
۲ تاج محل کی تفصیل (انگریزی)	۰-۷۵
۳ لاہور کی کہانی آثار کی زبانی (اعلیٰ طباعت ٹائپ)	۰-۷۵
۴ مغربی فن کی مختصر تاریخ (اعلیٰ طباعت ٹائپ)	۲-۰
۵ فنون لطیفہ بعہد اورنگ زیب عالمگیر	۲-۰
۶ علم پروری و ہنر وری علم و فن کی سرپرستی	۱-۵۰
۷ حالات ہنروراں (فارسی) تذکرہ خطاطاں و نقاشاں	۱-۵۰
۸ ریحان نستعلیق (فارسی) فن خطاطی و خطاطاں	۱-۰
۹ جہانگیر کا ذوق مصوری	۱-۰
۱۰ پنجاب میں مصوری کے سو سال (انگریزی)	۰-۷۵
۱۱ ہند و پاکستان میں اول صدی اسلام میں مساجد اور ان کا فن تعمیر (انگریزی)	۰-۵۰
۱۲ اسلامی کوزہ گری	۰-۷۵
۱۳ تاریخ مظفر شاہی فارسی واقع ۹۲۰ھ میں گجرات و مالوہ	۳-۰
۱۴ نمائش اسلامی فنون (انگریزی)	۱-۰
۱۵ احمد معمار لاہوری۔ لاہور کا ایک فن کاروں کا خاندان	۰-۷۵
۱۶ ہمارا جمالیاتی سرمایہ۔ خطاطی۔ مصوری۔ خشت و سنگ (زیر طبع)	۲-۰
۱۷ علامہ اقبال اور سید سلیمان ندوی	۰-۵۰
۱۸ اسلامی مصوری۔ ایک جائزہ (نیا ایڈیشن زیر ترتیب)	۰-۵۰
۱۹ سیرت حضرت بلال رضؓ مفصل سوانح مجلد	۶-۲۵
۲۰ طبقات ناصری۔ متعلقہ ہند و پاکستان (فارسی)	۳-۷۵
۲۱ لاہور عہد بعہد (انگریزی) زیر طبع	۱۰-۰